سبحانک لا علم لنا الا ما

مسلمانوں کو فتح و نصرت کی بشارت کردہ

[illegible]

[illegible]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

... ان حروف کی مراد اللہ کو معلوم ہے تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ یہ آیتیں ہیں
کامل کتاب کی ... مراد قرآن ہے یعنی اس سورت کی آیتیں جو ہم بیان کرتے ہیں یہ قرآن
... اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں اور اسی طرح یہ سورت بھی
اللہ کی طرف سے ... وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اور جو کچھ تجھ پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے
... [illegible] یعنی قرآن وہ پیام الٰہی جو تجھ پر اللہ کی طرف سے نازل
... [illegible] مشرکین کہ اس کے حق ہونے کا یقین نہیں کرتے اَللّٰهُ الَّذِيْ
رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اللہ ایسا ہے کہ جس نے بلند کیا ہے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے
... [illegible] اور سورج اور چاند کو ... یعنی جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے ...

جان لیں کہ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا تم دیکھتے ہو یعنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کوئی
ستون آسمان کا نظر نہیں آتا اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے بڑے [illegible] بغیر ستونوں کے بلند [illegible] اللہ کی قدرت کی
بہت بڑی نشانی ہے پھر اللہ تخت پر بیٹھا یعنی اوسنے اس مخلوق پر [illegible] تصرف شروع کیا اور اللہ کی قدرت
حکومت کی اوسکی حیثیت سے نہیں کہ حکومت جاری ہونے کے لئے ضروری تھا کہ وہ مخلوق پر [illegible]
جاری کیا جائے پھر اللہ نے چاند سورج کو مسخر کیا یعنی اونکی روشنی اور حرکت کا اندازہ [illegible]
کے لئے پابند بنایا اونکی گرمی اور سردی اور حرکت پیدا کی [illegible] عالم کی [illegible]
كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى ہر ایک جاری ہے وقت معین کے [illegible]
دوسرے کے لئے جو میعاد اللہ نے مقرر کر دی ہے اوسی میں وہ اپنا دورہ پورا کر لیتے ہیں [illegible] اپنا دورہ
ایک سال میں پورا کرتا ہے اور ایک مہینہ میں پورا کر لیتا ہے اس [illegible]
يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ [illegible]
کرتا ہے نشانیوں کو تاکہ تم اللہ سے ملنے پر یقین کر لو [illegible] نشانیاں [illegible] عالم اپنے
علم سے [illegible] موجود کرنا اور معدوم کرنا اور [illegible]
چکا ہے [illegible] اللہ کی قدرت [illegible] ہے کہ اوسکی
اپنی نشانیاں [illegible] اللہ کے وجود اور توحید [illegible] پر دلالت کرتی ہیں [illegible]
بیان کیا [illegible] کہ تم اس بات پر یقین کر لو کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے جانا ہوگا [illegible]
اللہ کا ملنا [illegible] مخلوق [illegible] کہ جس اللہ نے یہ چیزیں
پیدا کیں وہ [illegible] کے بعد دوبارہ موجود کر سکتا ہے اور پھر کوئی وجہ انکار قیامت [illegible]
باقی نہیں رہتی وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا
اور وہ [illegible] زمین [illegible] پہاڑ [illegible]

رہے اور آرام کرنے اور چلنے پھرنے کے لئے اتنا بڑا جسم زمین کا پھیلا دیا اور سب کو اوس میں ٹھکانا دیا اور اوس میں
پہاڑ پیدا کئے اور ندیاں بہائیں ندیوں کا ذکر پہاڑوں کے ساتھ اسلئے کیا کہ ندیاں پہاڑوں سے پیدا ہوتی ہیں
اگر غور کیا جائے تو ان سب چیزوں کا نمونہ انسان کی ذات میں بھی موجود ہے جسم اوسکا بمنزلہ زمین کے ہے
اور ہڈیاں بجائے پہاڑوں کے ہیں اور رگیں مثل ندیوں کے ہیں وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ
فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ اور ہر قسم کے میووں سے پیدا کیا ہے زمین میں دو قسم ڈھانک دیتا ہے
رات سے دن کو بیشک اسمیں نشانیاں ہیں اون گروہ کے لئے جو فکر کرتے ہیں ف یعنی اللہ کی قدرت کی
نشانی یہی ہے کہ اوسنے ہر میوہ دو قسم کا پیدا کیا ہے اچھا اور برا مثلاً آم میٹھے بھی ہوتے ہیں اور کھٹے بھی
ہیں یہی حالت ہر میوے کی ہے اور یہی اللہ کی قدرت کا نمونہ ہے کہ روز روشن کو تاریکی کے لباس میں چھپا
یعنی دن کو رات بنا دیتا ہے ان دونوں چیزوں کا نمونہ بھی انسان کی حالت میں موجود ہے یعنی جس طرح میووں میں
اچھے برے کا اختلاف ہے اسی طرح انسان میں بھی اچھی بری خصلتیں موجود ہیں مثلاً سخاوت اور بخل حیا اور بے حیائی
تقویٰ اور بدکاری شجاعت اور نامردی عدالت اور ظلم وغیرہ اور جس طرح دن پر رات کی تاریکی غالب آجاتی ہے
اسی طرح انسان میں بھی ظلمت جسمانی نور روحانی پر غالب ہو جاتی ہے اور روحانی قوتیں جنکا مقتضا یہ ہے کہ انسان
اللہ کی معرفت حاصل کرے اور اوسی کی طرف توجہ ہو نفسانی خواہشوں میں دب جاتی ہیں پھر ارشاد فرماتا ہے
یہ سب چیزیں جو مذکور ہوئیں یعنی زمین کا پھیلانا اور اوس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کرنا اور میووں کی قسموں کا اختلاف
اور دن کی روشنی کا رات کی تاریکی میں پوشیدہ ہو جانا اسمیں اون لوگوں کے لئے جو غور و فکر کریں نشانیاں
ہیں اللہ کی [illegible] یہ یقین آجاتا ہے کہ یہ عجائبات خود بخود ظاہر نہیں ہو سکتے بلکہ کوئی انکا ظاہر کرنیوالا
ہے [illegible] قدرت کا ملہ ہے وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ
مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ

زیادہ کوئی سخت دن آپ پر آیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اُس دن کی مصیبت تھی جب میں نے
طائف والوں سے بذات خود گفتگو کی اور انہوں نے میرا کہنا نہ مانا میں نہایت رنج میں وہاں سے چلا تھوڑی دور
چلنے کے بعد ایک بادل کا ٹکڑا میرے سر پر آگیا میں نے جو اس طرف دیکھا تو اس میں جبرئیل نظر آئے اور انہوں نے
کہا کہ اللہ نے تیری قوم کا قول سنا اور جو کچھ انہوں نے تجھے جواب دیا وہ بھی سنا اب پہاڑوں کے فرشتہ کو
تیرے پاس بھیجا ہے جو چاہے تو اسکو حکم کر پھر پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے پکارا اور سلام کے بعد کہا کہ اللہ
نے مجھکو آپ کے پاس بھیجا ہے جو چاہیے وہ حکم کیجئے اگر آپ چاہیں تو میں دونوں پہاڑوں کو باہم ملا دوں
آپ نے فرمایا کہ میں انکو منقطع نہیں کرنا چاہتا مجھے امید ہے کہ اللہ ان کافروں کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کریگا جو ایک
اللہ کی پرستش کرینگے اور اسکا شریک کسی کو نہ ٹھہرائینگے ۔ اسکا جواب ابن کثیر نے یہ دیا ہے کہ جو قصہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible]
[illegible]
جب کافر عذاب مانگتے تھے [illegible] اگر تم سچے ہو تو ہم پر عذاب نازل کرو۔ یَقُصُّ الْحَقَّ
وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ۝ بیان کرتا ہے حق اور وہ اچھا ہے فیصلہ کرنے والوں میں۔
ف یعنی عذاب کا حکم اللہ [illegible] ہی حق کا بیان کرنے والا ہے
اور وہی [illegible] ایک قراءت میں یقضی الحق [illegible]
قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ
[illegible]
[illegible]
[illegible] وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ [illegible]
[illegible] یعنی عذاب اللہ کے اختیار میں ہے [illegible] ظالموں کو خوب جانتا ہے [illegible]

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۔ اور اُسکے پاس غ
یب کی کنجیاں ہیں نہیں جانتا ہے اُنکو مگر وہی **ف** یعنی عالم اس کو کہکر بیشک اُس سے کوئی چیز مخفی نہیں
کہ اُسکے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ خزانے کی کنجیاں جسکے پاس ہوتی ہیں اُسی کو خزانے کا حال معلوم ہے
اسی طرح غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں اُسکو سب باتوں کی خبر ہے جو مخلوقات کو معلوم نہیں ۔ یہاں مراد
وہ چیزیں ہیں جنکا علم اللہ نے کسی بندے کو نہیں دیا ۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ میں ان پانچ چیزوں کا ذکر ہے وہ مفاتح الغیب ہیں
انہیں کوئی نہیں جانتا وہ پانچ چیزیں یہ ہیں کہ قیامت کب آوے گی بارش کب ہوگی ماں کے پیٹ میں بچہ
لڑکا ہے یا لڑکی کسی کو خبر نہیں کہ کل کو وہ کیا کریگا نہ کسی کو خبر ہے کہ کہاں مریگا ۔ اس حدیث کا مطلب
یہ ہے پانچ چیزیں بھی اُس علم غیب میں سے ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یہ مطلب نہیں کہ علم غیب
منحصر ہے وہ انہیں پانچ چیزوں میں ۔ غیب ان سے سوا بھی ہیں وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
اور جانتا ہے اُسکو جو خشکی میں ہے اور دریا میں ہے ۔ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا
يَعْلَمُهَا اور نہیں گرتا ہے کوئی پتا مگر جانتا ہے اسکو وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْأَرْضِ
وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ۔ اور نہ کوئی دانہ ہے زمین کی
تاریکیوں میں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ کوئی خشک ہے مگر روشن کتاب میں موجود ہے ۔ **ف**
کتاب سے مراد یا علم الٰہی ہے یا لوح محفوظ ہے اور ... ایک ہے ۔ خطابی نے اپنی تفسیر
میں لکھا ہے کہ زجاج کا قول ہے اللہ نے مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے اپنے تمام معلومات کو ایک کتاب
میں لکھا ہے جسکو ... کتاب میں ہے ... کا نام لوح محفوظ ہے ...
... کا علم ... ہر ایک ... کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ۔ وَهُوَ الَّذِي
يَتَوَفّٰكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ

لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ اور وہ ایسا ہے کہ وفات دیتا ہے تم کو راتوں میں اور جانتا ہے

جو کچھ تم کرتے ہو دن میں پھر اٹھاتا ہے تم کو دن میں تاکہ پورا کیا جاوے [illegible] پھر اسی کی طرف [illegible]

[illegible] پھر آگاہ کریگا تم کو اس پر جو کچھ تم کرتے تھے

اور دن میں تم کو [illegible] اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے اور وفات سے مراد نیند ہے [illegible]

[illegible] کر دیا اور دن کو پیدا کیا کمال قدرت کا بیان ہے [illegible]

[illegible] کمال علم کا بیان ہے پھر اللہ نے فرمایا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] جب [illegible]

[illegible]

[illegible] وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۝ [illegible]

[illegible]

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝ یہاں تک کہ جب آتی ہے تم میں سے کسی کو موت تو جان قبض کرتے ہیں [illegible]

[illegible] اور وہ تقصیر نہیں کرتے [illegible] ابن عباس وغیرہ سے مروی [illegible]

[illegible]

ساتھ کچھ فرشتے مددگار بھی رہتے ہیں بدن سے جب روح وہی قبض کرتے ہیں جب روح حلقوم میں آجاتی ہے تو
فرشتے تقصیر نہیں کرتے یعنی وقت میں نہ جلدی کرتے ہیں نہ تاخیر کرتے ہیں
ملک الموت قبض کرتا ہے اور وہ فرشتے
تک موت کا وقت آجاتا ہے اسی وقت روح قبض کرتے ہیں اور ابن کثیر نے یہ مراد لی ہے کہ وہ روح
کی حفاظت میں [illegible] ہیں اور وہ اپنا امانت لے لیتے ہیں جہاں اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ نیکوں کی روح کو علیین
اور فجار کی روح کو سجین میں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے سعید بن یسار رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں پھر اگر وہ نیک آدمی ہو
تو کہتے ہیں کہ باہر آجا اے نفس مطمئنہ تو پاک بدن میں تھا باہر نکل تو مستحق تعریف ہے اور بشارت سن جنت کی
اور باغوں کی اور رب ناراض نہیں پھر اس سے یہی کہتے رہیں گے جب تک جان نکلے پھر اسکو آسمان پر لیجاتے
ہیں اور اسکے لیے دروازہ کھلواتے ہیں تو کھولا جاتا ہے پھر کہا جاتا ہے مبارک ہو نفس طیبہ کو کہ جسد طیب میں تھا
تو مستحق تعریف بن کر بشارت پا باغوں اور پھولوں کی اور اللہ غضبناک نہیں اور اگر وہ برا شخص ہو تو اس سے
کہتے ہیں کہ باہر نکل اے نفس خبیث تھا تو جسم خبیث میں نکل مذموم بن کر اور خوشخبری سن کھولتے ہوئے پانی کی
اور پیپ کی اور اسی طرح کے اور عذابوں کی جب تک اسکی جان نکلے یہی کہتے رہتے ہیں پھر اسکے لیے دروازہ
نہیں کھلتا اور وہی کلمات کہے جاتے ہیں اسکے بعد روح (نیک ہو یا بد) آسمان سے قبر کی طرف بھیجی جاتی ہے
اور فرشتے کو بٹھایا جاتا ہے اگر نیک ہے تو وہی کہا جاتا ہے جو اول کہا گیا اور اگر بد ہے تو اس سے بھی وہی
کہا جاتا ہے جو اس سے اول کہا گیا ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ پھر لوٹائے
جائیں گے اللہ کی طرف جو اسکا سچا مالک ہے ف یعنی جب فرشتے ان کی روح قبضہ کر لیں گے تو
اللہ کی [illegible] جو اسکا سچا مالک ہو یعنی فرشتے ان روحوں کو اللہ کی طرف لیجاوینگے۔ اللہ کی
طرف لوٹائے جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے [illegible] ہونگے کہ وہاں حاکم اللہ کے سوا کوئی
اور نہ ہوگا اور دنیا کے باطل حاکموں کی حکومت بالکل اٹھ جائیگی اور سچے حاکم کی حکومت کی باقی رہے گی اس

آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روح بدن سے بالکل جدا چیز ہے جسکو اللہ کے پاس پہنچادیں گے - اور یہ بھی معلوم ہوا کہ روح بدن کے پیدا ہونے سے پہلے موجود تھی اس لئے کہ لوٹانا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ پہلے وہاں موجود تھی پھر بدن میں آئی اب بدن سے جدا ہو کر پھر وہیں کو لوٹائی گئی **اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ** ۝ آگاہ ہو کہ اوسی کے لئے حکم ہے اور وہ جلدی کرنے والا ہے حساب کرنے والوں میں **ف** یعنی اوس دن اللہ کے سوا کسی کا حکم نہ ہوگا اور وہ سب سے جلد حساب کرنیوالا ہے اس لئے ایک شخص کا حساب اوسکو دوسرے شخص کے حساب کا مانع نہیں ہوتا بلکہ سب کا حساب ایک آن میں کر لیتا ہے - پس کافروں کو یہ موقع بھی نہیں ملیگا کہ کچھدن حساب اعمال کے جھگڑے میں گذریں جیسے ظاہری حکام کے سامنے مدتوں تک مقدمہ کی پیشی ہوتی ہے اور اوسوقت تک مجرم سزا سے بچے رہتے ہیں -

**قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً** تو کہدے کہ کون بچاتا ہے تم کو جنگل اور دریا کے اندھیروں سے پکارتے ہو تم اوس کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے **ف** یعنی اے پیغمبر مشرکین کو تو کہدے کہ جب تم جنگلوں یا دریاؤں میں مصیبتوں میں آتے ہو تو اون مصیبتوں سے تمہارا بچانے والا کون ہے جسکو تم گڑگڑا کر چپکے چپکے پکارتے ہو - بعض نے لکھا ہے کہ اس آیت میں ظلمات سے سختیاں مراد ہیں **لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ** ۝ اگر تو ہمیں بچا دے اس آفت سے تو البتہ ہو جاویں گے ہم شکر کرنے والوں میں **ف** یعنی وہ لوگ جسکو تم گڑگڑا کر چپکے چپکے پکارتے ہو اور یوں کہتے ہو کہ اگر تو ہمیں اس آفت سے بچا دے تو آئندہ کو ہم تیری ناشکری نہ کریں گے اور شکرگزار بن جاویں گے **قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ** ۝ تو کہدے کہ اللہ بچاتا ہے تمہیں اوس سے اور ہر سختی سے پھر تم شرک کرتے ہو **ف** یعنی اوس سوال کا جواب اے پیغمبر تو خود ہی اسطرح دیدے کہ اوس آفت سے اور ہر سختی سے نجات دینے والا تمہارا اللہ ہے

مصیبت کے وقت تم اوسی کو پکارتے ہو اور اوس حالت میں یہ وعدہ بھی کر لیتے ہو کہ اے اللہ اگر اس آفت سے تو ہمکو بچا دے تو ہم آئندہ تیرے شکر گذار بن جاوینگے مگر جب اوس مشکل سے نجات ملجاتی ہے تو تم اوس وعدہ کے خلاف کرتے ہو۔ اور شکر گذاری کے عوض ایسی ناشکری میں مبتلا ہوتے ہو کہ بتوں کو اللہ کے ساتھ عبادت میں شریک کرتے ہو

**قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ؕ**

تو کہدے وہ قدرت رکھتا ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے۔ یا متفرق کردے تمکو فرقوں میں اور چکھا دے تمہارے بعض کو بعض کی لڑائی **ف** یعنی اے پیغمبر تو مشرکین سے کہدے کہ جس اللہ کی عبادت میں تم بتوں کو شریک کرتے ہو وہ اس امر پر بھی تو قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے تمپر عذاب نازل کردے جیسے اصحاب فیل پر اور یا تمہارے نیچے سے عذاب پیدا کردے جیسے قارون زمین میں دھنس گیا۔ یا تم میں باہم ایسی پھوٹ ڈالدے کہ تمہارا اتفاق ٹوٹ جاوے اور تم مختلف فرقے بنکر آپس میں ایک دوسرے سے لڑنے لگو۔ اور ایک فریق دوسرے فریق کی لڑائی کا صدمہ پاوے۔ اور تم خود ہی آپس میں لڑکر تمام ہوجاؤ۔ غیر لوگ تمہارے شر سے محفوظ رہیں۔ پس جب اللہ تمپر سب طرح کے عذاب بھیج سکتا ہے۔ پھر تم بتوں کو اوسکا شریک کیوں سمجھتے ہو اور تمکو یہ خوف نہیں کہ کہیں اللہ یکایک تمپر عذاب نازل نہ کردے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آیت قل ہو القادر الخ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوٹھے۔ اور وضو کیا۔ پھر یوں دعا مانگی کہ اے اللہ میری امت پر اوپر سے عذاب مت بھیج اور نیچے سے بھی عذاب مت نکال اور نہ اُنکے متفرق فرقے بنا جو ایک دوسرے سے لڑیں تو اسپر جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ نے تیری امت کو اوپر اور نیچے کے عذاب سے پناہ دی اس روایت سے معلوم ہوا کہ تفریق جماعت اور باہمی نفاق اور قتال کی بلا اس امت کیلیے باقی رکھا گیا سوا ابن کثیر نے بہت سی روایتیں مختلف طریق سے نقل کی ہیں جن میں صاف مذکور ہے کہ اللہ نے پہلی دو دعائیں قبول کرلیں

اور تیسری دعا سے منع کر دیا۔ اور نسائی وغیرہ بہت سے محدثین نے اس مضمون کی روایتیں بھی نقل کی ہیں یعنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے واسطے اوپر اور نیچے کے عذاب سے بچنے کی دعا مانگی اور اون کی باہمی تفریق کی نسبت یہ فرمایا کہ وہ آسان ہے بہرحال آپسمیں لڑنے جھگڑنے کی بلا اس امت میں باقی ہے اور اوسی کا ظہور اسوقت تک ہو رہا ہے کہ نہایت آسان باتوں میں جدا جدا گروہ بنا لیتے ہیں۔ اور آپسمیں لڑتے ہیں۔ علماء سوء اپنی اپنی جماعت کے سردار بنتے ہیں اور فساد کو بڑھاتے ہیں اصلاح کیطرف توجہ کم کرتے ہیں اللہ سب مسلمانوں کو اس بلا سے نجات دے

انظر كيف نصرف الآيات لعلهم يفقهون ؕ دیکھو کسطرح بدل بدل کر بیان کرتے ہیں ہم دلیلوں کو تاکہ وہ سمجھیں ف یعنی توحید اور اثبات حق کے دلائل کیسے مختلف وجوہ سے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ کر حق کو مانیں

وكذب به قومك وهو الحق ط اور جھٹلایا اوسے تیری قوم نے اور وہ حق ہے ف یعنی قرآن کو جھٹلایا حالانکہ قرآن حق ہے

قل لست عليكم بوكيل ؕ تو کہدے کہ نہیں ہوں میں تم پر محافظ۔ یعنی اے پیغمبر تو مشرکوں سے کہدے کہ میں تمپر محافظ نہیں ہوں۔ اور میرا یہ کام نہیں کہ میں تمکو شرک اور تکذیب قرآن وغیرہ سے روک دوں اور اونکی سزا دوں بلکہ میں اللہ کا حکم بیان کر دینے والا ہوں۔

لكل نبإ مستقر وسوف تعلمون ہر خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور قریب جان لوگے تم ف خبر سے مراد وعید عذاب ہے یعنی اللہ نے جو فرمایا اونکے لئے عذاب کی خبر دی ہے اوس کا ایک وقت مقرر ہے۔ اوسی وقت عذاب ہوگا۔ اور اس کا حال تمکو جلد معلوم ہو جائیگا

وإذا رأيت الذين يخوضون في آياتنا فأعرض عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره ؕ اور جب دیکھے تو انہیں جو بحث کرتے ہیں ہماری آیتوں میں تو بچ اون سے یہانتک کہ وہ بحث کریں کسی دوسری بات میں قرآن کے سوا ف بحث کرنے سے مراد یہ ہے کہ استہزا اور تکذیب اور طعن کرتے ہیں۔ تو فوراً اوس

مجلس سے جدا ہوجا اور اوسوقت تک جدا رہ جب تک وہ اسکے سوا اور باتین شروع کرین ۔ تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ خوض کے معنی لغت مین یہہ ہین کہ کسی چیز کے ساتھ بطور لہو ولعب کے بحث کرین ۔ اس مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ ہماری آیتون سے بطور لہو ولعب کے بحث کرین اونکی مجلس سے پرہیز کر ۔ بعض کے نزدیک یہ خطاب رسول اللہ سے ہے ۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب ہر شخص سے ہے ۔ تفسیر کبیر مین یہ بھی لکہا ہے کہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مشرکین قرآن کا اور رسول کا اور مسلمانون کو برا کہا کرتے تھے ۔ اس سے اللہ نے مسلمانون کو حکم کیا کہ جب وہ ایسی باتین کیا کرین اوسوقت تک اون کی مجلس مین مت بیٹھا کرو وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ اور اگر تجھے شیطان بہلاوے تو مت بیٹھ یاد آجانے کے بعد ظالم گروہ کے ساتھ ف یعنی تجھے جو یہ حکم دیا ہے کہ جب کافر دین کی توہین کرتے ہون اوسوقت اون کے پاس مت بیٹھ ۔ اگر شیطان تیرے دل مین وسوسہ ڈالے جسکی وجہ سے تو اس حکم کو بہول جاوے اور بیٹھا اون کی مجلس مین بیٹھ جاوے تو جب یہ حکم یاد آجاوے فوراً اون کی مجلس سے اوٹھ جا ۔ یاد آنے کے بعد ظالم گروہ کے پاس مت بیٹھ ۔ اس موقع پر ایک شبہہ یہ بھی وارد ہوتا ہے کہ شیطان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دخل نہین ہوسکتا ۔ پھر شیطان اون کو کیونکر بہلا سکتا تھا ۔ جواب اسکا یہ ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ خطاب ہر امتی سے ہے نہ رسول سے اور اگر رسول کو خطاب مانا جاوے تو بھی امت اس حکم مین شامل ہے ۔ تفسیر احمدی مین لکہا ہے کہ قوم ظالمین مین مبتدع اور کافر اور فاسق سب شامل ہین ۔ اور اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر فسق کی مجلس مین بیٹھنا منع ہے ۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بھولے سے جو گناہ ہو وہ معاف ہے ۔ لیکن یاد آنے کے بعد فوراً اوس گناہ سے جدا ہو جانا واجب ہے ۔ اگر غور کیا جاوے تو ہماری مجلسین غیبت سے بہت کم خالی ہوتی ہین ۔ حالانکہ غیبت کی مجلس سے بھی فوراً جدا ہو جانا واجب ہے وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّلٰکِنْ ذِکْرٰی لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۝ اور نہین اوپر

ف بھولے سے جو گناہ ہو وہ معاف ہے
ف [illegible]

بوجھ جاتے ہین اون کے حساب سے کچھ بھی مگر نصیحت کرنا ہے تاکہ پرہیزگار بنین ف یعنی جو لوگ
مجلس فسق سے بچ جاتے ہین اون پر بچ جانے والون پر اون گناہون کا مواخذہ نہین جن مین وہ اہل مجلس مبتلا
ہین البتہ اون بچنے والون پر یہ لازم ہے کہ ایسی مجلس والون کو نصیحت کرین تاکہ اونہین توبہ نصیب ہو۔ ابن کثیر
نے اس آیت کی یہی تفسیر لکھی ہے اور بہ سند ابن ابی حاتم ابو مالک اور سعید بن جبیر سے یہی نقل کیا ہے۔
دوسرے معنی اس آیت کے یہ ہوسکتے ہین کہ جو لوگ متقی اور پرہیزگار ہین وہ اگر مجلس فسق مین شریک ہوجائین
تو کچھ گناہ نہین لیکن شرط یہ ہے کہ نصیحت اور وعظ کے لئے شریک ہون۔ وَذَرِ الَّذِينَ
اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
وَذَكِّرْ بِهٖ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ف اور چھوڑدے اون کو
جنہون نے بنالیا ہے اپنا دین لعب اور لہو اور دھوکے مین ڈالا ہے اونکو دنیا کی زندگی نے اور نصیحت کر قرآن
کے ساتھ کہ ہلاکی مین نہ پڑے جان اون گناہون کے سبب جو اوس سے ہوئے ف یعنی اون
سے میل جول اور صحبت چھوڑدے جنہون نے اپنے دین کو لہو و لعب بنالیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ دین اسلام
جو اون کے واسطے اللہ نے فرض کیا ہے اوسکا وہ کچھ پاس نہین اور استہزا کرتے ہین۔ یا مراد یہ ہے
کہ وہ کسی دین کے پابند نہین بلکہ لہو و لعب وغیرہ نفسانی خواہشون کو اونہون نے اپنا دین بنالیا ہے۔ قرآن
کے ساتھ نصیحت کر تاکہ اپنے گناہون کی وجہ سے بندون کی جان ہلاکت یعنی عذاب الٰہی مین نہ پڑے
اور نجات کا راستہ اونکو معلوم ہوجاوے۔ تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ اللہ نے جو چھوڑنے کا حکم دیا اس سے
مراد یہ ہے کہ اون سے ربط ضبط اور دوستی چھوڑدے یہ مراد نہین کہ اونکو ڈرانا اور اللہ کا حکم سنانا بھی
چھوڑدے۔ اور دوسرا قول اس آیت کی تفسیر مین یہ ہے کہ جو لوگ دین کا لہو و لعب کرتے ہین یعنی ٹھٹھا
اور تمسخر کرتے ہین اونکو چھوڑدے۔ یعنی ہم اوسکے لئے چھوڑدے ہم اونکو بہت جلد عذاب دین گے تو اونکی
باتون کی پروا مت کر اور اون کی وجہ سے وعظ و پند مین کمی مت کر قرآن سے لوگون کو نصیحت کر تاکہ

دیجیئے جاوین وہ ہلاکت سے بچ جاوین - جلالین مین لکھا ہے کہ تبسل سے ان لا تبسل مراد ہے اسی وجہ سے ہمنے
ترجمہ یہ کیا ہے کہ ہلاکت مین نہ پڑے - ابن کثیر وغیرہ نے بھی اسکا ترجمہ اسی طرح کیا ہے اور حاصل تمام مفسرین
کے قول کا یہی ہے - لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ
نہوگا اوس کے لیئے کوئی غیر اللہ کا مددگار اور نہ سفارشی ف یعنی جب اپنے اعمال کی وجہ سے جان ہلاکت
مین پڑے گی تو اوس وقت نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ سفارش کرکے عذاب سے بچا سکے گا اس لیئے کہ سفارش
واللہ کے اذن سے ہوسکتی ہے اور جسکے لیئے اللہ اذن نہ دے اور اوسکو عذاب کرنا چاہے اوس کے لیئے
سفارش کون کرسکتا ہے وَإِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذْ مِنْهَا
اور اگر بدلے مین دے تو بدلے کی ہر چیز تو نہ لیا جاوے گا اوس بدلے مین سے کچھ ف یعنی جتنی چیزین
بدلا ہوسکتی ہین اون مین سے اگر ہر چیز تو اوس عذاب کے بدلے مین دیکر اوس عذاب سے بچنا چاہے تو یہ ممکن
نہین اور کوئی چیز اوس عذاب کے بدلے مین نہ لیجاوے گی أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا
بِمَا كَسَبُوا ۖ یہی ہین وہ لوگ جو ہلاک ہوئے اون اعمال کیوجہ سے جو اونھون نے کیئے -
لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا
يَكْفُرُونَ ط اون کے لیئے پینے کو ہے کھولتا پانی اور عذاب ہے درد ناک اسلیئے کہ وہ کفر کرتے
تھے قُلْ أَنَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا
تو کہدے کہ کیا پکارین ہم اللہ کے سوا اوسکو جو نہ کچھ فائدہ پہونچا سکے ہمکو اور نہ نقصان پہونچا وے ہمکو
ف یعنی اسے پیغمبر تو مشرکون سے کہدے کہ کیا ہم ایمان کے بعد مشرک ہوجاوین اور جو چیزین
اللہ کے سوا ہین اونکو پکارین جو ہمکو نہ فائدہ پہونچا سکین نہ نقصان پہونچا سکین وَنُرَدُّ عَلَىٰ
أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ اور پلٹ جاوین ہم اپنی ایڑیون پر بعد اسکے
کہ ہدایت کی ہے ہمکو اللہ نے ف ایڑیون پر پلٹ جانے سے مطلب پاؤن پیچھے کو ہٹنا مراد ہے

ع

یعنی کفر کو چھوڑ کر ہدایت پر آگئے اب اللہ کی ہدایت کے بعد پھر پیچھے کو پلٹیں یعنی دوبارہ کفر میں چلے آویں
یہاں پر شبہ ہوتا ہے کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ہے اور وہ ہمیشہ سے ہدایت پر تھے
پھر پیچھے پلٹنا اونپر کیسے صادق آسکتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس قول میں صحابہ بھی شامل ہیں اون کی نسبت
یہ قول صحیح ہے — كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا
اوس شخص کی طرح بہکایا ہوا اوسکو شیطانوں نے زمین میں حیران ہو اوسکے ساتھی ہوں کہ بلاتے ہوں اوسکو
ہدایت کیطرف کہ ہمارے پاس آ **ف** اسلام کے بعد پھر شرک میں جانے کی جو حالت ہوتی ہے
وہ اس مثال میں بیان کی گئی ہے — یعنی ہدایت پاکر پھر کفر میں جانا ایسا ہے جیسے کہ شیاطین نے کسی کو
راستہ سے بہکا دیا ہوا اور وہ حیران ہو کہ کدھر کو جاوے اوس کے ساتھی اوسکو پکار رہے ہیں کہ ہمارے
پاس آ ہم ٹھیک راستہ پر ہیں مگر وہ ایسا بے حواس ہے کہ کچھ نہیں سمجھتا — ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سدی کا
قول ہے کہ مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ ہمارے دین میں آجاؤ اور محمد کا دین چھوڑ دو تو اللہ نے
یہ آیت نازل کی اس میں اللہ کہتا ہے کہ ایمان کے بعد کافر ہو جانے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے
ساتھیوں کے ساتھ کسی راستہ پر چلا پھر راستہ بہک گیا اور شیاطین نے اوسکو حیران کردیا اور زمین میں بھٹکایا اوس کے
ساتھی راستہ پر ہیں اور اوسکو اپنی طرف پکار رہے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے پاس آ ہم راستے پر ہیں وہ انکے
پاس آنے سے انکار کرتا ہے یہی مثال ہے اوسکی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے کے بعد کافروں میں
شریک ہوا — راستے سے مراد اسلام ہے — اور راستے کیطرف بلانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں —
قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ط تو کہدے کہ اللہ کی ہدایت وہی ہدایت ہے
**ف** یعنی اسے پیغمبر تو کہدے کہ ہدایت کا راستہ وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے یعنی اسلام اور اوسکے
سوا جو کچھ ہے وہ گمراہی ہے — وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اور حکم کیا گیا ہے ہم کو کہ ہم فرمانبردار ہوویں رب العالمین کے وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ
وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اور یہ کہ قایم رکھو نماز اور اللہ سے ڈرو اور
وہی ہے ایسا کہ اوسکی طرف اوٹھائے جاوگے ف یعنی یہی حکم کیا گیا ہے کہ نماز کے پابند رہو
اور اللہ سے ڈرتے رہو وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
بِالْحَقِّ ؕ اور وہ اللہ ایسا ہے کہ اوس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ ف
حکمت کے ساتھ یعنی ہر چیز کو مقتضاے حکمت جیسا چاہئے تھا ویسا بنایا ابن کثیر نے حق کا ترجمہ عدل کیا
اوس سے بھی یہی مراد ہے وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ جسدن کہے گا ہوجا
تو ہوجاویگی ف یعنی جسدن اللہ معدوم چیزوں کو موجود ہوجانے کا حکم کریگا تو وہ چیزیں فوراً
موجود ہوجاوینگی۔ اس سے قیامت کا دن مراد ہے قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ اوس کا قول سچا ہے
ف اوس نے جو قیامت کی خبر دی ہے وہ وقت آنے والا ہے وَلَهُ الْمُلْكُ
يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ؕ اور اوسی کی بادشاہی ہوگی جسدن پھونک ماری جاویگی
صور میں ف یعنی جب اسرافیل صور پھونکیں گے اور قیامت قایم ہوگی اوسدن اللہ کے سوا کسی اور کی
بادشاہی نہوگی۔ علما نے لکھا ہے کہ صور اسرافیل کی خبر یقینی طور پر ثابت ہوئی ہے کہ وہ صور مونہہ سے
لگائے ہوے اللہ کے حکم کے منتظر کھڑے ہیں اوسکی پہلی آواز دنیا کے فنا کرنے کے لئے ہوگی اور
دوسری آواز پھر زندہ کرنے کے لئے اس آیت میں دوسری آواز مراد ہے عٰلِمُ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ ؕ جاننے والا ہے چھپی چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا ف یعنی جو چیزیں
مخلوق کے علم سے غائب ہیں اور جو چیزیں مخلوق کے علم میں ہیں سب کو جانتا ہے وَهُوَ
الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ اور وہ حکمت والا ہے خبردار ہے ف ان سب آیتوں کا
حاصل یہ ہوا کہ قیامت کے دن اوس کے سوا کسی اور کی حکومت نہوگی اوسکو ہر چیز کی خبر ہے وہ خوب

جانتا ہے کہ کون عذاب کے لائق ہے اور کون ثواب کا مستحق ہے وہ حکیم بھی ہے اوسکا عذاب اور ثواب تو
مقتضاے حکمت ہونگے - وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ
اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ
اور جبکہ کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہ کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے میں دیکھتا ہوں تجھے اور تیری قوم
کو علانیہ گمراہی میں ف خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے کہ مورخین انساب کا اتفاق ہے
کسی کا بھی خلاف نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا اور قرآن میں جو آزر مذکور ہوا ہے
یہ اسکا لقب ہے یا اب سے مراد باپ نہیں بلکہ چچا یا دادا ہے اور چچا یا دادا کو بھی مجازاً اب کہتے ہیں اور بعض
کا قول ہے کہ آزر نام یا لقب نہیں بلکہ اوس کے معنی بوڑھے مخنث کے یا ٹیڑھے کج خلقا کے ہیں
اس موقع پر مفسرین میں بڑا اختلاف ہے کہ لفظ آب سے حقیقی باپ حضرت ابراہیم کا مراد ہے یا مجازاً
چچا مراد ہے -- اور متاخرین جو آبا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کے قائل ہیں وہ اسی کو ترجیح دیتے
ہیں کہ چچا مراد ہے - زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ ارجح یہی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم
علیہ السلام کا چچا تھا اور متعدد سندوں سے ابن عباس اور مجاہد اور ابن جریج اور سدی سے یہی ثابت
ہوا ہے اور تاریخ ابن منذر میں بھی یہ قول منقول ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کا چچا تھا - زرقانی نے یہ بھی لکھا
کہ ابن سعد نے بطریق کلبی روایت کی ہے کہ حضرت نوح کے بعد سب آدمی بابل میں رہتے تھے اور
مذہب اون کا اسلام تھا - جب اون کا بادشاہ نمرود ہوا اوس نے سب کو بت پرستی سکھائی - آزر
اور ابراہیم بھی اوسی کے زمانے میں تھے - چونکہ آزر اور اوسکی سب قوم چاند سورج اور بتوں کو پوجتی تھی
حضرت ابراہیم پر شرک کی برائی اللہ نے کہولدی تو اونہوں نے آزر سے کہا کہ نہایت تعجب ہے
کہ تو بتوں کی پرستش کرتا ہے - میں تجھے اور تیری قوم کو جو بت پرستی میں تیرے ساتھ شریک ہے ظاہر
گمراہی میں دیکھتا ہوں وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰ

وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ اور دکھلانے لگے ہم ابراہیم
کو بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی اور یہ اسلئے کہ ہو جاوے وہ یقین کرنے والوں میں ف
یعنی جسطرح ابراہیم پر شرک کی برائی ہمنے کہولدی تہی اسی طرح زمین اور آسمان کی بادشاہت بہی ہمنے
اوسے دکہادی تہی یعنی یہ بات بہی ظاہر کردی تہی کہ زمین اور آسمان مین اللہ کے سوا کسی اور کی بادشاہت
اور حکومت نہین - ہر چیز اوسی کی مخلوق ہے - اور اوسی کے قبضہ اور تصرف مین ہے اور وہی ہوتا ہے
جو اللہ چاہتا ہے - اور یہ تمام باتین ابراہیم پر اس لئے ظاہر کی گئین کہ ابراہیم یقین کرنے والون مین
سے ہو جاوے اور توحید خالص پر ایمان لاوے - ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ابن جریر وغیرہ نے
مجاہد اور عطاء اور سعید بن جبیر اور سدی وغیرہ سے روایت کی ہے کہ ابراہیم کے لئے آسمان کہل گئے
تہے اور عرش تک جو کچہ ہے سب اونہین نظر آتا تہا اور ساتون زمینین اون پر کہل گئین تہین اور جو کچہ
اون مین ہے وہ سب دیکہتے تہے - اور ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر مین ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ اللہ نے ابراہیم پر سب باتین خفی اور جلی کہولدی تہین - یہانتک کہ لوگون کے اعمال بہی
اون پر پوشیدہ نہین رہتے تہے - آخر اونہون نے گنہگارون پر لعنت کرنا شروع کی - تب اللہ نے کہا
کہ تجہسے اسکا تحمل نہین ہو سکیگا - اور پہر وہ ایسے ہی ہو گئے جیسے پہلے تہے - فَلَمَّا جَنَّ
عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ
قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝ پہر جب تاریکی ڈالدی اوس پر رات نے تو اوس نے
دیکہا ایک تارا کہا یہ میرا رب ہے جب وہ غائب ہو گیا اور کہا مین محبت نہین کرتا غائب ہو جانے والون سے ف
ف پہلے ابراہیم نے اپنے باپ کے سامنے بت پرستی کی برائی بیان کی - اوس کے
بعد کواکب پرستی کی قباحت بتلائی - یعنی رات کو جب کوئی تارا دیکہا تو کہا کہ میرا رب یہی ہے - اور جب
وہ غائب ہو گیا تو کہا کہ مین غائب ہو جانے والون سے محبت نہین رکہتا - اسمین مفسرین کا اختلاف ہے

کہ یہ قول حضرت ابراہیم نے قبل بلوغ کہا یا بعد بلوغ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ ھذا ربی سے اون کی مراد کیا تھی
ایک قول یہ ہے کہ فی الواقع حضرت ابراہیم کو یہی خیال پیدا ہوا تھا کہ سب سے زیادہ جو روشن ستارہ ہے
وہی رب ہے ۔ اور جب وہ غائب ہوگیا تو وہ اس خیال کی غلطی سمجھ گئے ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر
نے اسی قول کو اختیار کیا ہے ۔ اور بطریق علی بن ابی طلحہ ابن عباس سے اسی کو نقل کیا ہے ۔ اور اس قول
کی بموجب یہ واقعہ قبل بلوغ کا سمجھا جاوے گا ۔ اسلئے کہ انبیا قبل نبوت بھی سن تمیز کے زمانے میں
ایسی فطرت سلیم رکھتے ہیں کہ شرک سے پاک ہوتے ہیں ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ محمد بن اسحق نے ذکر کیا ہے
کہ اوس زمانے کا بادشاہ نمرود بن کنعان تھا ۔ اوس کو یہ خبر دی گئی تھی کہ ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے
تیرا ہلاک اوسی کے ہاتھوں سے نکلے گا ۔ اس لئے نمرود نے یہ حکم دیا تھا کہ اس سال جتنے لڑکے پیدا ہوں
سب قتل کئے جاویں ۔ جب حضرت ابراہیم کی ماں کو حمل رہا اور ولادت کا وقت قریب آیا تو وہ شہر سے
باہر ایک غار میں چلی گئیں ۔ وہیں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے ۔ اور وہیں ان کو پالا ۔ محمد بن اسحق کا قول
ہے کہ جب حضرت ابراہیم پرورش پاکر اس غار میں سے نکلے اوس وقت [illegible] نے یہ کہا ہوگا اور ظاہر یہی ہے
کہ یہ زمانہ قبل بلوغ کا ہوگا ۔ لیکن جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو ہرگز یہ شبہ نہیں ہوا تھا
اور انہوں نے تارے کے رب ہونے کا یقین ہرگز نہیں کیا تھا بلکہ اون کی قوم جو ستاروں کو پوجتی
تھی اون کو الزام دینے کے واسطے اس طرح تقریر کی تھی ۔ اور اس صورت میں ممکن ہے کہ یہ قول بعد
بلوغ ہوا ھذا ربی کے معنی میں ہمزہ استفہام اول سے محذوف ہوگا ۔ یعنی کیا یہ میرا رب ہے ۔
یا مراد یہ ہوگی کہ تمہارے گمان میں یہ میرا رب ہے ۔ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ستارہ زہرہ
تھا مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بات کیونکر معلوم ہوئی ۔ بہرحال اگر زہرہ ہوگا تو وہ موسم ہوگا جب طلوع اوسکا
شام کے وقت ہوتا ہے ۔ ستارے کے غائب ہو جانے سے حضرت ابراہیم نے یہ ثابت کیا کہ تارہ
کبھی طلوع ہوتا ہے کبھی غروب ہوتا ہے ۔ اسکی حالت بدلتی رہتی ہے ۔ اور اوس میں حرکت بھی ہے

ایک جگہ سے دوسری جگہ کو منتقل ہوتا ہے۔ اور تغیر اور انتقال شان ربوبیت کے خلاف ہے۔
فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ پھر جب دیکھا چاند کو روشن کہا یہ
میرا رب ہے فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ
مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝ پھر جب چاند غائب ہو گیا تو ابراہیم نے کہا کہ اگر میرا
رب مجھے ہدایت نہ کرے تو ہو جاؤں البتہ قوم گمراہ میں ف یعنی جب چاند غائب ہو گیا اور یہ ظاہر ہوا
کہ وہ بھی رب ہونے کے لائق نہیں تو حضرت ابراہیم نے یہ کہا کہ اگر اللہ مجھکو ہدایت نہ کرتا تو میں بھی گمراہوں
میں سے ہوتا یعنی اللہ نے مجھکو ایسی عقل سلیم دی تھی کہ میں نے پہلے سے ہی رب کو پہچان لیا تھا اگر
اللہ نے مجھے حق نہ کہہ دیا تو میں بھی اور ستارہ پرستوں کی طرح ستاروں کو رب سمجھتا جو ایک حالت پر باقی
نہیں رہتے اور ہر وقت گردش میں رہتے ہیں۔ اس قول میں انہوں نے اپنی قوم کو یہ بھی سمجھا دیا
کہ مجھکو اللہ نے ہدایت کی ہے اس لئے میں گمراہی سے بچ گیا تم اللہ کی ہدایت سے محروم ہو اسلئے
گمراہی میں مبتلا ہو۔ اور اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم اپنی قوم کو الزام دینے کے
لئے بحث کر رہے تھے۔ خود ان کا ایمان کامل ابتدا سے حاصل تھا اور یہ شبہ نہیں پیدا ہوا تھا کہ زہرہ
اور چاند رب ہیں اسلئے کہ جب چاند کے بعد انہوں نے کہہ دیا کہ اللہ نے مجھکو ہدایت کر دی ہے
تو اسکے بعد وہ سورج کو رب کیونکر سمجھتے پھر جو انہوں نے سورج کو رب بتایا تو معلوم ہوا کہ فرضی طور سے
قوم کے الزام دینے کے لئے گفتگو کرتے تھے اور یہی جمہور کا قول ہے فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ
بَازِغَةً قَالَ رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ پھر جب دیکھا سورج کو روشن کہا یہ میرا
رب ہے یہ بڑا ہے ف چونکہ سورج سے بڑا اور کوئی ستارہ نہیں ہے اس لئے حضرت
ابراہیم نے سورج پر اپنی حجت کو تمام کر دیا اور سب سے آخر میں اس کو رب فرض کیا فَلَمَّآ
اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝

پھر جب (سورج) چھپ گیا تو (ابراہیم) کہا کہ اے قوم میں بیزار ہوں اوس سے کہ شریک کرتے ہو تم

ف یعنی جن تاروں کو اور بتوں کو تم پوجتے ہو میں اون سے بیزار ہوں وہ معبود ہونے کے لائق نہیں اس لئے کہ اون کی کوئی حالت باقی نہیں رہتی۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ میں نے متوجہ کیا اپنا رخ اوسکی طرف جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اسطرح کہ میں حق کی طرف ہوں اور نہیں ہوں میں مشرکین سے ف یعنی جب حضرت ابراہیم نے اپنی قوم پر حجت تمام کر دی اور سمجھا دیا کہ ستارے اور چاند معبود بنانے کے لائق نہیں تو کہا کہ میں تمہارے ان معبودوں سے بیزار ہوں اور میں نے اوسکی عبادت کا قصد کیا ہے جو زمین آسمان کا خالق ہے اور دین اسلام پر قائم ہوں اور میں مشرکین سے نہیں ہوں۔

وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ ۚ اور جھگڑا کیا اوس سے اوس کی قوم نے ف یعنی قوم ابراہیم کے لوگ جو کواکب پرست اور بت پرست تھے انہوں نے توحید کے مسئلہ میں حضرت ابراہیم سے جھگڑا کیا اور یوں کہا کہ جو ہمارے معبود ہیں وہ تجھ سے ناراض ہو کر تجھ کو ضرر پہونچاوینگے قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدَانِ ۚ کہا (ابراہیم) نے کیا جھگڑتے ہو تم مجھ سے اللہ میں اور بیشک اللہ نے مجھے ہدایت کر دی ف یعنی کیا اللہ کی توحید میں تم مجھ سے بحث کرتے ہو ہرگز تمہارا قول نہ مانونگا۔ اللہ نے مجھکو ہدایت کر دی ہے اور حق مجھ پر کھول دیا ہے وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهٖ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبِّيْ شَيْئًا ۗ اور نہیں ڈرتا ہوں میں اون سے جنکو تم اللہ کا شریک کرتے ہو۔ مگر جب کہ چاہے میرا رب کسی چیز کو ف یعنی تمہارے معبودوں سے میں نہیں ڈرتا اسلئے کہ اون سے کوئی مضرت نہیں پہنچ سکتی اور مجھکو مضرت پہنچیگی تو خدا کی [illegible] اصل یہ ہے کہ نفع نقصان پہونچانے کا اختیار اللہ کو ہے

کسی کو نہیں جب وہی کسی کو مضرت پہونچاتا ہے تو مضرت پہونچتی ہے اوس کے سوا کوئی مضرت نہیں پہونچا سکتا ۔ پس بالفرض اگر کوئی مضرت پہونچے تو وہ بھی اللہ کے حکم سے ہوگی ۔ مثلاً کوئی بارہ کسی پر ٹوٹ پڑے تو اس میں اون بتوں کے اختیار کو کچھہ دخل نہیں بلکہ یہ امر بھی اللہ کے حکم سے ہوگا

وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۔ گھیر لیا ہے

میرے رب نے ہر چیز کو علم سے کیا تم سمجھتے نہیں ف یعنی اللہ ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر چیز کی مصلحت بھی جانتا ہے نفع نقصان بھی اوس کے علم میں مقرر ہو چکا ہے جہان تک کسی کو نفع یا نقصان پہونچتا ہے اللہ کے علم کے مطابق پہونچتا ہے ۔ اور اوس کی حکمت اور مصلحت کبھی ہم پر غائب ہوتا ہے ۔ اوس کو یہ نہیں خبر ہے کہ تم اوس کے ساتھہ اور ون کو شریک کرتے ہو ۔ اور توحید کے مقابلہ میں مجھسے بحث کرتے ہو مگر تمہارے معبودوں کو مطلق خبر نہیں کہ تم اون کو پوجتے ہو اور نہ میں اون سے بیزار ہوں پھر وہ مجھسے کیا بدلا لے سکینگے اور بالفرض بالفرض اگر پہونچے تو مضرت پہونچانے کی اون کو کیا قدرت ہے ۔ کیا یہ بات تم سمجھتے نہیں اور سمجھا دینے والا تم کو اور نہیں معلوم ہوتا ۔

وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ط اور کیسے ڈروں میں اون سے جنہیں تم شریک کرتے ہو حالانکہ تم نہیں ڈرتے اس سے کہ تم شریک کرتے ہو اللہ کے ساتھہ اوسے کہ نہیں اتاری اللہ نے اوسکی تم پر کوئی دلیل ۔

ف یعنی میں تمہارے اون معبودوں سے کیوں ڈروں انہیں کچھہ بھی قدرت نہیں اور مجھے وہ کچھہ مضرت نہیں پہونچا سکتے پھر مجھے خوف کا کیا محل ہے حالانکہ تم اللہ کے ساتھہ مخلوق کو عبادت میں شریک کرتے ہو اور اس شرک سے نہیں ڈرتے اور اس شرک پر اللہ نے کوئی دلیل نہیں اوتاری یعنی اللہ نے یہ حکم نہیں دیا کہ تم اوس کے ساتھہ کسی کو شریک کرو پھر بغیر اللہ کے حکم جو تم مخلوق کو اللہ کا شریک بناتے ہو تو اس گناہ پر بہت خوف کرنے کا موقع ہے اس لیئے کہ اللہ کو سزا دینے کی بہت کچھہ

قت ۔ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۘ اب کونسا فرقہ ان دونو فرقوں میں امن کا مستحق ہے (بتاؤ) اگر تم جانتے ہو۔

ف ۔ یعنی میں تو اس فرقہ میں ہوں جو اس اللہ کی عبادت کرتا ہے جو نفع اور نقصان کا مالک ہے اور تم اس فرقہ میں ہو کہ بغیر دلیل کے ان چیزوں کو پوجتے ہو جن کو نفع نقصان پہونچانے کا کچھ بھی اختیار نہیں اب اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ ان دونوں فرقوں میں اللہ کے عذاب سے امن پانے کا مستحق کونسا فرقہ ہے میرا یا تمہارا حاصل یہ ہے کہ مجھکو خوف کا موقع نہیں البتہ تم کو اللہ کے عذاب کا خوف ہونا چاہئے، مگر حضرت ابراہیم نے صاف اپنا نام نہ لیا بلکہ اپنے آپ کو موحدین کے گروہ میں شامل کیا یہ اسلئے تھا کہ اپنی برائی اپنے منہ سے کہنے میں مخالف کا تعصب بڑھتا ہے اور مقصود حضرت ابراہیم کا یہ تھا کہ نرمی اور ملایمت کی گفتگو سے وہ لوگ حق کو سمجھ جاویں

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ جو لوگ ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ وہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے امن ہے اور وہ ہدایت پانے والے ہیں

ف ۔ ظلم سے شرک مراد ہے اب حضرت ابراہیم نے صاف صاف ان سے کہدیا اور اپنے سوال کا خود ہی جواب دیدیا کہ امن انکے لئے ہے جو اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ نہیں ملاتے اور وہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں ۔ ایمان کو شرک کے ساتھ ملانے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کو بھی مانیں اور اسکے ساتھ اوروں کو بھی شریک سمجھیں ۔ بخاری میں عبداللہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے کہا کہ ہم میں سے کونسا ایسا شخص ہے جس نے ظلم یعنی کوئی گناہ نہ کیا ہو اسوقت آیت اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ نازل ہوئی حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ صحابہ نے ظلم کے معنی ہر گناہ کے سمجھے تھے اس وجہ سے ان کو یہ خوف ہوا تھا کہ ہم سب سے کبھی کوئی گناہ بھی ہو جاتا ہے پس ہم سب ایسے ہی ہیں جو ایمان کو ظلم کے ساتھ ملاتے ہیں اس کا جواب

اللہ کی طرف سے یہ ہوگیا کہ اس آیت میں ظلم سے ہرگز مراد نہیں بلکہ شرک مراد ہے اور ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ امام احمد نے یہ روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آدمیوں پر بہت شاق ہوا اور
کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم میں سے وہ کون ہے جس نے اپنی جان پر ظلم نہیں کیا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مراد نہیں جو تم سمجھتے ہو کیا تم نے سنا نہیں کہ نیک بندے نے (یعنی لقمان نے)
کیا کہا تھا کہ (یا بنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم) اسی طرح یہاں ظلم سے شرک مراد ہے ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ ابن مردویہ نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب آیت الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم
بظلم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کہا گیا ہے کہ تو بھی انہیں میں سے ہے
اور ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے جریر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے تو ہم نے دیکھا کہ ایک سوار ہماری طرف کو آتا تھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید وہ تمہارے پاس آتا ہے جب وہ سوار ہم تک پہونچا تو اوس نے سلام کیا
ہم نے اوسکا جواب دیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے اوس نے
کہا کہ میں اپنے اہل و عیال سے آیا ہوں آپ نے پوچھا کہ کیا ارادہ ہے اوس نے کہا کہ میرا ارادہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا ہے آپ نے فرمایا کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچ گیا اوس نے
کہا کہ یا رسول اللہ مجھے بتائیے کہ ایمان کیا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ تو اقرار کر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز کا پابند ہو اور زکوٰۃ ادا کر ۔ اور رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ
کا حج کر اوس نے کہا کہ میں نے ان سب کا اقرار کیا اتنے میں اوس کے اونٹ کا پاؤں ایک چوہے کے
سوراخ میں جا پڑا ۔ اونٹ کے جھکنے سے وہ شخص سر کے بل نیچے گرا ۔ اور مر گیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اوسکو سنبھالو عمار بن یاسر اور حذیفہ بن الیمان جھپٹ کر اوس کے پاس گئے اور اوسکو
بٹھایا اور کہا کہ یا رسول اللہ اوسکی جان نکل چکی ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ

دو فرشتے اوس کے منہ میں جنت کے پہل داخل کر رہے ہیں تو میں نے جانا کہ یہ بھوکا مرا ہی پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اون لوگوں میں سے ہے جن کے حق میں اللہ نے فرمایا ہے الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم الخ اور امام احمد کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کے حق میں یہی فرمایا کہ یہ اون لوگوں میں سے ہے جنہوں نے عمل تہوڑا کیا اور اجر بہت پایا ۔ پہر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے تھے ۔ حسب اتفاق ایک اعرابی اون کے سامنے آیا اور اوس نے کہا کہ یا رسول اللہ قسم ہے اوس کی جس نے تمکو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اپنا وطن اور اولاد اور مال چہوڑ کر اسلئے آیا ہوں کہ آپ کی ہدایت قبول کروں اور آپکا قول مانوں مگر میں آپ کے پاس اوسوقت پہونچا کہ زمین کی گہاس کے سوا اور میرے پاس کچہہ کہانے کو نہیں مجہے ایمان سکہا دیجئے آپ نے اوسے ایمان سکہایا اوس نے قبول کیا ہم سب لوگ اوس کے گرد جمع ہو گئے ۔ اتنے میں اوسکی اونٹنی کا پانو ایک چوہے کے سوراخ میں جا پڑا اور وہ اعرابی نیچے گرا ۔ اور اوسکی گردن ٹوٹ گئی ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا تہا قسم ہے اوسکی جس نے مجہکو حق کے ساتھ بہیجا ہے اپنی وطن سے اور اولاد سے اور مال سے اس لئے نکلا تہا کہ میری ہدایت قبول کرے اور میرا قول مانے اور میرے پاس اوسوقت پہونچا کہ جب اوس کے پاس زمین کی گہاس کے سوا کچہہ کہانے کو نہیں رہا تہا تم نے سنا ہے کہ کوئی عمل تہوڑا کرے اور اجر بہت پاوے یہ اونہیں میں سے ہے کیا تم نے سنا ہے الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم الخ ۔ یہ اونہیں میں سے ہے

**وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ** ط اور یہ ہماری حجت تہی کہ ہم نے عطا کی تہی ابراہیم کو اوسکی قوم پر ۔ ف ۔ یعنی حضرت ابراہیم نے جو اپنی قوم کو الزام دیا اور اون پر اپنا حق کی حجت ثابت کر دی جسکا یہاں ذکر ہے یہ حجت ابراہیم کو اوس کی قوم کے مقابلہ میں ہم نے سکہائی تہی **نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ** ط بلند کرتے ہیں ہم درجات میں

جسکو چاہتے ہیں ف یعنی ابراہیم کا مرتبہ بلند کیا تھا اور ہم جسکو چاہتے ہیں اوس کا مرتبہ بلند کرتے ہیں
اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ط جناب رب تیرا (اے محمد) حکمت والا ہے
جاننے والا ہے ف یعنی اللہ بمقتضائے حکمت اپنے بندون کے مرتبے بلند کرتا ہے اور وہ اونکی
استعداد اور فطرت کو جانتا ہے وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ط
اور عطا کیے ہم نے اوسے اسحٰق اور یعقوب ف یعنی ابراہیم نے جو اپنی قوم پر حجت حق پوری
کی تو ہم نے اوسکا مرتبہ بلند کیا اور اوسکی اولاد مین بہت سے انبیا پیدا کیے چنانچہ ہم نے اوسے
اسحٰق اور یعقوب عطا کیے اسحٰق حضرت ابراہیم کے بیٹے تھے اور یعقوب حضرت اسحٰق کے بیٹے تھے
پوتا ۔ یہ ہوا کہ ابراہیم کو اسحٰق سا بیٹا اور یعقوب سا پوتا عنایت کیا كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا
هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ اور ہر ایک کو ہدایت کی ہم نے اور نوح کو ہدایت کی تھی ہم نے
پہلے سے ف یعنی ابراہیم کے بیٹے اسحٰق اور پوتے یعقوب کو بھی ہم نے ہدایت کی تھی اور ابراہیم
سے پہلے نوح کو بھی ہدایت کی تھی ۔ چنانچہ یہ سب نبی تھے ۔ حضرت ابراہیم حضرت نوح پیغمبر کی اولاد مین
تھے انہین یہ بھی بزرگی دی کہ خود بھی پیغمبر تھے ۔ اور یہ بھی بزرگی دی کہ اونکی اولاد مین پیغمبر پیدا کیے
وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ
وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ط وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۙ اور
اونکی اولاد سے (ہدایت کی ہمنے) داود کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسے اور ہرون
کو اور اسی طرح بدلا دیتے ہین ہم نیکون کو ف ذریت کے معنی اولاد کے ہین ۔ مفسرین کا اختلاف
ہے کہ ذریتہٖ کی ضمیر کسطرف پھرتی ہے ابراہیم کیطرف یا نوح کیطرف ۔ اگر یہ ضمیر ابراہیم کیطرف
پھرے گی تو معنی یہ ہونگے کہ ابراہیم کی اولاد مین ہم نے داود اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسے
اور ہارون کو پیدا کیا ۔ یہ معنی اس وجہ سے مناسب ہین کہ یہان مقصود حضرت ابراہیم کا ذکر ہے ۔ اور

اونکی ذریت میں اتنے پیغمبروں کا پیدا ہونا اونکے واسطے بڑی بزرگی ہے - ابن کثیر نے اسی قول کو ترجیح
دی ہے مگر اس میں یہ شبہہ ہے کہ آئندہ اسی ذیل میں حضرت یونس اور حضرت لوط کا بھی ذکر ہے اور لوط
حضرت ابراہیم کی اولاد میں نہیں یونس میں اختلاف ہے - اور اگر حضرت نوح کیطرف ضمیر پھیریں تو اسوجہ سے
مناسب ہے کہ قریب اونہیں کا نام ہے - اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے - مگر یہ شبہہ ہے کہ حضرت
ابراہیم کا ذکر چھوٹتا ہے حالانکہ یہاں مقصود وہی ہے - پھر اللہ تعالے نے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم کو حجت
توحید بیان کرنے کا یہ بدلا دیا کہ اوس کا مرتبہ بلند کیا اور اوسکی اولاد میں بہت سے نبی پیدا کئے اسی طرح ہم نیکی
کرنے والوں کو بدلا دیتے ہیں کسی کا عمل ضایع نہیں کرتے - حضرت نوح کا نام سریانی زبان کا ہے اتقان میں
لکھا ہے کہ وہ حضرت آدم کی وفات سے ایکسو چھبیس ۱۲۶ برس کے بعد پیدا ہوئے اونکا نسب نامہ حضرت آدم تک
اسطرح ہے کہ نوح بن لمک ابن متوشلخ ابن اخنوخ ابن یرد ابن مہلائیل ابن انوش بن قینان ابن شیث
ابن آدم علیہ السلام حضرت نوح کے بعد جتنے آدمی ہیں سب انہیں کی اولاد میں ہیں - حضرت ابراہیم کا نام
بھی سریانی زبان کا لفظ ہے - اونکا نسب نامہ اتقان میں یوں لکھا ہے - ابراہیم بن تارخ ابن ناحور ابن شاروغ ابن
راعو ابن فالغ ابن عابر ابن شالخ ابن ارفخشد بن سام بن نوح واقدی کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم حضرت آدم
کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس کے بعد پیدا ہوئے - اور مستدرک میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت
ابراہیم نے ایکسو بیس برس کی عمر میں اپنی ختنہ کی تھی اور اون کی عمر دو سو برس کی ہوئی - اور نووی نے ایک
قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایکسو پچھتر برس کی ہوئی - حضرت اسحق علیہ السلام حضرت ابراہیم کے چھوٹے بیٹے
ہیں اونکی عمر ایکسو اسی برس کی ہوئی - یعقوب علیہ السلام حضرت اسحق کے بیٹے ہیں اونکا نام اسرائیل تھا
اونکی عمر ایکسو [illegible] برس کی ہوئی - حضرت داود علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے داود بن ایشا ابن عوبد
ابن باعر ابن سلمون بن نحشون بن عمی بن یارب ابن رام بن حصرون ابن فارص ابن یہودا بن یعقوب
ترمذی میں ہے کہ وہ سب میں زیادہ عبادت کرنیوالے تھے - اون کی خوش آوازی مشہور ہے زبور اون پر

نازل ہوئی تھی نبوت اور سلطنت دونوں اونکو حاصل نہین - نووی نے اہل تاریخ کا قول نقل کیا ہے کہ اونکی عمر سو برس کی ہوئی اور چالیس برس اونہون نے سلطنت کی اور داود کے بارہ بیٹے تھے اونکا زمانہ حضرت موسی سے پانسو چھانوے برس کے بعد تہا -

ذکر حضرت سلیمان — حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داود کے بیٹے تھے اور ایسے عقلمند تھے کہ جب وہ صغیر سن تھے تب بھی اونکے باپ اون سے مشورہ کیا کرتے تھے ابن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ تمام زمین پر سلطنت کرنے والے دو بادشاہ مومن ہوئے ہین سلیمان اور ذوالقرنین اور دو کافر ہوئے ہین نمرود اور بخت نصر - مورخین کا قول ہے کہ تیرہ برس کی عمر میں انکو سلطنت ملی سلطنت چار برس کے بعد بیت المقدس کی بنیاد شروع کی اونکی عمر ترپن برس کی ہوئی اونکا زمانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ایک ہزار ساٹھ سو برس پہلے تہا -

ذکر حضرت ایوب — حضرت ایوب علیہ السلام کی نسبت اتقان مین لکھا ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ وہ بنی اسرائیل مین تھے ابن جریر نے اونکا نسب نامہ اسطرح لکھا ہے کہ ایوب بن موص بن رزاح بن عیص بن اسحاق اور ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ اونکی ما حضرت لوط کی بیٹی تھین - اور دادا اون کے باپ حضرت ابراہیم پر ایمان لائے تھے اس صورت مین وہ حضرت موسی سے پہلے ہونگے - ابن جریر نے کہا ہے کہ وہ حضرت شعیب کے بعد تھے - ابن ابی خیثمہ کا قول ہے کہ وہ حضرت سلیمان کے بعد تھے جب اللہ نے اونکو مرض مین مبتلا کیا تو اونکی عمر ستر برس کی تھی اور سات برس تک یا تیرہ برس تک یا تین برس تک مرض مین مبتلا رہے - طبرانی نے روایت کی ہے کہ اونکی عمر ترانوے برس کی ہوئی -

ذکر حضرت یوسف — حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب کے بیٹے تھے اونکا حسن مشہور ہے - مستدرک مین حسن بصری سے منقول ہے کہ حضرت یوسف جب کنویں مین ڈالے گئے تو اونکی عمر بارہ برس کی تھی اور جب اپنے باپ سے ملے تو اونکی عمر اسی برس سے زیادہ تھی - ایکسو بیس برس کی عمر مین اونکا انتقال ہوا - اور وہ حضرت موسی سے چار سو برس پہلے تھے -

ذکر حضرت موسی — حضرت موسی علیہ السلام بھی بنی اسرائیل مین تھے - اونکا نام سریانی زبان کا ہے - اونکا نسب نامہ اتقان مین یون لکھا ہے - موسی بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی

ابن یعقوب علیہ السلام - ثعلبی کا قول ہے کہ اونکی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی اونکا زمانہ حضرت ابراہیم سے پانسو پینسٹھ برس کے بعد تھا حضرت ہارون حضرت موسےٰ کے بھائی تھے اور عمر میں حضرت موسےٰ سے ایک سال بڑے تھے - وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٥﴾ اور (ہدایت کی ہمنے) زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو ہر ایک صالحین میں سے تھا ف صلاح کے معنی ہیں اچھے کام کرنا اور بُرے کاموں سے بچنا ان انبیا کو اللہ نے صالحین میں سے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صلاح میں کامل تھے حضرت زکریا حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسل میں ہیں اور جب اونکو بیٹے کی بشارت ملی تھی اوسوقت اونکی عمر بانوے برس کی تھی - حضرت یحییٰ اونکے بیٹے تھے جو حضرت عیسےٰ سے چھہ مہینے بڑے تھے اول حضرت یحییٰ کو کافروں نے قتل کیا اونکے بعد حضرت زکریا کو بھی قتل کیا اوراس کے وبال میں اون ظالموں پر اللہ نے بخت نصر کو مسلط کیا - حضرت عیسےٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے مگر اونکی ماں مریم بنت عمران بنی اسرائیل میں سے تھیں اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل میں سمجھے جاتے ہیں - ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف نے یحییٰ بن یعمر کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ مجھے خبر لگی ہے کہ تم قرآن سے یہ ثابت کرتے ہو کہ حسنؓ اور حسینؓ ذریت رسول تھے میں نے اول سے آخر تک قرآن پڑھا مجھے یہ مضمون قرآن میں کہیں نہیں ملا اسکے جواب میں یحییٰ نے یہی آیت سورۃ انعام کی پیش کی اور کہا کہ اللہ نے حضرت عیسےٰ کو ذریت ابراہیم سے کہا اور چونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اسلئے ماں کے نسب کا اعتبار کیا اسی طرح حسن اور حسین ذریت رسول ہیں - حضرت الیاس کی نسبت اتقان میں لکھا ہے کہ ابن اسحٰق کا قول یہ ہے کہ الیاس کا نسب نامہ یوں ہے - الیاس بن یاسین بن فنحاص بن عیزار بن ہارون اخی موسےٰ علیہ السلام اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت یوشع کی اولاد میں ہیں - وہب کا قول ہے کہ اونکو بھی خضر کی طرح عمر درازی ملی ہے اور آخر زمانہ تک زندہ رہینگے - اور ابن مسعود سے یہ منقول ہے کہ حضرت ادریس کا نام

فائدہ حضرت ہارون کی عمر کا بیان

فائدہ حضرت زکریا کا بیان

فائدہ حضرت عیسیٰ کا بیان

فائدہ حسنین کا ذریت رسول ہونا

فائدہ حضرت الیاس کا بیان

الیاس ہے خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ الیاس حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں ہیں بیضاوی میں لکھا ہے کہ اگر الیاس اور ادریس ایک سمجھے جاویں تو وہ نوح کے دادا ہوتے ہے اور اس صورت میں ذریت ابراہیم کا بیان پہلی آیت سے مختص سمجھا جاوے گا خفاجی نے لکھا ہے کہ اس صورت میں ومن ذریتہ کی ضمیر نوح کیطرف بھی نہیں ہو سکتی اسلئے کہ الیاس ذریت نوح سے بھی نہ تھے مگر اس سے پہلے خفاجی اسی قول کو ترجیح دے چکا ہے کہ الیاس ذریت ابراہیم سے تھے اور بحوالہ جامع الاصول کسائی سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت یونس اور الیاس دونو ذریت ابراہیم سے ہیں اور اگر غور کیا جا تو اس آیت میں بھی اشارہ اسی طرف ہے کہ الیاس ذریت ابراہیم سے ہیں اسلئے اللہ نے ذریت ابراہیم سے فرمایا ہیں اونکا ذکر کیا

وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۙ

اور (ہدایت کی ہمنے) اسمٰعیل کو اور یسع کو اور یونس کو اور لوط کو ۔ اور ہر ایک کو فضیلت دی ہمنے عالم والوں پر ف یعنی ان انبیا کو اور تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے جو نبی نہیں اور چونکہ یہ فضیلت نبوت کی وجہ سے ہے اس لئے اس فضیلت میں وہ انبیا بھی شامل ہیں جن کا ذکر بیان نہیں ہوا ۔ اور اس آیت سے یہ بھی ثابت

### حضرت اسمٰعیل کا بیان

ہوتا ہے کہ انبیا ملائکہ سے افضل ہیں ۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم کے بڑے بیٹے تھے اور حضرت اسحق سے چودہ برس بڑے تھے انکی عمر ایکسو سینتیس برس کی ہوئی اور حضرت ابراہیم کے انتقال کے وقت اونکی عمر اٹھاسی برس کی تھی انہیں کی اولاد میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ہے ۔ اور کوئی نبی نہیں ہوا ۔

### حضرت الیسع کا بیان

حضرت الیسع کے نسب میں تین نام مورخین نے لکھے ہیں یسع بن حبیر بن اخطوب بن عجوز اس سے اوپر انکے نسب کا حال معلوم نہیں ہوا ۔ وہب کا قول یہ ہے کہ وہ حضرت الیاس کے رفیقوں میں تھے اور انکا زمانہ حضرت یحیی اور زکریا اور عیسی علیہ السلام سے پہلے تھا ایک قول یہ بھی ہے کہ یسع حضرت خضر کا نام ہے بہرحال اس میں شک نہیں کہ وہ نبی اسرائیل میں تھے ۔ خفاجی نے

ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت یوشع کے نام کو اہل عرب نے لیسع کیا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام ابن متی مشہور ہیں اتقان میں ہے کہ تفسیر عبدالرزاق میں لکھا ہے کہ متی انکی ماں کا نام تھا مگر ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ قول غلط ہے انکے نسب کا سلسلہ معلوم نہیں ہوا بعض کا قول ہے کہ وہ اوس زمانہ میں تھے جب ملک فارس میں جدا جدا بہت سی سلطنتیں ہو گئی تھیں۔ جو ملوک الطوائف کے نام سے مشہور ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ کتنے دن مچھلی کے پیٹ میں رہے کم سے کم ایک دن کا قول ہے اور سب سے زیادہ چالیس دن کا اور باقی اقوال اس کے درمیان میں ہیں بقول ارجح یہ بھی بنی اسرائیل میں تھے۔ حضرت لوط حضرت ابراہیم کے بھتیجے تھے اونکے باپ کا نام ہارون تھا جو حضرت ابراہیم کے بھائی تھے چونکہ بھتیجا بھی بیٹے کے حکم میں ہوتا ہے اسلیئے اونکو اللہ نے ذریت ابراہیم میں شامل کیا۔ اس موقع پر اللہ نے اٹھارہ پیغمبروں کا ذکر کیا۔ ان کے سوا سات پیغمبر جنکے نام قرآن میں اور ہیں اور وہ حضرت آدم اور ادریس اور شعیب اور صالح اور ہود اور ذوالکفل اور محمد علیہم السلام ہیں انہیں پچیس پیغمبروں پر تفصیلی ایمان لانا واجب ہے۔ یہاں جو نام مذکور ہوئے نہ زمانے کی ترتیب سے ہیں نہ مرتبہ کی ترتیب سے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ترتیب کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ مراتب انبیاء میں سے پہلا مرتبہ یہ ہے کہ نبوت اور سلطنت دونوں جمع ہوں۔ حضرت داود اور سلیمان میں دونوں جمع تھیں اسلیئے سب سے پہلے بنی اسرائیل میں اونکا ذکر کیا۔ دوسرا مرتبہ بلا رشدید پر صبر کرنے کا ہے۔ اسلیئے اون کے بعد حضرت ایوب کا ذکر کیا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ بلا رشدید بھی پیش آئے ہوا ور سلطنت بھی ملی ہو دونو مرتبہ ایک ذات میں جمع ہوتے ہوں یہ حالت حضرت یوسف کی ہوئی اس لیئے بعد ایوب کے حضرت یوسف کا ذکر کیا۔ چوتھا مرتبہ فضائل انبیاء میں قوت معجزات اور کثرت دلائل نبوت اور حصول ہیبت عظیم کا ہے یہ مرتبہ ان سب میں زیادہ حضرت موسے اور ہارون کو حاصل ہوا۔ اور اسی مرتبہ کی ترتیب سے اون کے نام مذکور ہوئے۔ پانچواں مرتبہ زہد اور ترک دنیا کا ہے۔ یہ تینوں حضرت زکریا اور یحیے اور عیسی

اور الیاس علیہم السلام میں زیادہ نہیں اسی لئے اللہ نے ان کی صفت میں صالحین کہا ہے چوتھا مرتبہ
اون انبیا کا ہے جن کے بعد اونکے اتباع باقی نہیں ہے اور وہ حضرت اسمعیل اور یونس اور لوط تھے
انہیں مراتب کی ترتیب سے انبیا کے نام مذکور ہیں واللہ اعلم وَمِنْ آبَائِهِمْ وَ
ذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۚ اور (ہدایت کی ہمنے) بعض کو اون کے باپ دادون
اور اونکی اولاد سے اور اونکے بھائیون سے ف یعنی ان انبیا پر ہمنے یہ بھی عنایت کی کہ
اونکے متعلقین میں سے بھی بعض کو ہدایت کی اور چونکہ بعض انبیا کے اولاد نہیں ہوئی اور بعض کے اصول
یا فروع یا بھائیون میں سے کوئی ہدایت سے محروم بھی رہا اسلئے اللہ نے کلمہ من ذکر کیا جس سے بعض کے
معنی پیدا ہوگئے یعنی یہ نعمت اسطرح نہیں دی گئی کہ اون کے سب باپ دادے اور سب اولاد اور
سب بھائی ہدایت پالیے بلکہ اون میں سے بعض کو ہدایت دی گئی۔ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ
إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ اور بزرگ کیا ہمنے اونکو اور ہدایت کی ہمنے اونکو سیدھے
رستے کیطرف ف یعنی ان انبیا کو ہمنے بزرگی دی اور دین حق کی ہدایت کی بلکہ اونکو ایسی کامل
ہدایت کی کہ وہ اوروں کے ہادی بنے ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ
مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ یہ اللہ کی ہدایت ہے ہدایت کرتا ہے اوسکی
جسکو چاہتا ہے اپنے بندون میں سے ف یعنی دین حق جسکی توفیق ابراہیم اور انبیا ذریت
ابراہیم کو دیگئی اللہ کیطرف سے ہدایت ہے اور اللہ اپنے بندون میں سے جسکو چاہتا ہے اوسی
کو دین حق کی ہدایت کرتا ہے سو اس سے ثابت ہوا کہ ہدایت اوسی کو ہوتی ہے جسپر اللہ کا
فضل ہوتا ہے وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
اور اگر وہ شرک کرتے تو البتہ برباد ہوجاتا اون سے جو وہ عمل کرتے تھے ف یعنی اگر
انبیا باوجود اس کے شرک میں مبتلا ہوتے تو شرک سے پہلے جتنے اونہون نے عمل کئے ہیں

سب برباد ہو جاتے اور اون کے مرتبہ کا کچھ بھی لحاظ نہوتا - اور یہی حالت اونکی بھی ہو جاتی جو شرک کی
صورت میں اونکی ہوتی ہے. اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ شرک اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ یہی ہیں وہ لوگ
کہ دی ہمنے اونکو کتاب اور حکمت اور نبوت ف کتاب دینے سے یہ مراد نہیں کہ ہر نبی کو جدا کتاب
ملی بلکہ جتنے نبی ایک کتاب کے ماننے والے ہیں سب کو وہ کتاب ملی گویا سمجھنا مراد ہے فَإِن يَكْفُرْ
بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ
پھر اگر کفر کریں نبوت کا یہ لوگ تو بیشک مقرر کیا ہمنے اوس کے ساتھ ایک ایسی قوم کو کہ نہیں ہیں اوسکے منکر
ف ہٰؤلاء سے مراد کفار قریش ہیں ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن عباس اور سعید بن مسیب
اور ضحاک اور قتادہ اور سدی وغیرہ سے یہی منقول ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کفار مکہ نبوت کے منکر ہیں تو
ہمنے نبوت کے ماننے کے لیے ایسی قوم کو مقرر کر دیا ہے کہ وہ اوس کے منکر نہیں اور اوس قوم سے مراد
تمام صحابہ اور اونکے پیرو مسلمان ہیں جو قیامت تک ہونگے - حاصل یہ ہوا کہ نبی کوئی نئی چیز نہیں ہے
اے محمد جس طرح تجھکو نبوت ملی ہے ایسے ہی انبیاء سابقین کو بھی ملی تھی - پھر اگر کفار مکہ نبوت کے منکر ہیں
تو کچھ پرواہ مت کر ہمنے نبوت کے ماننے والے اور لوگ مقرر کر دیے ہیں - چونکہ اس آیت کے
نزول کے وقت مکہ میں اسلام بہت ضعیف تھا اس لیے اللہ نے اپنے پیغمبر کی تسکین کے واسطے
یہ خبر غیب کی ظاہر کر دی کہ ہمنے ایک قوم کو تمہاری مدد کے لیے مقرر کر دیا ہے جو آئندہ تمہارے
ساتھ ہونگے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ
یہی ہیں وہ لوگ کہ ہدایت کی تھی اللہ نے اونکو پس اون کی ہدایت کی پیروی کر ف اللہ اپنے
پیغمبر کو حکم کرتا ہے کہ جن انبیاء کا ذکر کیا ہے اونکو ہمنے ہدایت کی تھی تو بھی اونکی ہدایت کی پیروی کر
یعنی اونکی طرح توحید پر قائم رہ اور شرک کا رد کر اور قوم کے ایذا پر صبر کر - مفسرین نے لکھا ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انبیاء سابقین کی پیروی کا حکم ہوا یہ حکم عقاید اور ایمان کی باتوں میں ہے جو اصول دین ہیں اور اخلاق وصفات حمیدہ میں ہے فروعات مسائل میں اونکے اقتدا کا حکم نہیں اسلئے کہ احکام فروعی کی مصلحت ہر زمانے میں مختلف ہوتی ہے ۔ اس آیت سے علمانے یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا میں افضل ہیں اسلئے کہ اللہ نے اونکو اس آیت میں یہ حکم کیا کہ جو ہدایت انبیاء سابقین کو دی گئی تھی اونکی پیروی کرا ور اس کے معنی یہی ہوتے کہ شکر اور صبر اور زہد اور عبادت وغیرہ جتنے کمالات اون انبیا میں تھے سب حاصل کر اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز قصور نہ کیا ہوگا اور تمام فضائل انبیاء سابقین کے حاصل کئے ہونگے اور جب تمام انبیا کے فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں جمع ہو گئے تو ہر نبی سے افضلیت ثابت ہوگئی اسلئے کہ جو فضائل اون میں متفرق تھے وہ سب یہاں موجود تھے قُل لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا ۭ اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ ۞ تو کہہ دے کہ نہیں مانگتا ہوں میں تم سے اوسپر اجرت نہیں ہے وہ مگر نصیحت واسطے عالموں کے یعنی تو کہہ دے کہ میں جو تمکو اللہ کا کلام پہونچاتا ہوں اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا ۔ جیسے کہ پہلے انبیا تبلیغ رسالت پر اجرت نہیں مانگی ۔ پس یہ امر بھی منجملہ اقتدا سے انبیاء سابقین کے ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ تو کہہ دے کہ تم قرآن کو کیوں نہیں سنتے اور میری ہدایت کو کیوں قبول نہیں کرتے اس پر میں تم سے کچھ اجرت بھی نہیں مانگتا جو تمپر وہ ناگوار ہو ۔ اور اس قرآن میں جو کچھ ہے سب عالم کے لئے نصیحت ہے نصیحت کے سوا کچھ اور نہیں ۔ پھر تم نصیحت کے سننے سے کیوں بھاگتے ہو ۔ یہ جو اللہ نے فرمایا کہ سب عالموں کے لئے نصیحت ہے ۔ اس سے علمانے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام دنیا کے لئے تھی کسی قوم سے مختص نہ تھی ۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ۭ

اور نہ پہچانا اونہون نے اللہ کو حق اوس کے پہچاننے کا جب کہ کہا اونہون نے کہ نہین اوتارا اللہ نے انسان پر کچھ **ف** یعنی یہود یہ کہتے ہین کہ اللہ نے کسی آدمی پر وحی نہین بھیجی اور کسی کو پیغمبر نہین بنایا اونہون نے اللہ کو ایسا نہ پہچانا جیسا کہ اوس کے پہچاننے کا حق تہا اسلیئے کہ اللہ رحیم ہے اور اوسکی رحمت مقتضی اس امر کو ہے کہ کسی آدمی کو اپنا رسول مقرر کرکے اپنے احکام بندون تک پہونچاوے اور رسول کے واسطہ سے نجات کا طریقہ بندون کو بتاوے تا کہ بندے اوس پر عمل کر کے مستحق ثواب اخروی کے ہون اور آخرت مین جنت کی نعمتین حاصل کرین - پس جنہون نے نبوت کا انکار کیا اونہون نے اللہ کی رحمت کا انکار کیا - اور اللہ کو ایسا نہ پہچانا جیسا اوس کے پہچاننے کا حق تہا -

قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوا أَنتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ

کہہ کسنے نازل کی ہے وہ کتاب کہ لایا ہے اوسکو موسے ایسی کہ نور اور ہدایت تہی آدمیون کے لیئے بناتے ہو تم اوسے ورق ورق ظاہر کرتے ہو تم اوسے اور چہپاتے ہو تم اوسے بہت اور سکہائے گئے تم جو نہ جانتے تہے تم اور نہ تمہارے باپ دادا -

**ف** یعنی اے پیغمبر جو لوگ یہ کہتے ہین کہ اللہ نے کسی پر کتاب نازل نہین کی تو اس کے جواب مین اون سے کہہ کہ موسے جو کتاب لائے تہے یعنی توریت جو آدمیون کے لیئے نور اور ہدایت تہی وہ کسنے نازل کی تہی جسکو تم ورق ورق بناتے ہو کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت سا چہپاتے ہو اور تم کو وہ باتین سکہائی گئین جو تمہارے باپ دادا کو بہی معلوم نہ تہین - یعنی توریت کے ذریعہ سے وہ باتین تم پر ظاہر ہو گئین جو پہلے معلوم نہ تہین - مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس آیت مین خطاب کسکی طرف ہے - ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ابن عباس اور مجاہد اور عبد بن کثیر کا یہ قول ہے کہ یہ آیت

قریش کے حق میں نازل ہوئی اور اسی قول کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہود کے ایک گروہ خاص کے حق
میں ہے پھر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہی قول صحیح ہے کہ یہ آیت قریش کے حق میں نازل ہوئی ہے اسلئے کہ آیت کی ... اور یہود نزول کتب سماوی کو
مانتے تھے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اس قول میں یہ شبہ ہے کہ کفار قریش تو سب انبیا کے منکر تھے پھر ان پر نزول توریت سے
الزام کیونکر صحیح ہوگا اسلئے کہ جس طرح وہ قرآن کا انکار کرتے تھے اسی طرح توریت کا بھی انکار کرتے تھے
اسکے علاوہ یہ جو اس آیت میں مذکور ہے کہ تم توریت کے ورق ورق جدا جدا کرتے ہو۔ کچھ ظاہر کرتے ہو
اور بہت سا چھپاتے ہو۔ یہ فعل بھی قریش کا نہیں بلکہ یہود کا ہے۔ آخر کو صاحب تفسیر کبیر نے یہ فیصلہ
کیا ہے کہ کفار قریش کا میل جول یہود و نصاریٰ سے بھی تھا اور ان دونوں گروہوں کے ذریعہ سے
انکو انبیاء سابقین کے اکثر حالات اور معجزات بطور تواتر معلوم ہوگئے تھے۔ پس اس آیت میں اللہ نے
ان کفار کو الزام دیا ہے جن کو توریت کا حال معلوم تھا۔ اور چونکہ یہود بھی قرآن کے انکار میں کفار مکہ
کے ساتھ شریک تھے اسلئے اللہ نے اس آیت کے آخر میں انکی طرف بھی خطاب کیا۔ بیضاوی نے
اور صاحب جلالین نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ اول سے ہی اس آیت میں یہودیوں کی طرف خطاب ہے
اور اگر غور کیا جاوے تو یہی قول سب میں قوی ہے۔ اور دوسرے قول کی نسبت اسی قول میں مشکل کم ہے
اسلئے کہ مشکل صرف اسی قدر ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ اور یہود مکہ میں نہ تھے۔ مگر اسکا جواب یہ ہے
کہ مکی سورت میں اگر کہیں خطاب یہود سے بھی واقع ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اسلئے کہ یہود و نصاریٰ عرب
میں موجود تھے اور انکا میل جول کفار مکہ سے تھا اور مکہ میں آمد و رفت بھی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے مخالفت کرنے میں دونوں فریق شریک رہتے تھے۔ بلکہ یہود کفار مکہ کو مخالفت کی ترغیب دیتے
تھے۔ دوسری مشکل یہ باقی رہتی کہ یہود تو نزول کتب سماوی کے منکر نہ تھے۔ اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے
کہ تعصب کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں انہوں نے اپنے مذہب کے
خلاف ایسا قول اختیار کیا ہوگا۔ اور اسمیں اور کئی لطف اور ہوا وقت اہل مکہ کی منظور ہوگی۔ بعض مفسرین نے

کہا ہے کہ قرآن سے کہ انکار میں یہود دیوانوں کا یہاں تک نشہ ہوا کہ انہوں نے اپنی کتابوں کا بھی انکار کر دیا تھا
خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے کہ ابن جریر اور طبرانی نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مالک بن صیف یہودی کو غصہ دلایا اس غصہ کے جوش میں اسکی زبان سے
یہ نکلا کہ اللہ نے کوئی کتاب بشر پر نازل نہیں کی اصل قصہ اسطرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن صیف
سے یہ پوچھا کہ میں تجھے اس اللہ کی قسم دلاتا ہوں جس نے توریت موسیٰ پر نازل کی تھی کیا تو نے توریت میں یہ
مضمون دیکھا ہے کہ اللہ فربہ عالم کو ناپسند کرتا ہے اس نے جواب دیا کہ ہاں توریت میں یہ مضمون مذکور ہے تب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو فربہ عالم ہے اور یہودیوں سے تو بہت سا مال حاصل کرتا ہے جسکو
کھا کھا کر موٹا ہوا ہے اسپر سب لوگ ہنس پڑے اسپر مالک بن صیف کو بہت غصہ آیا اور اس نے حضرت عمرؓ کی طرف
متوجہ ہو کر کہا کہ ما انزل اللہ علی بشر من شیء یعنی اللہ نے کسی بشر پر کوئی کتاب نہیں نازل کی تب یہودیوں نے
اس سے کہا کہ تو نے ایسا قول کیوں کہا اس نے جواب دیا کہ مجھکو محمدؐ نے غصہ دلایا تھا اس غصہ کے جوش میں
میری زبان سے یہ نکل گیا اسپر یہودیوں نے اسکو سرداری سے موقوف کر دیا اور اسکی جگہ کعب بن اشرف کو
مقرر کیا اس قصہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسکو غصہ دلایا تھا اسمیں یہی مصلحت
تھی کہ وہ کوتہ اندیش غصہ کے جوش میں کوئی ایسی بات منہ سے نکالے گا جسکی وجہ سے اسکی قوم اس سے ناراض ہو کر
اسکو معزول کر دے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ جو اللہ نے فرمایا کہ تمکو ایسی باتیں بتلائی گئیں جو تمہارے باپ دادا کو
معلوم نہ تھیں یہ جملہ یا تو توریت کی صفت میں ہے تب تو اس کے معنی ظاہر ہیں اسلیے کہ توریت سے بہت سی باتیں
ایسی معلوم ہو گئیں جن کی پہلے خبر نہ تھی مگر بیضاوی نے اس کے معنی یہ لکھے ہیں کہ اے یہود قرآن کے واسطہ سے
تمکو بہت سی باتیں ایسی معلوم ہو گئیں جو پہلے سے معلوم نہ تھیں اسلیے کہ قرآن میں پہلی امتوں کے بعضے قصے ایسے
ذکر ہوئے ہیں کہ یہودیوں کو معلوم نہ تھے اور اس صورت میں تقریر الزام کی اسطرح ہوئی کہ اول تنزیل توریت سے
اس قول کا رد کیا کہ اللہ کا کسی انسان پر کوئی کلام نازل نہیں ہوا اور اس سے یہ ثابت کیا کہ پیغمبروں پر کتابیں نازل ہوتی ہیں

پھر خاص قرآن کی تصدیق کے واسطے یہ دلیل پیش کی گئی کہ بہت سی نئی باتین تمکو قرآن سے معلوم ہوئین اگر قرآن
مین جانب اللہ نہوتا تو پہلی امتون کی ایسی خبرین اسمین کیسے مذکور ہوتین جنکی تمکو اور تمہارے باپ دادا کو خبر نہی تہی
قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ تو کہدے اللہ نے نازل
کی ہے پھر چھوڑ دے انکو اپنی فضول باتون مین کہیلتا ہوا ف یہ جو سوال تہا کہ توریت کس نے نازل کی ہے
اسکا جواب سواے اسکے اور کچھ نہین ہوسکتا کہ اللہ نے نازل کی ہے لہذا محمد یہی جواب دیکر انپر حجت تمام کردے
اور اگر نہ مانین تو انکو اپنی فضول بحث مین جھگڑا کرنے دے تو پروا مت کر وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ
مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى
وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ اور یہ (قرآن) کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے برکت والی تصدیق کرنیوالی
اس کتاب کی جو اسکے پہلے ہے تاکہ ڈراوے تو مکہ والون کو اور انکو جو اسکے گرد ہین ف
پہلی آیت مین اللہ نے ان لوگون کا رد کیا جو یہ کہتے تہے کہ اللہ نے کوئی کتاب کسی آدمی پر نازل نہین کی اور اس سے
یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ کی طرف سے کتاب نازل ہونا کوئی نئی اور عجیب بات نہین اب اللہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن
ایسی کتاب ہے جو ہمنے نازل کی برکت والی ہے اور پہلی کتابون یعنی توریت وغیرہ کی تصدیق کرنے والی ہے۔
برکت والی ہے سے مراد یہ ہے کہ اس کتاب مین اول سے آخر تک ایسے مضامین ہین جن سے بہت کچھ خیر و برکت
حاصل ہوتی ہے اللہ کی معرفت اسی سے حاصل ہوتی ہے اور اسکے احکام اسی کتاب سے معلوم ہوتے ہین
اسمین جنت کی ترغیب اور عذاب کا ڈراوا اسطرح مذکور ہے جو نیکیون کے اختیار کرنے اور گناہون سے بچنے کیلیے
نہایت موثر ہے اخلاق کی درستی اور نفس کی پاکی اسی کتاب سے حاصل ہوتی ہے ۔ امام فخر الدین رازی نے
تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ اللہ کی عادت اسطرح جاری ہے کہ جو شخص قرآن کا مشغلہ رکھتا ہے اور اسپر عمل کرتا ہے
اسکو عزت دنیا اور سعادت آخرت حاصل ہوتی ہے پہر امام لکہتے ہین کہ مین نے بہت سے علوم نقلیہ اور عقلیہ نقل
کیے مگر جو سعادت دین و دنیا کی مجہکو قرآن کی خدمت سے حاصل ہوئی کسی اور کتاب سے حاصل نہین ہوئی ۔

خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین امام کے اس قول کو نقل کر کے لکہا ہے کہ ہر زمانے مین یہی تجربہ ہوا ہے
کہ جو شخص قرآن کا شغل رکہتا ہے اسکو دین و دنیا کی برکت حاصل ہوتی ہے پہلی کتابون کا تصدیق کرنے والا
اسکو اسلیے کہا کہ قرآن مین یہ خبر دیگئی ہے کہ انبیاء سابقین کتابین مثل توریت اور انجیل کے نازل ہوئی ہین
اور جو عقاید اور ایمان کی باتین پہلی کتابون مین مذکور تہین وہی اسمین ہین یہ دونو صفتین جو قرآن کی مذکور ہوئین
یہ اسکے من اللہ ہونے کی دلیلین ہین پہر اللہ فرماتا ہے کہ یہ کتاب ہمنے اسلیے نازل کی ہے کہ اے محمد تو اس
مکہ والون کو اور ان لوگون کو ڈراوے جو مکہ کے گرد رہتے ہین مکہ کے گرد رہنے والون مین تمام جہان شامل ہے
سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ ام القری سے مکہ مراد ہے ام القری کے یہ معنی ہین کہ وہ سب قریون کی ماں
یعنی اصل ہو اسکو ام القری اسلیے کہا کہ تمام جہان مین جتنے قریہ ہین انکے رہنے والون کا قبلہ وہی ہے اور
سب حج کے لیے مکہ مین آتے ہین جیسے کہ بچے اپنی مادر مشفقہ کے پاس دوڑ دوڑ کر آتے ہین اور اسلیے
کہ مکہ کا مرتبہ سب قریون سے بڑا ہے لہذا وہ اصل ہے اور سب قریے اسکی فروع ہین اور اسلیے کہ مکہ مین بیت اللہ
کعبہ ہے اور دنیا مین سب سے پہلا وہی گہر تعمیر ہوا ہے اسلیے گویا سب بستیون کی اصل ہے اور اسلیے کہ سب سے
پہلی زمین کا وہی حصہ پیدا ہوا تہا اور اسی کے پہیلانے سے ساری زمین بنائی گئی اس آیت مین جو اللہ نے مکہ کو مرکز
اور اصل قرار دیا اور سب بستیون کو اسکے گرد فرمایا اسی وجہ سے مکہ کا نام ناف زمین بہی مشہور ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ تمام جہان کے ڈرانے والے تہے مگر مکہ کی تخصیص اسلیے کی کہ سب سے پہلے
ڈرانے کے مستحق وہی لوگ تہے اسلیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قوم اور قرابت والے تہے اور
قرآن انہین کی زبان مین نازل ہوا تہا بعض یہود اسی آیت سے یہ ثابت کرتے تہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی رسالت مکہ اور اسکے گرد کی بستیون سے خاص تہی اور عرب کے ساتھ خاص تہی جیسے پہلے نبیون کی
رسالت انکی قوم سے مخصوص تہی مگر یہ استدلال غلط ہے کیونکہ اللہ نے قرآن مین دوسری جگہ فرمایا ہے
نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

یعنی اللہ نے اتارا قرآن اپنے بندے پر تاکہ ہٹا سب عالم والوں کا ڈرانے والا اور یہی مضمون قرآن میں کئی جگہ مذکور ہے اور احادیث صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ط اور جو ایمان رکھتے ہین آخرت پر ایمان لاتے ہین قرآن پر اور وہ اپنی نماز پر پابند ہوتے ہین ف آخرت پر ایمان لانے والے ضرور نجات کا طریقہ ڈھونڈھتے ہین تاکہ عذاب اخروی سے نجات ملے اور جب غور و فکر کرتے ہین تو نجات کا طریقہ قرآن سے ملتا ہے اسلیے اسپر ایمان لاتے ہین اور اللہ کی اطاعت کرتے ہین اور اطاعت مین سب سے ضروری نماز کی پابندی ہے اسلیے اسکی تخصیص کی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ط اور کون ظالم ہے اُس سے زیادہ جسنے بنایا اللہ پر بہتان یا کہا مجھپر وحی بھیجی گئی ہے اور نہین وحی بھیجی گئی اسکی طرف کچھہ یا کہا مین بھی نازل کرونگا اسی کی مثل جو اللہ نے نازل کیا ہے ف حاصل یہ ہے کہ ان لوگون سے بڑھکر کوئی ظالم نہین یہی سب مین بڑھکر ظالم ہین۔ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے وہ ہین جو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہین یا اسکا بیٹا بتاتے ہین یا اپنی طرف سے احکام نکالکر خدا کے حکم بتاتے ہین اور نبوت کا جھوٹا دعوی کرنے والے بھی اسی مین شامل ہین مگر اللہ نے اسکو بتخصیص جدا بھی ذکر کردیا کہ وحی کا دعوی کرے حالانکہ اسپر کچھہ وحی نازل نہین ہوئی جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے کیا اور وہ شخص جو یہ کہے کہ جیسا اللہ کا کلام ہے ایسا مین بھی بنا لونگا یہ حالت بعض کفار قریش کی تھی جن کی نسبت اللہ نے دوسری جگہ یہ فرمایا ہے کہ قرآن کو سنکر وہ کہتے تھے کہ اگر ہم چاہتے تو ہم بھی ایسا کہدیتے اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی بھی یہی حالت ہوئی۔ بیضاوی مین لکھا ہے کہ ابن سرح کاتب وحی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے قرآن لکھوایا کرتے تھے جب آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ

ف عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا حال

جملہ [illegible] ظاہر ہے ۱۲

نازل ہوئی تو ابن ابی سرح نے اسکو سنکر بطور تعجب کے اپنی طرف سے یہ کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین حسب اتفاق جو لفظ ابن ابی سرح کی زبان سے نکلے یہی آیت اسکے آگے نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی لکہ یہی نازل ہوا ہے یہ سنکر ابن ابی سرح نے کہا کہ اگر محمد سچے ہین تو جسطرح وحی انپر آتی ہے مجہپر بہی آئی اور اگر جہوٹے ہین تو جیسے انہون نے کہا مین نے بہی کہدیا۔ خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین لکہا ہے کہ ابن عطیہ نے اپنی تفسیر مین لکہا ہے کہ اسی قصہ مین یہ آیت نازل ہوئی اور ابن عرفہ نے اسکو غیر صحیح کہا ہے مگر اسکی کوئی وجہ نہین بیان کی اور ابن سید الناس نے اپنی سیرت مین لکہا ہے کہ اسکے بعد حضرت عثمان نے ابن ابی سرح کی سفارش کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسیقدر ملامت کے بعد انکو قبول کرلیا اور پہر ان کا اسلام درست ہوگیا کوئی برائی باقی نہین رہی اور سجدہ کی حالت مین ان کا انتقال ہوا۔ اور حضرت عثمان کے زمانہ مین بہت شہر ان کے ہاتہ پر فتح ہوئے۔ ابن کثیر نے لکہا ہے کہ عکرمہ اور قتادہ کا یہ قول ہے کہ یہ آیت مسیلمہ کذاب کے حق مین نازل ہوئی مگر کوئی سند اسکی ابن کثیر نے نہین لکہی جلالین وغیرہ اکثر تفسیرون مین بہی یہی لکہا ہے مگر جہگڑا اسمین یہ شبہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور مسیلمہ کا قصہ اسوقت ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف رکہتے تہے چنانچہ وہ اپنی قوم کے ساتہ مدینہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا تہا اور اسوقت تک اسنے نبوت کا دعوی نہین کیا تہا چنانچہ صحیحین کی روایت مین ہے کہ وہ جب آیا تہا تو یہ کہتا تہا کہ اگر محمد اپنا جانشین مجہکو بنادین تو مین انکا اتباع کرلون ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکے مقام پر تشریف لیگئے اسوقت ایک کہجور کی لکڑی آپ کے ہاتہ مین تہی آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ لکڑی بہی مجہسے مانگے گا تو مین تجہکو نہ دونگا۔ مواہب اللدنیہ مین لکہا ہے کہ جب وہ لوگ واپس ہوکر اپنے گہر کو گئے اسوقت مسیلمہ نے نبوت کا دعوی کیا تہا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہی نبی بتاتا تہا اور اپنے آپ کو نبوت مین شریک کہتا تہا اس لعین نے اپنی قوم سے نماز معاف کردی تہی اور خمر اور زنا کو حلال بتاتا تہا زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ

لکھا ہے کہ جب اُس نے سنہ دس ہجری مین نبوت کا دعویٰ کیا تہا اُسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خط بہیجا تہا (جسکا ترجمہ یہ ہے) مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول کو یہ پیغام ہے کہ مین نبوت مین تمہارے ساتھ شریک کیا گیا ہون آدہی زمین میری آدہی قریش کی اسکا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کے بعد یہ لکہا کہ یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو ہے سلام اُس پر جو ہدایت کو مانے اسکے بعد معلوم ہو کہ زمین اللہ کی ہے اپنے بندون مین سے جسکو چاہتے دیدے اور آخرت میں پرہیزگارون کے لیے ہے پہر زرقانی نے ابن اسحٰق سے نقل کیا ہے کہ یہ خط کتابت آخر سنہ دس ہجری کی بات ہوئی تہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین نہ کچہہ شان و شوکت مسیلمہ کی ظاہر ہوئی نہ کوئی لڑائی ہوئی مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خلافت کے سال اول یعنی سنہ گیارہ ہجری کے آخر مین خالد بن ولید کو سردار بناکر مسیلمہ کی لڑائی کے لیے لشکر بہیجا۔ سیوطی نے تاریخ الخلفا مین لکہا ہے کہ بہت دنون تک لڑائی رہی آخر کو مسلمانون کی فتح ہوئی اور مسیلمہ مارا گیا ستر صحابی اس لڑائی مین شہید ہوئے۔ مسیلمہ ڈیڑہ سو برس کی عمر مین مارا گیا وہ عبداللہ والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بہی پہلے پیدا ہوا تہا۔ دوسرا شخص جسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین مقام صنعا مین نبوت کا دعویٰ کیا تہا وہ اسود عنسی کاہن تہا اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل پر جو صنعا مین تہا غلبہ پایا تہا فیروز دیلمی صحابی نے نقب کی راستہ اُسکے مکان مین گہسکر اُسکو قتل کیا اسکے قتل سے دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ کی وفات ہوئی۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ مین مدینہ مین اُسکی خبر آئی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی دن بذریعہ وحی معلوم ہوگیا تہا اور آپ نے صحابہ کو مطلع کر دیا تہا۔ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ

مسیلمہ کا ذکر

اسود عنسی کا بیان

وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ۞ اور اگر دیکھے تو جب کہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوں اور فرشتے کھولے ہوں اپنے ہاتھوں کو کہ نکالو اپنی جانوں کو آج دیے جاؤگے عذاب ذلت کا بوجہ اسکے کہ تم کہتے تھے اللہ پر ناحق اور تھے تم اسکی آیتوں سے سرکشی کرنے والے

ف یعنی اے محمد اگر تو ان ظالموں کی وہ حالت دیکھے جب وہ سکرات موت میں مبتلا ہونگے اور عذاب کے فرشتے اُن کی جان نکالنے کے لیے اپنے پنجے کھولے ہونگے اور جھڑک جھڑک کر کہتے ہونگے کہ اپنی جانوں کو نکالو اور اپنے اقوال و اعمال کا عذاب بھگتو مطلب یہ ہے کہ اے محمد اگر تو کافروں کی وہ حالت دیکھے تو جانے کیسی حالت ہوگی۔ ظالموں میں سب کافر شامل ہیں اور جن کا ابھی ذکر ہوچکا ہے وہ بدرجہ اولی شامل ہیں اور ملائکہ کے ہاتھ کھولنے سے اکثر مفسرین نے یہ مراد لی ہے کہ ملائکہ اُنکے ارواح پر ہاتھ کھولے ہونگے اور اسوقت تک اُنکو مارتے رہینگے جب تک کہ اُنکی جان نکلے۔ اسلیے کہ جب ملائکہ کافروں کی جان نکالتے ہیں تو اُن کو آگاہ کر دیتے ہیں کہ اب تم عذاب میں پڑوگے اسوجہ سے اُنکی روح بدن سے نکلنا نہیں چاہتی تب فرشتے مارنا شروع کرتے ہیں اور اُنسے کہتے جاتے ہیں کہ اپنی جان کو باہر نکالو آخر اس مار سے مجبور ہوکر روح باہر نکلتی ہے۔ اس موقع پر ایک شبہ یہ ہوسکتا ہے کہ اپنی جان نکالنا کافروں کے اختیار میں نہیں بلکہ فرشتوں کے اختیار میں ہے پھر فرشتے اُن سے کیوں کہتے ہیں کہ اپنی جان نکالو اسکے جواب مفسرین نے کئی طرح دیے ہیں ایک یہ کہ فرشتے اُن سے یہ نہیں کہتے کہ اپنے بدن سے جان نکالو بلکہ مطلب انکا یہ ہوتا ہے کہ اگر تم میں کچھ قدرت ہو تو ہمارے عذاب سے اپنی جان باہر نکالو یعنی عذاب سے اپنی جان بچا دوسرے یہ کہ اس کلمے سے اُنکو جھڑکنا اور عذاب دینا منظور ہوتا ہے اور اُنکو سخت مشکل میں ڈالنے کے لیے ایسا حکم اُنکو کرتے ہیں جو اُن سے ہو نہیں سکتا۔ اس آیت میں اللہ نے اپنے رسول کو یہ بتا دیا کہ ان کافروں کی سرکشی صرف دنیا میں ہے جب اُنکی موت آوے گی اُسی وقت سے سخت عذاب میں مبتلا ہو جاوینگے۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ
ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ
اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ
مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٤﴾ اور بیشک آ گئے تم اکیلے جیسا کہ پیدا کیا تھا ہمنے تمکو اول بار اور
چھوڑ دیا تمنے وہ جو دیا تھا ہمنے تمکو اپنی پیٹھ کے پیچھے اور نہیں دیکھتے ہم تمھارے ساتھ تمھارے سفارشی
جنہیں تم سمجھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں اللہ کے شریک ہیں بیشک کٹ گیا علاقہ تمہارا اور گم گیا
تم سے وہ جسکو تم گمان کرتے تھے ف یعنی اللہ قیامت کے دن کافروں سے کہیگا کہ آج تم
ہمارے سامنے اس طرح اکیلے آئے جس طرح پہلی مرتبہ ہمنے تمکو اکیلا پیدا کیا تھا اور جو سامان ہمنے تمکو دیا تھا
جسکو [illegible] پیٹھ کے پیچھے چھوڑ دیا اور جن چیزوں کی تم پرستش کرتے
اور تم یہ سمجھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں اللہ کے ساتھ شریک ہیں اور مستحق عبادت ہیں وہ آج
آج سفارشی [illegible] تمہارے ساتھ نہیں ہیں [illegible] تمہارا علاقہ تھا اب بالکل کٹ گیا اور جو تمہارا
گمان تھا کہ [illegible] تمہارے سفارشی [illegible] وہ باطل ہو گئے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن ابی حاتم
نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری نے کہا کہ ابن آدم کو قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے لیجایا جائیگا تو اللہ
[illegible] تو نے جمع کیا تھا تو ابن آدم کہیگا کہ اے اللہ میں نے جمع کیا تھا اور چھوڑ آیا
تب اللہ پوچھیگا کہ اپنے واسطے تو نے کیا آگے بھیجا ہے تو دیکھے گا کہ کچھ بھی نہیں بھیجا پھر حسن بصری نے
یہ آیت ولقد جئتمونا فرادی پڑھی۔ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ط بیشک اللہ
شق کرنے والا ہے دانوں کا اور گٹھلیوں کا ف یعنی دانوں کو شق کرکے اس سے کھیتی جاتی ہے
اور گٹھلیوں کو شق کرکے اس سے درخت [illegible] جاتا ہے يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ
الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالنے والا مردہ کا زندہ سے

ف زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے مثلاً نطفہ سے جو بیجان ہے انسان اور جانور پیدا کرتا ہے اور
دانون سے درخت پیدا کرتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے مثلاً انسانون اور جانورون کے بدن سے
نطفہ نکالتا ہے اور درختون سے دانے نکالتا ہے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ
یہی ہے اللہ پہر کہان پہرے جاتے ہو تم ف یعنی جس اللہ کی قدرت کی نشانیان ایسی ہین
تم اُسکو چہوڑکر غیرون کی پرستش کی طرف کیون متوجہ ہوتے ہو فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ج
نکالنے والا صبح کا ف یعنی رات کی تاریکی مین سے روشن صبح کا ظاہر کرنے والا
وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ط اور بنایا رات کو
آرام کا وقت اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ ف یعنی رات کو انسان کی راحت کے لیے
بنایا ہے اور چاند اور سورج سے رات دن ظاہر ہوتے ہین جن سے حساب معلوم ہوتا ہے اور مہینے
اور سال بنا تے ہین پہلی آیت مین اللہ نے زمین کی چیزون سے یعنی نباتات اور حیوانات سے
اپنی قدرت کی نشانیان بیان کی ہین اور اس آیت مین آسمانی چیزون سے اپنی قدرت کا کمال سمجھایا پہلی
نشانی صبح کا پیدا کرنا ہے - صبح دو ہین ایک صبح کاذب دوسری صبح صادق صبح کاذب جو پہلی صبح ہو
وہ اللہ کی قدرت کی عجیب نشانی ہے اسلیے کہ ایک ستون روشنی کا ظاہر ہوتا ہے اور اُسکے بعد بالکل تاریکی
ہوجاتی ہے تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ یہ روشنی آفتاب سے حاصل نہین ہوتی اسلیے کہ اگر آفتاب کی روشنی ہوتی
تو سیدہا ستون نہوتا بلکہ تمام افق پر پہیل جاتی اور دم بدم بڑہتی جاتی اسکے بعد تاریکی نہ آتی
اور چونکہ وہ روشنی سیدہے ستون کی صورت مین ہوتی ہے اور اسکے بعد تاریکی آجاتی ہے اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک روشنی جدا اللہ نے پیدا کی ہے جسکا آفتاب سے کوئی تعلق نہین اور اُسکے بعد
جو صبح صادق ظاہر ہوتی ہے وہ البتہ آفتاب کی روشنی ہے تمام مین پہیل جاتی ہے اور دم بدم بڑہتی جاتی
ہے - دوسری نشانی اللہ کی قدرت کی یہ ہے کہ اُسنے رات کو آرام کے لیے بنایا دن بہر جو آدمی

تھکتا ہے اُسکے عوض رات مین آرام پاتا ہے - تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ شبہ کرے کہ اگر رات
آرام کے لیے ہے تو جنت مین کس لیے پیدا نہین کی گئی تو جواب اُسکا یہ ہے کہ اس عالم اور اُس عالم کی
حالت بالکل جُدا ہے مراد یہ ہے کہ دنیا مین دن کام کرنے کے لیے ہے اور دن کے تھکے ہوئے
رات مین آرام پاتے ہین جنت مین تھکنے کی صورت نہین بلکہ دن ہی آرام کے لیے ہے پھر رات کی کیا
ضرورت تھی اس آیت کے تحت مین ابن کثیر نے صہیب رومی کا ایک قصہ لکھا ہے جو ایک جلیل القدر
صحابی تھے ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ صہیب کی بی بی اُنپر خفا ہوئی کہ تم رات کو
جاگتے بہت ہو سوتے کم ہو تو صہیب نے جواب دیا کہ اللہ نے رات کو سب کے آرام کے لیے
بنایا ہے مگر صہیب کے آرام کے لیے نہین بنایا اس لیے کہ صہیب کو جب جنت یاد آتی ہے تو اُسکے
حاصل کرنے کا شوق بڑھتا ہے اور جب دوزخ کی آگ یاد آتی ہے تو نیند اُڑ جاتی ہے - بعض مفسرین نے
والشمس والقمر حسبانا کی تفسیر یون کی ہے کہ بنایا سورج اور چاند کو حساب کے ساتھ یعنی اُن کی
چال ایسے حساب کے ساتھ مقرر کی ہے کہ کبھی اُنمین کمی بیشی نہین ہوتی مثلاً سورج کا دورہ ایک سال
مین ہمیشہ پورا ہو جاتا ہے اور اسی دورہ مین سب موسم گذر جاتے ہین اور چاند دن فصلون کے
جو فائدے ہین مثلاً ہر قسم کے اناج کا پیدا ہو جانا اور پھلون کا تیار ہو جانا وہ حاصل ہو جاتے ہین
اور چاند کا دورہ ایک مہینہ مین پورا ہو جاتا ہے اسی مین اندھیری اور چاندنی راتین گذرتی ہین حالانکہ برسون اور مہینون
کے حساب مین کبھی کمی بیشی نہین ہوتی ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ
یہ اندازہ کرنا ہے قوت والے علم والے کا ف یعنی چاند سورج کی چالون کا اندازہ اُس اللہ کی
مقرر کیا ہے جو قوت والا ہے اُسکی ایسی قوت ہے کہ جو اندازہ چاند سورج کی چال کا اُسنے مقرر کر دیا
ممکن نہین کہ اُسمین فرق پڑسکے اور وہ علم والا ہے یعنی تدبیر عالم کی مصلحتون کو خوب جانتا ہے اور جسطرح
اُس نے چاند سورج کی سیر مقرر کی ہے یہی اہل عالم کے واسطے مفید ہے اگر اسکے خلاف ہو جاے

ف صہیب رومی کا قصہ

تو نباتات کی پیدائش اور جانداروں کی زندگی مین خلل پڑ جاے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ قرآن مین اکثر ایسا اتفاق ہوا ہے کہ جہان اللہ نے رات دن چاند سورج کے پیدا کرنے کا ذکر کیا ہے وہان اس آیت کو عزیز علیم پر ختم کیا ہے اس آیت مین اللہ نے یہی تنبیہ کر دی کہ رات دن کا ظاہر ہونا اور چاند سورج کا اپنی معمول کی مطابق چلنا خودبخود نہین ہوتا بلکہ یہ تمام چیزین اللہ کے پیدا کیے ہوے ہین اور اسی کے حکم کی مطابق یہ انتظام ہو رہا ہے

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط

اور وہی ہے ایسا کہ بناے اُس نے تمہارے لیے ستارے تاکہ راستہ معلوم کرو اُن کے ذریعہ سے زمین کی اور دریا کی تاریکیون مین **ف** چاند سورج کے ذکر کے بعد اللہ نے اور ستارون کا ذکر کیا یہ بھی اللہ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہین اللہ نے اُنکو اپنے بندون کے لیے راستہ بتانے والا بنا دیا ہے اسلیے کہ جب جنگل یا دریا مین رات کی تاریکی ہوتی ہے تو مسافر تارون کو دیکھ کر سمت معلوم کر لیتے ہین جہاز چلانے والے رات کے وقت ستارون سے سمت معلوم کر لیتے ہین اگر یہ ذریعہ نہوتا تو جہازرانی غیر ممکن ہو جاتی

قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

بیشک مفصل بیان کر دین ہمنے نشانیان اُن لوگون کے لیے جو جانتے ہین **ف** یعنی جو لوگ سمجھ رکھتے ہین وہ ان نشانیون پر غور کر کے اللہ کی قدرت پر یقین کرتے ہین اور جن کی سمجھ درست نہین وہ ایسی ظاہر نشانیون سے کچھ فائدہ نہین اُٹھاتے اور ان عجیب مصنوعات کو دیکھتے ہین مگر صانع پر ایمان نہین لاتے

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ط قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ

اور وہ ہے ایسا جس نے نسل بڑھائی تمہاری ایک ذات سے پھر قرار کی جگہ ہے تمہارے لیے اور امانت مین رہنے کی جگہ بیشک مفصل بیان کین ہمنے

نشانیاں اُس قوم کے لیے جو سمجھتے ہیں **ف** یعنی اللہ نے ایک آدم کی ذات سے
تمہاری نسل اسقدر بڑہائی کہ بے انتہا آدمی پیدا ہو چکے اور آئندہ پیدا ہونگے یہ بھی اللہ کی قدرت کی
بہت بڑی نشانی ہے پھر دوسری نشانی اُسکی قدرت کی یہ ہے کہ سب آدمیون کو ایک مرتبہ پیدا نہیں کیا
کچھ اُس مقام میں پہونچ جاتے ہین جو انسان کے قرار پکڑنے کی جگہ ہے یعنی زمین اور کچھ امانت کے
ٹھکانون میں رہتے ہیں یعنی زمین میں آنے سے پہلے ماں کے پیٹ میں یا باپ کے بدن میں بطور امانت
محفوظ ہوتے ہین اُس حالت کو امانت اس لیے کہا کہ وہان سے نکلکر زمین پر آنے والے ہین یا امانت کی
جگہ سے زمین مراد ہے اور قرار پکڑنے کا ٹھکانا وہ عالم ہے جو موت کے بعد ہوگا یا قرار پکڑنے کی جگہ ماں کا
پیٹ ہے اور امانت کی جگہ باپ کی پیٹھ اکثر مفسرین سلف سے یہی منقول ہے — ابن کثیر نے ابن مسعود اور
ابن عباس اور بہت سے تابعین سے یہی قول نقل کیا ہے اور اسی کو اظہر بتایا ہے — اور صاحب
معالم نے بھی یہی اختیار کیا ہے — پہلی آیت میں اللہ نے فرمایا تھا کہ ہمنے ان نشانیون کو اُنکے لیے
بیان کیا جو جانتے ہین اور اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے ان نشانیون کو اُنکے لیے بیان کیا جو سمجھتے ہین ہر قسم
اس کے بیان کرنے سے بندون کو تنبیہ اور تحریک کرنا ہے کہ نشانیون پر غور کرنے کی طرف متوجہ
ہون وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ
نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ
مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ج اور وہ ایسا ہے کہ اُتارا اُس نے آسمان سے
پانی پھر نکالین ہمنے بوٹیان ہر چیز کی پھر نکالا ہمنے اُس سے سبزہ نکالتے ہین ہم اُس سے دانے
تلے اوپر **ف** پھر اللہ مینہ برسانے اور نباتات کے اگانے مین اپنی قدرت کی نشانی بیان کرتا ہے
کہ وہ اللہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا (اس کے بعد اس آیت مین طرز بیان بدلا
یعنی غائب کے صیغے چھوڑکر متکلم کے صیغے شروع کیے اسکو عربی مین التفات کہتے ہین)

کریا واسطے بندے اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو بیان کر کے شکر ادا اور اُسپر غور کر کے اُسکی ذات کی طرف
متوجہ ہو اسلیے اللہ نے اپنی ذات کی طرف سے بیان کا طرز اختیار کیا کہ ہمنے مینہ برسا کر اُسکے پانی سے
ہر قسم کی روئیدگیان نکالیں اور بوٹیون سے سبزہ نکالکر تمام زمین کو سبزہ زار بنا دیا ۔ ایک بیک بارش
رحمت سے زمین جو اجاڑ تھی لہلہاتے ہوئے سبزے نے نکالا جو ہیں ۔ پھر اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے اس
سبزہ سے تلے اوپر والے جانے جیسے کہ خوشوں میں ہوتے ہیں ۔ قرآن میں کئی جگہ ذکر ہے کہ اللہ
نے آسمان سے پانی برسایا اسکی تاویل بیضاوی نے یہ کی ہے کہ آسمان سے بادل مراد ہے یا مطلب یہ ہے
کہ جانب آسمان سے مینہ برسایا مگر تفسیر کبیر میں ابو علی جبائی کا قول یہ لکھا ہے کہ اللہ آسمان سے بادل
میں پانی اُتارتا ہے اور بادل سے زمین پر برساتا ہے اسلیے کہ ظاہر الفاظ قرآن سے یہی ثابت ہوتا ہے
کہ بارش کا پانی آسمان سے آتا ہے اور کوئی دلیل ایسی نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ آسمان سے پانی
نہیں برستا پس ظاہر الفاظ قرآن پر ایمان لانا واجب ہے اور بے وجہ تاویل کرنا جائز نہیں اور جو لوگ
یہ کہتے ہیں کہ زمین سے بخارات اُٹھتے ہیں اور اُن سے بادل بنکر مینہ برستا ہے اس قول کو بڑی تفصیل
تفسیر کبیر میں رد کیا ہے ۔ وَمِنَ النَّخْلِ مِن طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ
وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ
مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ اور (نکالے ہمنے) درخت خرما سے انکی کلی سے خوشے
جھکے ہوئے اور نکالے ہمنے باغ انگوروں کے اور زیتون کے اور انار کے باہم ملتے ہوئے اور نہ ملتے ہوئے
ف یعنی بارش کے پانی سے جسطرح ہمنے کھیتی جمائی اسی طرح درخت خرما کی کلیون سے خوشے
نکالے جن میں سے بعضے جھکے ہوئے ہوتے ہیں اور انگور کے اور زیتون کے اور انار کے باغ پیدا
کیے جو بعضی باتوں میں ملے ہوئے ہیں یعنی آپس میں مشابہ ہیں مثلاً پتے اُنکے ایک سے ہیں انکی سبز رنگ
ہیں اور زیتون ...... اور انار کے پتوں کی صورت بھی ایکسی ہوتی ہے اور بعضی باتوں میں ...

یعنی مختلف ہین مثلاً اُنکے پھلون کا مزا جُدا جُدا ہے خرما کے درخت بعضے چھوٹے ہوتے ہین اُنکے خوشے
نیچے لٹکتے ہین کہ آدمی ہاتھ سے توڑ لے اور بعضے اونچے ہوتے ہین اللہ نے پہلی قسم کا ذکر کیا اور اسی سے
یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعضے درخت خرما کے اونچے ہوتے ہین کہ اُن کے خوشون تک زمین سے آدمی کا ہاتھ
نہین پہونچتا اللہ نے ... قسم ... پیدا کئے ہین یہان صرف اُن چار کا ذکر کیا ہین کہ اہل عرب ...
... ہے ... نشانیان اپنی قدرت کی اللہ نے ... چیزون کے پیدا کرنے مین
بیان کین ہین جو بندون کے واسطے نعمت بھی ہین اور جسطرح یہ چیزین اللہ کی قدرت کی نشانیان ہین اسی طرح
بندون پر اُسکے فضل و کرم کی بھی نشانیان ہین کھیتی کے پیدا کرنے کا ذکر میوون کے ذکر سے مقدم کیا اسلئے
کہ کھیتی سے اناج پیدا ہوتا ہے جسپر انسان کی زندگی موقوف ہے اسلئے میوون کی نسبت کھیتی کے پیدا کرنے
کا احسان زیادہ ہے — انظروا الی ثمرہ اذا اثمر وینعہ ط
... ہر ایک کے پھلون کی ابتدائی حالت دیکھو جب
پھل نکلتے ہین ... پھل کچے ہوتے ہین اور پھر وہ حالت دیکھو جب پھل اچھے ہو کر پک جاتے
ہین ... اللہ کی قدرت کی بڑی نشانی ظاہر ہوتی ہے ... پھل پھر درخت کی
رگون اور ریشون نے زمین سے غذا کھینچی اور انہین پہونچائی اسی طرح وہ بڑھتے گئے آخر اپنی حد پر پہونچکر
پختہ اور تیار ہوگئے پہلے بدمزہ تھے اور پختگی کے بعد نہایت خوش مزہ ہوگئے ان فی ذٰلکم
لاٰیٰت لقوم یؤمنون ۝ بیشک اس مین نشانیان ہین اُن لوگون کے لیے
جو ایمان لانے والے ہین — ف یعنی جن کی طبیعت مین ہدایت قبول کرنے کا مادہ نہین وہ تو کیسی ہی
نشانیان دیکھین کچھ نہین سمجھتے بلکہ نشانیون پر غور و فکر بھی نہین کرتے اور جن کی قسمت مین ایمان لانا ہے
اور اللہ نے اُن کے مزاجون مین ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت دی ہے اُن کے واسطے اس مین
نشانیان ہین اور وہ اِن نشانیون کو دیکھ کر غور کرتے ہین کہ زمین سے مختلف قسمون کے درختون کا

پیدا ہوتا اور اُنمین پھل آتا اور پھلون کی بہت سی حالتین بدلتا اور آخر کو کسیف درخت سے ایسے لطیف میوے
حاصل ہونا خود بخود نہین ہو سکتا بلکہ یہ ایسی قادر حکیم کا کام ہے جو اُنکے پیدا ہونے کے پہلے سے اُن کا
علم رکھتا ہے اور اپنی حکمت اور ارادے کے مطابق اُنکو بناتا ہے اور کوئی اُسکا شریک نہین جو اُسکے
ارادے مین خلل ڈال سکے پس وہ ان چیزون کو دیکھکر اللہ کی قدرت اور توحید پر ایمان لاتے ہین ۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ اور بنائے اُنہون نے اللہ کے لیے شریک

جن حالانکہ اللہ نے اُنکو پیدا کیا ہے اور فرض کر لیے اللہ کے لیئے بیٹے اور بیٹیان بغیر دلیل کے ۔

ف یعنی جنون کو پوجتے ہین اور اللہ کا شریک بناتے ہین حالانکہ ان مشرکون کو اللہ نے
پیدا کیا ہے جنون نے پیدا نہین کیا اور اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیان بغیر کسی دلیل کے اپنی طرف سے
فرض کر لیتے ہین ۔ جنون کو پوجنے والے بہت قسم کے ہین مثلاً وہ لوگ جو شیطان کو پوجتے ہین یعنی مجوس
جو یہ کہتے ہین کہ نیک چیزون کا پیدا کرنے والا خدا ہے اور بُری چیزون کا پیدا کرنے والا اہرمن یعنی
شیطان ہے اور بعض اہل عرب جنات کی بھی پرستش کرتے تھے اور جو لوگ ارواح خبیثہ کو پوجتے ہین
مثلاً ہندو ذہیبون کو یا بعض جہال شیخ سدو وغیرہ کو پوجتے ہین وہ سب اسی قسم مین شامل ہین اور خدا کا
بیٹا بنانے والے نصاریٰ اور یہود ہین جو مسیح اور عزیر کو خدا کا بیٹا بتاتے ہین اور خدا کی بیٹیان بنانے والے
مشرکین عرب تھے جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیان بتاتے تھے ۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ جن سے مراد ملائکہ ہین کیونکہ
اُن کو پوجتے تھے اور خدا کی بیٹیان بتاتے تھے ۔ جن کے معنی چھپی چیز کے ہین چونکہ ملائکہ بھی مخفی ہوتے ہین
اسلیئے اُن کو جن کہا اور جن کے کہنے سے شان ملائکہ کی تحقیر مقصود ہے ۔ خفاجی وغیرہ نے اسکے حاشیہ مین
لکھا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے ملائکہ کو پوجتے ہین جو نگاہون سے مخفی ہوتے ہین اور اللہ کی مخلوق ہونے مین
مثل جن کے ہین اور تحقیر اُن کی اس بات مین ہے کہ وہ اللہ کے شریک ہونے کی لائق نہین نہ یہ کہ اصل مین

[illegible]

اُن کی ذہن میں تصور ہو سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ پاک ہے اللہ اور بڑا ہے اُن صفتوں سے کہ وہ لگاتے ہیں ف یعنی وہ جو اللہ کا شریک اوروں کو بناتے ہیں اور اللہ کی اولاد ٹھہراتے ہیں ان صفتوں سے اللہ پاک ہے اور اس کا مرتبہ ان صفتوں سے موصوف ہونے کی حد سے بڑا ہے۔ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ ایجاد کرنے والا آسمانوں کا اور زمینوں کا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ کیسے ہو اس کے اولاد حالانکہ نہیں ہے اس کے بی بی وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اور پیدا کیا ہر چیز کو اور وہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

ف اس موقع پر اللہ نے کئی طرح سے یہ سمجھایا کہ اللہ ہر طرح اس سے پاک ہے کہ اس کو صاحب اولاد کہا جائے اول اس لئے کہ اللہ زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور جتنے اجسام ہیں سب زمین و آسمان میں شامل ہیں پس جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہی تمام اجسام کا پیدا کرنے والا ہے اور صاحب اولاد ہونا صفت اجسام کی ہے نہ خالق اجسام کی۔ دوسرے یہ کہ اولاد بی بی کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہے اور اللہ کی کوئی بی بی نہیں وہ ان امور سے پاک ہے جن کی وجہ سے بی بی کی احتیاج ہوتی ہے تیسرے یہ کہ اولاد اپنے باپ کی جنس سے ہوتی ہے اور اللہ ہر چیز کا خالق ہے پس جس چیز کو اولاد بناؤ گے وہ بھی اللہ کی مخلوق ہو گی اور مخلوق خالق کی جنس سے نہیں ہو سکتی اس لئے مخلوق خالق کی اولاد بھی نہیں ہو سکتی۔ چوتھے یہ کہ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور ہر چیز کا جاننے والا ہے اور جو ان دو صفتوں سے موصوف ہو وہ غنی ہوتا ہے کسی چیز کا محتاج نہیں ہوتا اور اولاد کی کوشش وہی کرتا ہے جو محتاج ہو۔ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اولاد کا ہونا باپ کے اختیار میں نہیں ہوتا نہ پہلے سے باپ کو اولاد کا علم ہوتا ہے اور اللہ نے ہر چیز کو اپنے اختیار سے پیدا کیا ہے اور پہلے سے اُن کا عالم تھا پس کوئی چیز اللہ کی اولاد نہیں ہو سکتی ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ یہی ہے اللہ پروردگار
تمہارا نہین کوئی معبود مگر وہی پیدا کرنے والا ہو ہر چیز کا تو اُسکی عبادت کرو اور وہ ہر شے پر وکیل ہے ۔
ف یعنی جسکی قدرت کی بہت سی نشانیان بیان ہوچکین اور جو زمین و آسمان کا ایجاد کرنے والا ہو اور
جسکے نہ اولاد ہے نہ بی بی اور جو ہر شے کا پیدا کرنے والا اور ہر شے کا جاننے والا ہے یہی ہے وہ اللہ جو تمہارا
رب ہے اُسکے سوا اور کوئی معبود ہونے کے لائق نہین اس لیے کہ عبادت کے لائق وہی ہو سکتا ہے جو
ان صفات کا جامع ہو اور چونکہ یہ صفات اللہ سے مختص ہین پس اُسی کی عبادت کرو ۔ وکیل کے معنی تدبیر کرنیوالے
اور کارساز کے ہین یعنی جو اللہ ان صفات کے ساتھ موصوف ہے وہی ہر کام کا درست کرنے والا ہے اول
اللہ نے اپنی عبادت کا حکم کیا پھر ہر شے پر اپنے وکیل ہونے کی صفت بیان کی اس سب کا حاصل یہ ہوا کہ تم
انما مطالب ہین ان سے ... یہی ہے کہ اللہ کی عبادت
کرو جو ہر کام کا بنانے والا ہے ۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ
الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ نہین پاسکتین اُسے نگاہین اور
وہ دیکھتا ہے نگاہون کو اور وہ لطیف ہے خبردار ہے ف یعنی نگاہون مین یہ قوت نہین کہ اللہ کو
دیکھ سکین اور اللہ نگاہون کو دیکھتا ہے حالانکہ نگاہ ایک ایسی نورانی چیز ہے کہ کسیکو نظر نہین آتی مگر
اللہ کو سب کی نگاہین بھی نظر آتی ہین اور اللہ لطیف ہے یعنی اُسکی ذات مین ایسی لطافت ہو کہ نگاہین اُسکو
دیکھ نہین سکتین اور خبردار ہے اسی لیے سب کی نگاہون کو دیکھ لیتا ہے جنکو اللہ کے سوا کوئی نہین دیکھ سکتا
خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین لکھا ہے کہ ابصار سے مراد وہ اور ہے جس کے ذریعہ سے سب چیزین
نظر آتی ہین اور وہ نور کسیکو نظر نہین آتا لطیف کا لفظ کئی معنی مین مستعمل ہے ایک معنی لطیف کے یہ ہین کہ
بڑا مہربان صاحب الطاف کثیرہ دوسرے معنی لطیف کے باریکیون کا جاننے والا تیسرے معنی
لطیف کے یہ ہین کہ کثافت سے پاک ہو یہ سب معنی اللہ پر صادق آسکتے ہین مگر اس آیت مین تیسرے معنی

زیادہ مناسب ہین اور یہی معنی لطیف کے اجسام کی صفت ہوتے ہین مگر اجسام کی لطافت کثافت سے خالی
نہین کامل لطافت اللہ کے نور مین ہے جسکا ادراک نہ نگاہون سے ہو سکتا ہے نہ کسی اور طرح ہو سکتا ہے
اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ دیکھنے کی جو قوت مخلوق کی نگاہون کو دنیا مین دیگئی ہے وہ اس قابل نہین کہ اللہ کو
دیکھ سکے لیکن اگر اللہ اپنی قدرت سے مومنین کی نگاہون کو آخرت مین ایسی قوت عطا فرماوے کہ اللہ کے
نور کو دیکھ سکین تو یہ امر اس آیت کے خلاف نہین چنانچہ قرآن مین دوسری جگہ مذکور ہے کہ بہت سے مونھ
اس دن تروتازہ ہون گے اور اپنے رب کو دیکھنے والے ہونگے اور صحیحین کی حدیث مین ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ تم اپنے رب کو اسطرح دیکھوگے جیسے چودھوین رات
کے چاند کو دیکھتے ہو اسی وجہ سے اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ مومنین قیامت کے روز اللہ کو دیکھین گے
شیعہ اور معتزلہ اسکے مخالف ہین اور اسی آیت سے تمسک کرتے ہین مگر بیان سابق سے ظاہر ہوچکا کہ یہ آیت
مذہب اہل سنت کے مخالف نہین - ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن ابی حاتم نے اسمعیل ابن علیہ سے روایت کی ہے
کہ لاتدرکہ الابصار کے معنی یہ ہین کہ دنیا مین نگاہین اللہ کو نہین دیکھ سکتین یہ قول درحقیقت وہی بات ہے
جو ہم لکھ چکے ہین بخاری مین وغیرہ مین مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آیت لا تدرکہ الابصار سے
یہ ثابت کرتی تھین کہ شب معراج مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو نہین دیکھا ابن کثیر نے لکھا ہے
کہ حضرت عائشہؓ اس آیت سے دنیا مین اللہ کے دیکھنے کی نفی کرتی تھین آخرت مین اللہ کے دیکھنے کی کچھ نفی
نہین کرتی تھین قطع نظر اسکے اکثر صحابہ کا یہ مذہب تھا کہ معراج مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو
دیکھا اور حضرت عائشہ کے اس استدلال کو صحیح نہین سمجھتے تھے - اور بعض نے اس آیت کے معنی مین یہ
لکھا ہے کہ ادراک سے مراد وہ علم ہے جس سے حقیقت معلوم ہوجاوے یعنی اللہ کو نگاہین اسطرح نہین
دیکھ سکتین کہ جس سے اسکی ذات کی حقیقت معلوم ہوجاوے پس اس آیت سے ایسے دیکھنے کی نفی نہین
ہوتی کہ فقط دیکھ لین مگر اسکی حقیقت معلوم نہو اور اللہ کو دیکھنا جو مومنین کے واسطے ثابت ہے وہ اسیطرح ہوگا

ف: مومنین قیامت کے دن اللہ کو دیکھین گے

کہ اگرچہ اللہ کا نور دیکھیں گے مگر اسکی حقیقت پر واقف نہ ہونگے اور بعض نے یون جواب دیا ہے کہ آنکھ کا دیکھنا
دو طرح ہو سکتا ہے ایک یہ کہ آنکھ سے کسی چیز کو دیکھے مگر ہر طرف سے اسپر محیط نہو۔ دوسرے یہ کہ آنکھ
اسطرح دیکھے کہ ہر طرف سے محیط ہو جاوے اسی قسم ثانی کو ادراک بصر کہتے ہین اور اسی کی اس آیت مین
نفی ہے قسم اول کی نفی نہین اسلیے کہ اسکو ادراک نہین کہتے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوا
کہ اللہ کی ذات ایسی ہے جو دیکھنے کے قابل ہے اسلیے کہ اللہ نے اپنی مدح مین فرمایا کہ نگاہین اسکو نہین
دیکھ سکتین پس اگر اللہ کی ذات کا دیکھنا محال ہوتا تو اسمین کچھ اللہ کی مدح نہ تھی اسلیے کہ معدوم چیز کو بھی
نگاہین نہین دیکھ سکتین صفت قدرت اور صفت ارادہ وغیرہ حواس خمسہ اور بو آواز کو نگاہین نہین دیکھ سکتین ان سب
یہ سب چیزین جو نظر نہین آتین ان کا نظر نہ آنا ان کے واسطے مدح نہین ہو سکتا پس نگاہون سے نظر نہ آنا
اللہ کے واسطے مدح اسی صورت مین ہو سکتا ہے کہ وہ تو نظر آ سکتا ہو مگر مخلوق کی نگاہون کی رسائی اسکی دیکھنے کی
قاصر ہے پس نہ دیکھنا نگاہون کا قصور ہے اور جب آخرت مین مومنین کی نگاہون سے اللہ اس قصور کو رفع
کریگا اور کمال بصارت عطا فرمادیگا اسوقت وہ اللہ کو دیکھین گے۔ حاصل یہ ہوا کہ اگر اللہ اپنا جلوہ کسیکو دکھانا چاہے
تو دکھا سکتا ہے اور جب تک اللہ نہ چاہے کوئی اسکو نہین دیکھ سکتا اس مسئلہ مین بڑی دلیل اہل سنت
کی حضرت موسیٰ کا قصہ ہے کہ انہون نے اللہ سے کہا کہ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ یعنی اے رب مجھے
اپنا دیدار دکھا دے کہ مین تیری طرف نظر کرلون۔ نظر کا لفظ عربی مین جب الی کے ساتھ متصل ہوتا
تو اسکے معنی آنکھون سے دیکھنے کے ہوتے ہین پس حضرت موسیٰ نے اللہ سے یہ آرزو کی تھی کہ اللہ کا جلوہ
اپنی آنکھون سے دیکھین پس اگر اپنا جلوہ دکھانا اللہ کی قدرت مین نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ ہرگز اسکی خواہش
نہ کرتے اور یہ ہرگز احتمال نہین ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ جو اللہ کے اولوالعزم نبی اور کلیم اللہ تھے وہ اللہ کی
صفات سے بیخبر ہون اور جو بات عوام شیعہ اور عوام معتزلہ کو معلوم ہے وہ حضرت موسیٰ کو معلوم نہو اور یہ بھی
نہین ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ کو یہ معلوم ہو کہ اللہ کو یہ قدرت نہین کہ اپنا جلوہ دکھلا سکے اور پھر حضرت موسیٰ اس

اور محال کا سوال کرین پس ضرور ہے کہ کبھی انا جاوے کہ اپنا جلوہ دکھا دینا اللہ کی قدرت سے خارج نہین ہے
مگر اسکی مشیت پر موقوف ہے اسیوجہ سے حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا تہا لیکن اللہ نے اُسکے جواب مین
لَنْ تَرَانِیْ الخ فرمایا یعنی تو مجہکو نہین دیکہہ سکتا اسکے معنی یہ ہین کہ تو دنیا مین مجہکو نہین دیکہہ سکتا یہ معنی نہین کہ
کبہی نہین دیکہہ سکتا اسلیے کہ حرف لَنْ عربی مین دوام نفی کے معنی پیدا نہین کرتا اہل کتاب کے حق مین
اللہ نے فرمایا ہے وَلَنْ یَّتَمَنَّوْہُ اَبَدًا یعنی وہ موت کو کبہی طلب نہ کرینگے تو اسکے معنی یہی ہین کہ دنیا مین وہ
طلب نہ کرینگے اسلیے کہ آخرت مین جب دوزخ کے عذاب مین مبتلا ہونگے تو اُس سے چہوٹنے کیلیے
ضرور موت کو طلب کرینگے - فَلَمَّا نَظَرَ اسکے لَنْ تَرَانِیْ کے معنی یہ ہین کہ تو مجہکو دیکہہ نہین سکتا یعنی تجہ مین میرے
دیدار کا تحمل نہین اور تو مجہکو دیکہہ کر رہ جاسکے گا یا بیہوش ہو جائیگا پس اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ اللہ
نظر نہین آسکتا ورنہ اللہ یون جواب دیتا کہ مین کسیکو نظر نہین آسکتا دوسری دلیل اہل سنت کے مذہب کی یہ ہے
کہ اللہ نے فرمایا ہے وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ بہت سے مونہ اُسدن تر و تازہ ہونگے اور اپنے
رب کی طرف دیکہتے ہونگے چونکہ اِس آیت مین نظر اِلٰی کے ساتہہ مستعمل ہے اسلیے اُس کے معنی آنکہون سے
دیکہنے کے ہونگے اور بے وجہ حقیقی معنی کو چہوڑنا جائز نہین منکرین اس موقع پر یہ شبہ کیا کرتے ہین کہ
دیکہنا بغیر اسکے نہین ہو سکتا کہ جس چیز کو دیکہین وہ نہ بہت قریب ہو نہ بہت بعید ہو اور نگاہ کے سامنے ہو اور
یہ تینون صفتین ایسی ہین جو جسم کے سوا اور مین نہین پائی جاتین پس اگر اللہ کا دیکہنا ممکن ہوگا تو ضرور
اُسکے لیے جسمیت اور جہت مانی جاویگی حالانکہ اللہ جسم اور جہت سے پاک ہے پہر اُسکا دیکہنا کیونکر
ممکن ہوگا -

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تینون شرطین جسم کے دیکہنے کیلیے ہین اور کسی دلیل سے یہ ثابت نہین ہوا
کہ جو ذات جسم اور جہت سے پاک ہو اُس کے دیکہنے کے لیے بہی یہی شرطین ہین اور جسم کے دیکہنے کا قیاس
غیر جسم پر نہین ہو سکتا پس منکرین کو ضرور ہے کہ یہ ثابت کرین اللہ کو یہ قدرت نہین کہ بغیر ان شرطون کے

ارشاد در رویت باری تعالیٰ در آخرت

تعلیمات قرآن

اپنا دیدار دکھا سکے اور چونکہ یہ ہرگز ثابت نہین ہو سکتا پس مومنین کے لیے آخرت مین اللہ کے دیدار کا
جو قرآن سے ثابت ہے انکار بھی نہین ہو سکتا علاوہ اس کے بہت سے امور جو آخرت مین واقع ہون گے
قرآن و حدیث سے ثابت ہوئے مگر انکی حیثیت سمجھ مین نہین آتی جیسے عذاب قبر اور وزن اعمال وغیرہ
پس ایسے امور پر ایمان لانا چاہیے اور اُسکی کیفیت جسکے سمجھنے مین ہماری عقل قاصر ہو اللہ پر چھوڑنا چاہیے
اسیطرح اللہ کے دیدار کا مسئلہ ہے جسکی کیفیت اب سمجھ مین نہین آتی مگر قیامت کو کھل جاوے گی۔
قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ بیشک آئین تمہارے پاس دلیلین
تمہارے رب کی طرف سے ف یہ قول اللہ نے اپنے رسول کی زبان سے بیان کیا ہے
یعنی ای محمد تو کہدے کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے حق کی دلیلین آگئین اور مراد اُس سے وہ
دلیلین ہین جو قرآن مین مذکور ہین فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ
فَعَلَيْهَا پس جسنے (حق کو) دیکھ لیا تو اپنی ذات کے لیے اور جو اندھا بنگیا تو وبال اُس کی
جان پر ہے وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ اور مین تمپر نگہبان نہین ہون۔
ف حاصل یہ ہوا کہ اے محمد تو کافرون سے کہدے کہ اللہ نے مذہب اسلام کی حجتین قرآن مین
ذکر کر کے تمہارے پاس بھیجدین اب جو کوئی اُنپر غور کر کے حق پہچان لے اور دیکھ لے تو اسکا فائدہ اُسی
کیلیے ہے یعنی وہ اللہ کے عذاب سے نجات پاویگا اور جنت کی نعمتین اُسکو ملین گی اور جو اُن دلیلون کو
معلوم کر کے بھی اندھا رہیگا اور حق کو نہ دیکھیگا تو اس کا وبال بھی اُسی کی گردن پر ہے یعنی وہ اپنے
آپ کو مستحق عذاب دوزخ کا بناے گا مین فقط ڈرانے والا ہون تمپر نگہبان نہین یعنی نگہبان کی طرح
تم سے مواخذہ کرنا اور تمکو سزا دینا میرا کام نہین بلکہ یہ کام اللہ کا ہے — اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا
کہ بندہ بالکل مجبور نہین بلکہ ہدایت اختیار کرنا یا گمراہ ہونا اُس کے افعال اختیاریہ مین سے ہے اور اُسکا
نفع نقصان اُسی کے واسطے ہے وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا

دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ اور اسی طرح پھیر پھیر کر
بیان کرتے ہین ہم نشانیان اور اسلیے ہمنے نشانیان پھیر پھیر کر بیان کین کر وہ کہین کہ تو پڑھ گیا اور
اسلیے کہ کھولدین ہم قرآن کو اُن لوگون کے لیے جو جانتے ہین **ف** یعنی جسطرح ہم نے یہان اپنی
توحید اور اپنی قدرت کی دلیلین پھیر پھیر کر اور طرز بیان بدل بدل کر بیان کین اسی طرح ہم ہر جگہ دلائل
اور حق کو طرز بدل بدل کر بیان کرتے ہین اور بدلنا دلیلون کا اسلیے ہے کہ جن لوگون مین وہ کفر
اور ضلالت کا ہے وہ انکار پر جمے رہین اور تفصیل دلائل سے حیران ہو کر یون کہین کہ اے محمد تو اب
بے پڑھا نہین رہا بلکہ کسی تدبیر سے تو نے علم حاصل کر لیا اور کتب سابقہ سے استنباط کر کے تو یہ
دلائل پھیر پھیر کر بیان کرتا ہے اور دوسرا مقصود ان دلائل کو اسطرح بیان کرنے کا یہ ہے کہ جو لوگ
حق کو جانتے ہین وہ سمجھین اور ہدایت پاوین حاصل یہ ہوا کہ یہ تفصیل دلائل بعضون کو گمراہ کرنے کے لیے
ہے اور بعضون کو ہدایت کرنے کے لیے ہے یہی وہی مضمون ہے جیسے اللہ نے فرمایا ہے کہ قرآن سے
بہت لوگ گمراہ ہوتے ہین اور بہت لوگ ہدایت پاتے ہین اِتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن
رَّبِّكَ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ وَلَوْ شَاءَ
اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَا
أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ۝ چل اُسپر جو وحی کیا دے تجھکو تیرے رب سے نہین کوئی
معبود مگر وہی اور بے پروائی کر مشرکین سے اور جو اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور نہین بنایا
ہمنے تجھکو اُنپر نگہبان اور نہین ہے تو اُنپر ذمہ دار **ف** اللہ اپنے پیغمبر کو سمجھاتا ہے کہ تو
اُسی کی مطابق عمل کر جو اللہ کی طرف سے تجھپر وحی آوے اور کافرون کے اس طعن کا مت خیال کر کہ تو نے
علم پڑھکر کتب سابقہ سے مضامین نکالکر قرآن بنا لیا ہے اور چونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہین پس
اللہ کے سوا کسی کی اطاعت بھی واجب نہین اسلیے تو اللہ کی اطاعت پر پکا ہو جا اور اُسی کی حی

کی مطابق عمل کر اور مشرکین سے بے پروائی کر یعنی اُن کی تکذیب کی برداشت کر اور اُن کے انکار
اور ایذا پر تحمل کر اور یہ سمجھ لے کہ وہ تیری باتون کی تکذیب اسوجہ سے کرتے ہین کہ اللہ نے اُن سے
شرک کے دور کرنے کا ارادہ نہین کیا اور اگر اللہ اُن سے شرک دور کرنا چاہتا تو وہ ہرگز شرک نہ کرتے
پس جو کام اللہ کی طرف سے ہے اُسپر تو رنج کیون کرتا ہے اور تجھکو ہمنے اُنپر نگہبان اور ذمہ دار
نہین بنایا کہ خواہ مخواہ تو اُنپر جبر کر کے اُن سے شرک چھڑا دے بلکہ تو ڈرانے والا اور احکام سنانے والا
ہے اُنکے ماننے کا اُن کو اختیار ہے اگر وہ تیرا قول نہین مانتے تو اسمین تجھپر نقصان نہین بلکہ اُنہین کا
نقصان ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط اور مت گالیان دو اُنہین جنکو وہ پکارتے
ہین اللہ کے سوا تو گالیان دینگے اللہ کو سرکشی سے بن جانے کی وجہ سے ف یعنی جن بتون کو
مشرکین پکارتے ہین تم اُن کو برا مت کہو اور اگر تم اُنکے بتون کو گالیان دوگے تو وہ اس کی ضد مین سرکشی
سے خدا کو برا کہینگے اس لیے کہ وہ اللہ کو جانتے نہین جہالت کی وجہ سے اللہ کو برا کہنے مین اُنہین
دریغ نہوگا ابن کثیر نے لکھا ہے کہ علی بن طلحہ نے ابن عباس سے اس آیت کی سبب نزول مین یہ روایت
کی ہے کہ کافرون نے یہ کہا تھا کہ اے محمد اگر تو ہمارے بتون کو برا کہنا نہ چھوڑے گا تو ہم تیرے رب کو برا کہینگے
اسلیے اللہ نے مسلمانون کو بتون کے برا کہنے سے منع کیا اور عبد الرزاق نے قتادہ سے یہ روایت کی ہے
کہ مسلمان بتون کو برا کہا کرتے تھے اسکے جواب مین کافرون نے اللہ کو برا کہنا شروع کیا اسوقت یہ آیت
نازل ہوئی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے اس آیت کی تفسیر مین یہ روایت کی ہے کہ جب
ابوطالب کی موت کا وقت آیا تو کفار قریش نے یہ مشورہ کیا کہ ابوطالب سے کہین کہ اپنے بھتیجے محمد کو
یہ سمجھا دے کہ وہ ہمسے تعرض نہ کرے اور ہمارے دین مین دخل نہ دے ورنہ ہمکو شرم آتی ہے کہ اگر ابوطالب
کی موت کے بعد ہم اُسکو قتل کرینگے تو اور لوگ یون کہینگے کہ ابوطالب کی زندگی مین یہ جرأت نہوئی جب

وہ مر گیا تب محمد کو قتل کیا یہ مشورہ کر کے ابو سفیان اور ابو جہل اور نضر بن حارث اور امیہ ابن خلف وغیرہ ابو طالب کے گہر گئے اور ایک شخص کو جسکا نام مطلب تہا ابو طالب کے پاس اطلاع کرنے کیلیے بہیجا چنانچہ مطلب نے اول جاکر ابو طالب کو اطلاع کی کہ تیرے قوم کے بوڑہے تیرے پاس آنا چاہتے ہین ابو طالب نے اجازت دی تب یہ سب لوگ گئے اور ابو طالب سے کہا کہ تو ہمارا بزرگ اور سردار ہے محمد ہمکو اور ہمارے معبودون کو ایذا دیتا ہے ہم چاہتے ہین کہ تو اُسکو بلاکر سمجہا دے کہ ہمارے معبودون کو برا کہنا چہوڑ دے تو ہم بہی اُسکو اور اُسکے اللہ کو برا کہنا چہوڑ دین یہ سنکر ابو طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا جب آپ تشریف لاے تو ابو طالب نے کہا کہ یہ تیری قوم والے اور تیرے بنی اعمام ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا چاہتے ہین اُن سب کفار نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہین کہ تم ہمکو اور ہمارے معبودون کو چہوڑ دو اور ہم تمکو اور تمہارے اللہ کو چہوڑ دین نہ تم ہمکو اور ہمارے بتون کو برا کہو نہ ہم تمکو اور تمہارے اللہ کو برا کہین یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مانو تو مین تمہین ایک ایسی بات بتاتا ہون کہ اُسکے کہنے سے تم عرب کے بادشاہ بن جاؤ اور عجم بہی تمہارا مطیع ہو جاوے اور تمکو خراج دے یہ سنکر ابو جہل نے کہا کہ بیشک ہم ایسی بات مان لینگے بلکہ ایک بات کی بدلے دس باتین ایسی مان لین گے وہ کیا بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرو یہ سنکر سب نے انکار کیا اور بڑا طیش کہایا اُسوقت ابو طالب نے کہا کہ اے میرے بہتیجے اسکے سوا کوئی اور بات کہہ اس قول سے تیری قوم کے لوگ گہبراتے ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے چچا اگر یہ سورج کو اُتار کر میرے ہاتہ پر رکہدینگے تب بہی مین اس قول کو نہ چہوڑون گا یہ سنکر اُن کافرون کا غصہ آیا اور کہنے لگے کہ اے محمد تو ہمارے بتون کو برا کہنا چہوڑ دے ورنہ ہم تجہکو بہی گالیان دینگے اور جس اللہ کی عبادت کا تو حکم کرتا ہے اُسکو بہی گالیان دینگے پس اللہ نے جو فرمایا ہے فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ اُس سے یہی قصہ مراد ہے - ابن کثیر نے لکہا ہے

کہ یہان سے یہ ثابت ہوا کہ مصلحت کی بات کہنے مین اگر اُس مصلحت سے بڑھکر کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو تو
ایسی مصلحت کی بات چھوڑنا چاہیے صحیح حدیث مین وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو اپنے ماباپ کو گالیان دے صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ کوئی شخص
اپنے ماباپ کو گالیان کیون دیگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوروں کے باپ کو گالیان
دیگا تو وہ اُسکے جواب مین اسکے ماباپ کو گالیان دیگا مطلب یہ ہے کہ اورون کے ماباپ کو گالیان دیکر
اُسنے اپنے ماباپ کو گالیان دلوائین تو گویا خود ہی اپنے ماباپ کو گالیان دین۔ تفسیر کبیر مین لکہا ہے
کہ نیکی کا حکم بہی کبہی برا ہو جاتا ہے اور یہ اُسوقت ہوتا ہے جب نیکی کا حکم کسی برائی اختیار کرنے کا
سبب بنجاوے اور برائی سے منع کرنا اگرچہ اچہا ہے مگر کبہی برا ہو جاتا ہے اور یہ اُسوقت ہو جاتا ہے
جب زیادہ برائی بڑھانے کا سبب بنجاوے اور اس معاملہ مین ظن غالب یقین کا قائم مقام ہوتا ہے
یعنی اگر قرائن سے بظن غالب یہ ثابت ہو کہ نیکی کا حکم یا برائی سے منع کرنا باعث زیادتی فساد کا ہو جاویگا
تو اُسکا چھوڑنا لازم ہے۔ بیضاوی مین لکہا ہے کہ جب کوئی طاعت کسی ایسے گناہ کا سبب بنجاوے
کہ اس طاعت کے چھوڑنے سے اُس گناہ کی برائی زیادہ ہو تو ایسی طاعت کا چھوڑنا واجب ہے اسلیے
کہ جو چیز شر کا سبب بنے وہ بہی شر ہے اس موقع پر ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ بعضی آیتون مین بتون کو برا
کہا گیا ہے مثلاً اللہ نے فرمایا ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ حَصَبُ جَهَنَّمَ یعنی اے کافرو تم اور جن چیزون
کی تم عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندہن ہین تو اس حکم کی بموجب ایسی آیتون کی تلاوت جائز نہ ہوگی اس کے
جواب مین خفاجی نے لکہا ہے کہ بیشک بتون کو برا کہنے کی نیت سے اُن کافرون کے سامنے جو اسکو
سُنکر برا مانین ایسی آیتون کی تلاوت نہ چاہیے جسطرح بعض مقامات مین قرآن کی آیتون کی تلاوت ناجائز
ہے اور ایک فرق خفاجی نے یہ لکہا ہے کہ جو امور مباح باعث فساد ہون اُنکا چھوڑنا واجب ہے اسلیے کہ بتون کو
برا کہنا فقط مباح تہا فرض و واجب نہ تہا پس باعث ہو سکنے کی وجہ سے منع کیا گیا اور جو امور فرض و واجب ہیں

ہون اُن کی وجہ سے اگرچہ کافرون کی ضد بڑھے تب بہی اُنکو چھوڑنا جایز نہین اور اس آیت کا حکم فرائض اور
واجبات سے متعلق نہین پس بنیا وی لیے جو لکہا ہے کہ جو طاعت سبب معصیت ہوجاوے اُسکا چھوڑنا واجب
ہے اس سے مراد وہ طاعت ہے جو فرض و واجب نہو بعض علمانے اس موقع پر یہ شبہہ کیا ہے کہ جب
نیک کام فساد ہونے کی وجہ سے منع ہوجاتا ہے تو جہاد کا حکم کیون ہوا حالانکہ اسمین مسلمان بہی قتل ہوتے
ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ رسالت کا حکم کیون ہوا حالانکہ اُس سے کافر تکذیب مین مبتلا ہوے
اسکا جواب خفاجی نے یہی دیا ہے کہ جہاد اور تبلیغ رسالت واجب ہین اور اس آیت کا حکم اُن اُمور کو ہے
جو فرض و واجب نہون كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ
رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
اسی طرح سنوار دیا ہم نے ہر قوم کے لیے اُن کے عمل کو پہر اُن کے رب کی طرف اُن کا مرجع ہے
تو آگاہ کردے گا اُنہین اُس کام پر جسے وہ کرتے تہے۔ ف یعنی جسطرح کفار مکہ کے خیال مین ہم نے
یہ ڈالدیا ہے کہ وہ اللہ کے برا کہنے کو اچھا سمجھتے ہین اسیطرح ہر قوم کے عمل کو اُنکی نگاہ مین سنوار دیا ہے
جن کا انجام دوزخ مین جانا ہے اُن کے دلون مین کفر و انکار کی بھلائی ڈالدی ہے وہ اسیکو اچھا سمجھتے
ہین جن کی تقدیر مین جنت ہے اُنکے دلون مین ایمان کی خوبیان ڈالدی ہین اور امور خیر کی توفیق دی ہے
لیکن آخر مین سب اللہ کے سامنے جاوینگے اُسوقت ہر شخص کو اللہ بتادے گا کہ کسکا عمل اچھا تہا اور کسکا
برا تہا اہل سنت کا مذہب اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ہدایت کرنا اور گمراہ کرنا اللہ کی طرف سے
ہے اور جس کو جس کام کے لیے پیدا کیا ہے وہی کام اسکے لیے آسان ہوجاتا ہے۔ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ
جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا
اور قسمین کہائین کافرون نے اللہ کی سخت قسمین اپنی کہ اگر آوے گا اُن کے سامنے معجزہ تو ضرور اُس پر
ایمان لاوینگے ف کفار مکہ اللہ کی سخت قسمین کہاکر یہہ کہتے تہے کہ اگر محمد کوئی معجزہ ظاہر کرین تو ہم

ایمان لاوینگے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت تک جتنے معجزے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ چکے
تھے انکو حقیر جانتے تھے اور تصدیق نبوت کے واسطے کافی نہیں سمجھتے تھے مثلاً صحیحین میں حضرت انس سے
روایت کی ہے کہ کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے چاند کے دو ٹکڑے کرکے دکھا دیئے کہ حرا اُن دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے سب سے کہدیا کہ اس معجزہ پر گواہ رہو پس جب ایسے معجزے دیکھ چکے اور ایمان نہ لائے
تو اب انکا معجزہ طلب کرنا صرف انکار اور سرکشی کی وجہ سے تھا کیسا ہی معجزہ ظاہر ہوتا وہ ہرگز ایمان نہ لاتے

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ (اے محمد) تو کہدے کہ معجزات اللہ کے
پاس ہیں ف یعنی میرے اختیار و قدرت میں نہیں اللہ کے اختیار و قدرت میں ہیں جب اللہ چاہتا
ہے ظاہر کرتا ہے میں فقط ڈرانے والا اور اللہ کا حکم سنانے والا ہوں یہ جواب اسوجہ سے دیا گیا کہ اللہ کو معلوم تھا
کہ انکی قسمیں جھوٹی ہیں اور معجزہ طلب کرنا انکا طلب حق کے واسطے نہیں بلکہ سرکشی کے طور پر ہے اور ہمیشہ
سے عادت اللہ کی یوں جاری ہے کہ جب منکرین انبیاء سے معجزہ طلب کریں اور انکی خواہش کی موافق معجزہ
ظاہر ہو اور پھر اسکو دیکھکر وہ منکرین ایمان نہ لاویں تو فوراً عذاب نازل ہوتا ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ
ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کی ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ محمد
تم ہمکو یہ خبر سناتے ہو کہ حضرت موسیٰ اپنا عصا پتھر میں مارتے تو پانی جاری ہو جاتا اور حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ
کر دیتے تھے اور حضرت ثمود کا معجزہ اونٹنی ظاہر ہونے کا تھا تم بھی کوئی معجزہ ظاہر کرو تو ہم تمکو سچا جانیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے پوچھا کہ تم کیا معجزہ چاہتے ہو اُنھوں نے کہا کہ کوہ صفا کو سونے کا پہاڑ بنا دو
تو اللہ کی قسم ہم سب تمہارے پیرو ہو جاویں اُسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگنے کے لیے
اُٹھے تو جبرئیل آئے اور کہا کہ اگر تم چاہو تو کوہ صفا سونے کا پہاڑ بنا دے لیکن اگر پھر بھی کافر تصدیق
نہ کرینگے تو فوراً عذاب نازل ہوگا اور اگر تم چاہو تو اس خیال کو چھوڑ دو تاکہ ان میں سے جو توبہ کرنے والا ہے

اُسکو شک ہے تو بدنصیب ہو جاوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اسی کو پسند کرتا ہون
کہ جو ہدایت پر آنیوالا ہے اُسکو توبہ نصیب ہو اور فوراً عذاب نازل نہو اُسوقت آیت وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ
اَيْمَانِهِمْ نازل ہوئی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اگرچہ یہ روایت مرسل ہے یعنی محمد بن کعب تابعی سے مروی ہی
صحابی سے مروی نہین مگر اور بہت سے طریقے اسکے شاہد اور موید ہین وَمَا يُشْعِرُكُمْ
اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۞ اور کس نے خبر دی ہے تمکو (کہ وہ ایمان
لاوینگے) بیشک جب معجزہ ظاہر ہوگا وہ ایمان نہ لاوینگے ف چونکہ مسلمانون کی خواہش یہ تہی
کہ اُسوقت معجزہ ظاہر ہوجاوے اور کافر ایمان لے آوین اور یہ خواہش اسوجہ سے تہی کہ مسلمان اُنکی
قسمون پر اعتماد کرتے تہے اسلیے اللہ نے مسلمانون کو سمجہا دیا کہ تم اسوقت ظہور معجزہ کے ملتجی ہو یا اُن پر
قسمیں ... سچی ہین اور معجزہ دیکہکر وہ ایمان لاوینگے اللہ کو معلوم
ہے اگر معجزہ ظاہر ہو ... ایمان نہ لاوینگے۔ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ
وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ
فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۞ اور ہم پہیر دینگے اُن کے دلون کو اور اُنکی نگاہون کو جسطرح
نہین ایمان لاے قرآن پر پہلی بار اور چہوڑ دینگے اُن کو اپنی سرکشی مین بہٹکتے ہوئے ف
یعنی ان کافرون کو ہمنے جہنم کے لیے بنایا ہے اِن کو حق کے سمجہنے کی توفیق کبہی نہ دینگے بلکہ اگر معجزہ
ظاہر ہوگا تو بہی ہم حق کے سمجہنے سے اُن کے دلون کو اور حق کے دیکہنے سے اُنکی نگاہون کو پہیر دینگے
جیسے اول بار وہ قرآن کو سُن چکے اور جو نشانیان ظاہر ہوئین اُن کو دیکہہ چکے اور ایمان نہ لاے اسلیے
کہ ہمنے حق کے سمجہنے اور دیکہنے سے اُن کے دلون اور آنکہون کو پہیر دیا اور ہم اُنکو اسی طرح
سرکشی کی حالت مین بہٹکتا ہوا چہوڑ دینگے۔
وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى

وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ

اور اگر ہم اتارتے اُن کی طرف فرشتے اور باتین کرتے اُن سے مُردے اور جمع کرتے ہم اُنپر ہر ایک شے کو
گروہ گروہ نہ تھے وہ ایسے کہ ایمان لاتے مگر جب چاہے اللہ اور لیکن اکثر اُن مین سے جاہل ہین ۔
ف یعنی اِن مشرکون کو اگرچہ معجزات بھی دکھائے جائین جنہین وہ طلب کرتے ہین مثلاً ملائکہ اگر سامنے
آجاوین اور مردے اُن سے باتین کرین اور پچھلی سب اُمتین دوبارہ زندہ ہوکر گروہ گروہ اُن کے پاس
جمع ہوجاوین تو بھی وہ ایمان نہ لاوینگے اسلیے کہ اللہ کو اُنکا مومن بنانا منظور نہین البتہ وہ اُسوقت ایمان لاوین
جب اللہ چاہے مگر اللہ یہ نہین چاہتا لیکن اکثر اُنمین سے جاہل ہین یعنی اس بات کو نہین جانتے کہ ہر کام اللہ
کے ارادہ پر موقوف ہے اسی وجہ سے قسمین کھا کر کہتے ہین کہ اگر معجزہ دکھاؤ تو ہم ایمان لاوین اور یہ اُن کو
خبر نہین کہ اگر اللہ کو اُنکا مومن بنانا منظور ہوتا تو بغیر طلب معجزہ کے ایمان لاتے یا مراد یہ ہے کہ اکثر مسلمان
اس بات سے ناواقف ہین کہ اللہ کو ان کافرون کا مسلمان بنانا منظور نہین اسی وجہ سے اُن کی قسمون پر
اعتماد کرتے ہین اور چاہتے ہین کہ اُن کی طلب کی بموجب معجزہ ظاہر ہو تاکہ اسکے دیکھنے کے بعد
وہ مسلمان ہوجاوین وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ط اور ایسے ہی بنادیے ہمنے ہر نبی کے لیے دشمن جو شیطان ہین انس اور جن ڈالتے
ہین کچھ اُنمین کے دوسرون کے دل مین فریب کی باتین بہکانے کے لیے ف یعنی اسے پیغمبر
جسطرح ہمنے تیرے لیے دشمن پیدا کردیے ہین جو تجھکو ایذا دیتے ہین اور تکذیب کرتے ہین اسیطرح
ہمنے ہر نبی کے لیے دشمن پیدا کیے تھے اور انبیا کے دشمن شیطان ہوتے ہین خواہ آدمی ہون خواہ
جن ہون شیطان سے مراد سرکش اور مفسد اور بہکانے والا ہے آدمیون مین سے شیطان وہ ہین جو

سرکش اور مفسد اور بہکانے والے ہین اور جنون این شیطان ارواح خبیثہ نسل ابلیس سے ہین جو انسانون کو بہکایا کرتے ہین شیطان کی وحی سے مراد برائی کے وسوسے ڈالنا ہے بعض شیطان بعض شیطان کے دل مین وسوسے اسطرح ڈالتے ہین کہ شیاطین جن شیاطین انس کو بہکاتے ہین یا مفسد آدمی آپسمین ایک دوسرے کو بہکاتے ہین۔ ابن کثیر نے لکہا ہے کہ عبد الرزاق نے قتادہ سے شَیَاطِیْنُ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ کی تفسیر مین یہ روایت کی ہے کہ جنون مین سے بہی شیطان ہوتے ہین اور آدمیون سے بہی شیطان ہوتے ہین بعض انہین کے بعض کو بہکاتے ہین پہر قتادہ نے کہا کہ مجہے معلوم ہوا ہے کہ ابو ذر ایک روز نماز پڑہتے تہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ذر تو نے شیاطین جن اور شیاطین انس سے بہی پناہ مانگی یہ سُنکر ابو ذر نے پوچہا کہ یا رسول اللہ آدمیون مین بہی شیاطین ہوتے ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان اور ابن جریر کی روایت مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیاطین الانس شیاطین جن سے بدتر ہوتے ہین۔ تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین مختار کے پاس گیا تہا اُسنے میری تعظیم کی اور اور ٹہہرنے کو جگہ دی اور رات کو میرے پاس آیا کرتا تہا آخر اُسنے مجہسے کہا کہ تم آدمیون مین جاکر حدیث بیان کیا کرو چنانچہ مین نکلا ایک شخص آیا اور اُس نے مجہسے پوچہا کہ تم وحی کے باب مین کیا کہتے ہو مین نے کہا کہ وحی دو طرح کی ہے ایک تو یہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ اے پیغمبر ہم نے قرآن کی تجہکو وحی کی دوسرے اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ شَیَاطِیْنُ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ط یہ سُنکر اُن سب نے مجہے گرفتار کر لینے کا قصد کیا مین نے کہا کہ یہ کیا کرتے ہو مین تمہارا مفتی ہون اور مہمان ہون تب مجہکو چہوڑا اس قول مین عکرمہ نے مختار پر طعن کیا تہا مختار بن عبید ملعون کو یہ گمان تہا کہ اُسپر وحی آتی ہے اُسکی بہن صفیہ عبد اللہ بن عمر کی بی بی تہی جو بہت نیک تہی اور جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہونچی کہ مختار وحی کا دعوی کرتا ہے تو اُنہون نے کہا

ف مختار نے ... خون حسین کے انتقام کے بہانے سے خروج کیا تہا اور پہر نبوت کا دعوی کیا۔ سیوطی نے تاریخ الخلفا مین لکہا ہے کہ خلافت عبد اللہ بن زبیر کے زمانہ مین مختار کذاب نے خروج کیا تہا پہر نبوت کا دعوی کیا تب عبد اللہ بن زبیر نے اسکے مقابلے کے لئے فوج بہیجی اور ۶۷ ہجری مین فتح پائی اور اسکو قتل کیا ۱۲

کہ سچ کہتا ہے اسلیے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیَآئِهِمْ (یعنی شیاطین
وحی کرتے ہین اپنے دوستون کی طرف) اور اللہ نے فرمایا ہے یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ
الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا
یَفْتَرُوْنَ ۝ اور اگر چاہتا تیرا رب تو وہ ایسی حرکت نہ کرتے چھوڑ دے تو اُنکو اور اُنکے
بہتان باندہنے کو ف یعنی اے محمد اگر اللہ یہہ چاہتا کہ شیاطین انس و جن انبیا کے دشمن
نہ بنین اور آپسمین ایک دوسرے کو نہ بہکاوین تو وہ ایسا کرتے نہین پس جو فساد وہ کرتے ہین تقدیرِ
اللہ کے مطابق کرتے ہین پس جب اللہ کا ارادہ یہی ہے تو تو اُنکو اور اُنکی بہتان بندیون کو چھوڑ دے
یعنی اُنکی ایذاؤن اور فسادون پر رنج مت کر اور اُنکی حالت سے بے پروائی کر بہتان اُنکے یہ تھے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ ساحر اور مجنون اور کاہن بتاتے تھے اور قرآن کو کہتے تھے
کہ پہلی کتابون سے بنالیا ہے وَلِتَصْغٰۤی اِلَیْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِیْنَ
لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِیَرْضَوْهُ وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ
مُّقْتَرِفُوْنَ ۝ (اور اللہ نے شیاطین کو انبیا کا دشمن بنایا) تاکہ جھکین اُنکی وسوسہ کی طرف
اُن کے کان جو یقین نہین رکھتے آخرت پر اور اسلیے کہ وہ اُسے پسند کرین اور اسلیے کرین وہی
جو وہ کرتے ہین ف یعنی شیاطین جو باہم وسوسے ڈالتے ہین اور بُرائی کے کامون کو اچھا
بتاتے ہین جس سے اُنکی غرض دہوکا دینا اور بہکانا ہوتی ہے اُنکو اللہ نے انبیا کا دشمن اسلیے بنایا
ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہین رکھتے وہ اُنکی باتون کو متوجہ ہوکر سُنین اور پسند کرین اور وہی کام
اختیار کرین جو وہ شیاطین کرتے ہین پس مقصود اُن شیاطین کے پیدا کرنے اور اُنکو انبیا کا دشمن
بنانے سے یہی غرض ہے کہ جو لوگ تقدیر الٰہی مین ہدایت پانے سے بے نصیب مقرر ہو چکین ہین
اور اُنکا ٹھکانا جہنم ٹھہر چکا ہے اُنکو وہ شیاطین ہدایت کے طریقے پر آنے نہ دین اور جو تقدیر الٰہی ہے

وہ پوری ہو جاوے ایک ہی وقت میں انبیاء ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اور شیاطین کفر کی طرف
کھینچتے ہیں ہر شخص اپنی فطرت کی مطابق اثر قبول کرتا ہے أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا
وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ۚ کیا اللہ کے سوا ڈھونڈوں میں
حکم کرنے والا اور وہ اللہ ایسا ہے کہ اتاری اس نے تمہاری طرف کتاب جو مفصل ہے ف

یعنی اے پیغمبر تو کافروں سے کہہ دے کہ ہم میں اور تم میں جو اسلام اور کفر کا جھگڑا ہے کیا میں اسکے
فیصلے کے لیے اللہ کے سوا کسی اور کو ڈھونڈوں حالانکہ اللہ نے تمہاری طرف قرآن نازل کیا ہے جو
کتاب مفصل ہے یعنی اس میں حق و باطل کو وضاحت کے ساتھ جدا جدا بیان کر دیا ہے پس فیصلہ کو حکم دینے کے
لیے اللہ سے بڑھکر اور کون ہو سکتا ہے وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے اور اسنے
اس فیصلے کے واسطے کتاب نازل کی ہے جس میں صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے پس تم جو اس کتاب کو نہ
سمجھ کر بعد اور معجزہ طلب کرتے ہو تو اس سے ظاہر ہے کہ تم اللہ کا فیصلہ نہیں مانتے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں
اللہ کے سوا کوئی اور حکم دینے والا ڈھونڈوں جو میرے اور تمہارے درمیان میں فیصلہ کرے حاصل اسکا یہ
کہ فیصلہ کے واسطے قرآن کافی ہے اب کسی اور معجزہ کی ضرورت نہیں اسلیے کہ قرآن جسطرح اپنے مطالب
حق کا ظاہر کرنے والا ہے اسی طرح اس کی فصاحت و بلاغت بھی حق کا فیصلہ کرنے والی ہے چنانچہ باوجود
کوشش اور اہتمام کے تمام فصحا عرب کے اسکی مثل بنانے سے عاجز ہوگئے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جنہوں نے
یہ قرآن ظاہر کیا ہے انہوں نے ظاہری طور پر کبھی لکھنا پڑھنا بھی نہیں سیکھا اور یہ دلیل اس امر کی ہے
کہ بیشک وہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور یہ معجزہ قرآن کا ایسا تھا کہ ہر وقت موجود تھا جس وقت وہ اور معجزہ
طلب کرتے تھے اسوقت بھی یہ معجزہ انکے سامنے تھا اور وہ قرآن کے مثل بنانے سے عاجز تھے جب
ایسا معجزہ ان کے لیے کافی نہوا تو اور معجزہ ان کے سامنے پیش کرنا محض لاحاصل تھا وَالَّذِينَ
آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ

بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ اور جن کو ہمنے کتاب دی ہے وہ جانتے ہین
کہ بیشک قرآن اللہ کی طرف سے حق کے ساتھ بھیجا گیا ہے پس تو ہرگز شک کرنے والون سے مت بن -

**ف** یعنی قرآن کے حق ہونے کی ایک دلیل یہہ بھی ہے کہ اہل کتاب اسکو حق اور اللہ کا بھیجا ہوا جانتے ہین پس اگرچہ قرآن کا معجزہ ہونا اور فصحاے قریش کو عاجز کرنا اُن کے سمجھنے کے لیئے کافی تھا اب اُسکے ساتھہ یہہ تائید اور ہوگئی کہ اہل کتاب بھی اُسکو حق اور اللہ کا بھیجا ہوا بتاتے ہین ایسی حالت مین کفار قریش کو قرآن مین شک کرنے کا کوئی موقع باقی نہ تہا مولوی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ فارسی مین لکہا ہے کہ مکی سورتون مین تو یہہ مذکور ہوا ہے کہ یہود قرآن کی تصدیق کرتے ہین اور مدنی سورتون مین یہہ مذکور ہے کہ یہود اسکی تکذیب کرتے ہین اسکی وجہ یہہ ہے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین تھے اور یہود کو دعوت اسلام نہین کی تہی اُسوقت تک یہودی قرآن کے سچے ہونے کا اقرار کرتے تھے اور یہہ کہتے تھے کہ قرآن کا حکم اہل حجاز پر لازم ہے کوئی یہودی قرآن کا منکر نہ تہا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ مین تشریف لے گئے اور یہودیون کو دعوت اسلام شروع کی اُسوقت سے یہودیون نے انکار شروع کیا اور یہہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت مین اہل کتاب سے وہ اہل کتاب مراد ہون جو مسلمان ہوگئے تھے جیسے عبد اللہ بن سلام وغیرہ یا مراد یہہ ہے کہ سب اہل کتاب دل مین جانتے ہین کہ قرآن حق ہے گو زبان سے اقرار کرین یا نکرین - یہہ جو اللہ نے فرمایا کہ تو ہرگز شک کرنے والون مین سے مت بن اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ رسول شک کرنے والون مین سے تھے بلکہ صرف تاکید قرآن کے حق ہونے کی مقصود ہے جیسے اللہ نے فرمایا ہے وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ - یعنی تو شرک کرنے والون مین سے مت بن حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک ہرگز ممکن نہ تہا یا بظاہر خطاب رسول سے ہے اور مراد یہہ ہے کہ امت کے لوگ شک نہ کرین یا رسول سے خطاب نہین بلکہ امت کے ہر ہر شخص سے خطاب ہے یا مراد یہہ ہے کہ اے رسول تو یقین جان لے کہ اہل کتاب قرآن کی تصدیق کرتے ہین اس مین ہرگز شک مت کر

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا

اور پورا ہے کلام تیرے رب کا صدق مین اور عدل مین **ف** یعنی قرآن صدق مین اور عدل مین کامل ہے
یعنی جتنی خبرین ہین وہ سچی ہین جتنے احکام ہین وہ عدل کے ساتھ ہین **لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ**
**وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝** نہین کوئی بدلنے والا اُسکے کلام کو اور وہ سننے والا جاننے والا ہے
**ف** یعنی کسی کی یہ مجال نہین کہ اللہ نے جو خبر بیان کی ہے اسکو بدل کر اُسکی جگہ اُس سے زیادہ سچی
کوئی خبر بتا سکے یا اللہ کے کسی حکم کو بدل کر اُس سے زیادہ انصاف کا حکم ظاہر کرے یا مراد یہ ہے کہ کوئی شخص
اللہ کے کلام کو بطور تحریف کے بدل کر شائع و ذائع نہین کر سکتا جیسا کہ توریت اور انجیل کی حالت ہوئی مگر یہ معنی
اُسی صورت مین ہونگے کہ کلمات سے قرآن مراد ہو اور پہلی صورت یعنی اللہ کے کلام کا سچا اور انصاف والا
ہونا اللہ کے سب کلامون یعنی قرآن توریت اور انجیل وغیرہ کو بلکہ حدیث قدسی کو بھی شامل ہے یا مراد یہ ہے
کہ جسطرح قرآن نے پہلی کتابون کو بدل دیا اسطرح قرآن کا کوئی بدلنے والا نہوگا اسلئے کہ قرآن کے بعد کوئی
اور نبی پیدا ہوگا نہ کوئی کتاب نازل ہوگی پس قرآن کا حکم قیامت تک قائم رہیگا اور اللہ بندون کی سب باتون کو
سنتا ہے جو قرآن کی بابت کرتے ہین اور اُن کے دل کے بھیدون کو جانتا ہے **وَإِنْ تُطِعْ**
**أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنْ**
**يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝**
اور اگر پیروی کریگا تو اکثر لوگون کی جو زمین مین ہین پھیر دینگے تجھکو اللہ کے رستے سے وہ نہین چلتے مگر
گمان پر اور نہین وہ مگر خیال باندھنے والے **ف** یعنی جو لوگ زمین مین ہین اُنمین اکثر گمراہ ہین پس اگر
تو اُن کی بات مان لے جو اکثر ہین تو اللہ کے راستے سے جدا ہو جاوے وہ فقط گمان پر چلتے ہین یعنی کفار
مکہ کے اعتقادات بے دلیل ہین اسلئے کہ اُن اعتقادات مین یا تو وہ اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے تھے اور
اس امر پر غور نہین کرتے تھے کہ وہ حق ہین یا ناحق یا اپنی طرف سے کچھ خیال باندھ لیتے تھے پس وہ فقط خیال
باندھنے والے تھے کوئی یقین کا ذریعہ اُن کے پاس نہ تھا مثلاً وہ بت پرستی کو اچھا سمجھتے تھے لیکن کوئی

ایسی دلیل اُن کے پاس نہ تھی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ بت پرستی سے اللہ راضی ہوتا ہے صرف اپنی طرف
سے یہ خیال باندھ لیا تھا کہ بت پرستی اچھی چیز ہے حاصل یہ ہے کہ اُن کی جتنی باتین ہین سب بے دلیل ہین
خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین لکھا ہے کہ یہ جو اللہ نے فرمایا کہ اگر تو اکثر کی بات مانے گا تو گمراہی مین
پڑیگا یہ خطاب رسول سے بھی ہے اور اُن کی امت سے بھی ہے اور سب گمراہ فرقے اکثر مین شامل ہین۔
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ زمین کے اکثر آدمیون کا گمراہ ہونا جیسا کہ اس آیت مین ہے اسی طرح قران مین کئی جگہ
مذکور ہوا ہے ایک قول یہ بھی کہ اس آیت مین ارض سے ارض مکہ مراد ہے اور اُس زمانے مین وہان کافر ہی زیادہ
تھے تفسیر جلالین مین لکھا ہے کہ کفار کہ مردار جانور کو بھی کھا لیتے تھے اور اس بات مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
جھگڑتے تھے اور کہتے تھے کہ انسان کا مارا ہوا جانور کھانے کی قابل ہے تو اللہ کا مارا ہوا جانور بدرجہ اولی
کھانے کی قابل ہوگا اسی قصہ کی نسبت اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ گمانون اور اٹکلون پر چلتے ہین اور کوئی دلیل اُنکے
پاس نہین اس موقع پر ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ نے ظن کی پیروی کو کافرون کا فعل بتایا حالانکہ شریعت
کے اکثر مسائل دلائل ظنیہ سے ثابت ہوئے ہین اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ نے جس ظن کو کافرون کا فعل بتایا
وہ محض بے دلیل تھا یعنی کفار محض بے دلیل جس خیال کو چاہتے تھے ترجیح دے لیتے تھے اور مسائل شرعیہ
مین جو ضروری اعتقاد اور ایمان کے مسائل ہین وہ یقینی دلیلون سے ثابت ہوئے ہین البتہ فروعی مسائل سے
بعض احکام دلائل ظنیہ سے ثابت ہوئے ہین تو اُن مین ظن سے مراد یہ ہے کہ اُن مین دلائل شرعیہ کی بموجب ترجیح
ہوتی ہے محض بے دلیل نہین ہوتی۔ پس ان دونون مین بڑا فرق ہے إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ
مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿﴾ بیشک
تیرا رب وہ خوب جاننے والا ہے اُسکو جو بہکنے والا ہے اُسکے رستہ سے اور وہ جاننے والا ہے ہدایت
پانے والون کو **ف** ابن کثیر نے اسکی تفسیر یون کی ہے کہ اللہ اُن کو خوب جانتا ہے جن کی قسمت مین
گمراہی ہے اُن کے واسطے گمراہی کے راستے آسان کر دئیے ہین اور اللہ اُنکو بھی جانتا ہے جو ہدایت پانیوالے

ہین اُن کے لیے اعمال خیر آسان کردئے ہین ہر ایک کے لیے وہی طریقہ آسان کردیا ہے جس کے لیے
وہ پیدا ہوا ہے۔ جلالین مین اسکی تفسیر یون کی ہے کہ اللہ اُنکو بھی جانتا ہے جو گمراہی اختیار کرتے ہین
اور اُنکو بہی جانتا ہے جو ہدایت پاتے ہین ہر ایک کو اُسکے عمل کی مطابق بدلا دیگا۔ **فَكُلُوا مِمَّا**
**ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ**
تو کہاؤ تم اُسمین سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اگر تم اللہ کی آیتون پر ایمان لانے والے ہو **ف**
پہلی آیت مین اللہ نے گمراہون کی پیروی سے منع کیا تہا اور چونکہ کفار کہ ذبح کے طریقہ پر اعتراض کرتے
تہے اور بطور طعن کے مسلمانون سے کہتے تہے کہ جسکو اللہ نے مارا ہے اُسکو تم نہین کہاتے اور جسکو
خود مارتے ہو اُسے کہاتے ہو اسلئے اللہ نے مسلمانون سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم اللہ کی آیتون پر یقین
رکہتے ہو تو کافرون کے اس طعن کا خیال مت کرو اور اللہ نے جس چیز کو حلال کردیا ہے اُسکو حلال سمجہو یعنی جو
جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا جاوے اُسکو کہاو ہرگز کچہہ شبہہ مت کرو **وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا**
**مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ**
**عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ** ط اور کیا چیز مانع ہے تمکو کہ نہ کہاؤ اُس ذبیحہ
سے کہ لیا گیا ہے اللہ کا نام اُسپر اور بیشک اللہ نے تفصیل بیان کردی تمہارے لئے اُس
چیز کی جو حرام کی ہے تم پر مگر اُس میں بہی وہ حلال ہے جس کے کہانے پر تم مجبور ہو جاؤ **ف**
یعنی جب اللہ نے حرام چیزون کی تفصیل تمپر ظاہر کردی اور اُن کو بہی ضرورت اور مجبوری کے وقت
تمہارے لیئے جائز کردیا پہر کیا وجہ ہے کہ تم اُن حلال جانورون کے کہانے مین شک کرو جن پر اللہ کا نام
لیا گیا ہو۔ اس آیت مین اللہ نے نہایت تاکید سے حکم کیا کہ جو حلال جانور اللہ کے نام پر ذبح
کئے جائین اُن کے کہانے مین وسواس نہ لاؤ اور کافرون کے طعن کا ہرگز خیال مت کرو اسلیئے
کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ اُن کی باتین بے دلیل ہین مفسرین کا اختلاف ہے

کہ اس سے پہلے اللہ نے حرام چیزون کی تفصیل کہان بیان کی ہی جسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہے بعض کا قول ہے کہ اس سے سورۂ مائدہ کی آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ الخ مراد ہے مگر اس قول مین یہ شبہہ ہے کہ سورۂ انعام کی سورت ہے اور سورۂ مائدہ مدنی ہے جو اس کے بعد نازل ہوئی ہے اور بعض کا قول ہے کہ آیت قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ الخ مراد ہے جو اسی سورت مین بہت قریب آنے والی ہے اور بعض کا قول ہے کہ اللہ نے حرام چیزون کی تفصیل پر ایسی وحی کے ذریعہ سے رسول کو مطلع کیا تھا جو قرآن مین مذکور نہین **وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ٥** اور بیشک بہت سے لوگ البتہ بہکاتے ہین اپنے خیالات پر بغیر علم کے بیشک تیرا رب وہ خوب جاننے والا ہے سرکشون کو **ف** یعنی کفار جو یہ شبہہ پیش کرتے ہین کہ مسلمان اللہ کے مارے ہوئے جانور کو یعنی مردار کو حرام جانتے ہین اور اپنے ذبح کیے ہوئے کو حلال کہتے ہین وہ اپنے خیالات سے جو محض بے دلیل ہین اور کسی دلیل سے اُن کا علم حاصل نہین ہوا ہے مسلمانون کو بہکاتے ہین اور ذبیحہ کو حرام اور مردار کو حلال کہتے ہین اللہ سرکشون کو خوب جانتا ہے ضرور اس سرکشی کے عذاب مین مبتلا کریگا - تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ اس آیت سے یہہ ثابت ہوا کہ امور دین مین کسی کی تقلید کرنا حرام ہے اس لئے کہ تقلید مین بے دلیل دوسرے کا قول ماننا پڑتا ہے اور اس آیت سے ظاہر ہے کہ بے دلیل کسی کا قول ماننا حرام ہے مگر امام کے اس قول سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ عامی کو ائمہ مجتہدین کی تقلید جائز نہین اسلئے کہ ائمہ کا کوئی قول درحقیقت بے دلیل نہین اور عامی مقلد اگرچہ اُن کی دلیل نہین جانتا مگر اسکو یہہ یقین کر لینا چاہیے کہ اُن کے سب اقوال شرعی دلیلون کے ساتھ مدلل ہین لیس یہہ قول صاحب تفسیر کبیر کا اُن بدعات اور رسوم کی نسبت ہے جو اپنی طرف سے عوام نے محض بے دلیل نکال لیے ہین اُن بدعات مین کسی کی تقلید بیجا ہے **وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ٥**

اور چھوڑ دو کھلے ہوئے گناہ کو اور چھپے ہوئے گناہ کو بیشک جو لوگ گناہ کرتے ہین جلد بدلا پاوینگے اُس گناہ کا
جسکو وہ اختیار کرتے ہین **ف** ظاہر گناہ سے وہ گناہ مراد ہین جو چھپا کے نہ کیے جاوین علانیہ کیے جاوین
اور بعض کے نزدیک ظاہر گناہ سے وہ گناہ مراد ہین جو ہاتھ و پانؤن سے کیے جاوین اور منجملہ اُنکے مردار کا
کھانا بھی ہے اور چھپے ہوئے گناہون سے وہ گناہ مراد ہین جو چھپا کر کیے جاوین اور بعض کے نزدیک چھپے ہوئے
گناہون سے صرف دل کے گناہ مراد ہین اور جو حلال جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اُسکی حلت مین دل مین
شبہہ سمجھنا بھی اسی قسم مین شامل ہے مقصود یہ ہے کہ ہر قسم کے گناہ چھوڑ دو اور جو لوگ گناہ کے مرتکب
ہون گے وہ آخرت مین اپنے گناہون کا بدلا پاوین گے جسکا وقت بہت جلد آنے والا ہے چونکہ گناہ کے
ظاہر کرنے مین زیادہ برائی ہے اسلیے اللہ نے اُسکو اول ذکر کیا وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ
اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ؕ اور مت کھاؤ اس جانور مین سے جس پر اللہ کا
نام نہین لیا گیا اور بیشک کھانا اُسکا فسق ہے **ف** یعنی جو جانور اللہ کے نام پر ذبح نہین کیے گئے
اُن کو ہرگز مت کھاؤ اُنکا کھانا بڑا گناہ ہے اگرچہ اس آیت سے یہ ظاہر ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام
نہ لیا جاوے وہ حرام ہے مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان ذبح کرے اور
اللہ کا نام لینا بھول جاوے تو وہ جانور بھی اسی حکم مین ہے کہ گویا اللہ کا نام اُس پر لیا گیا اسلیے کہ ذبح کرنے
والے نے قصداً اللہ کا ذکر نہین چھوڑا اور اس آیت مین لم یذکر سے وہ صورت مراد ہے جسمین قصداً ذکر چھوڑا
جاوے امام مالک رح سے ایک روایت یہ ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہین لیا گیا خواہ سہواً ہو یا عمداً اُسکا کھانا
جائز نہین مگر دوسری روایت یہ ہے کہ اُنکا قول بھی امام ابو حنیفہؒ کے قول سے مطابق ہے۔ خفاجی نے
حاشیہ بیضاوی مین لکھا ہے کہ اگرچہ شرح ہدایہ مین یہ مذکور ہے کہ امام مالک رح بھول جانے کی صورت مین
بھی ذبیحہ کو حرام جانتے ہین مگر کتاب انتصاف مین جسکا مصنف ائمہ مالکیہ مین سے ہے یہ لکھا ہے کہ اس
باب مین امام مالک کا قول وہی ہے جو امام ابو حنیفہ کا قول ہے امام شافعی کا قول یہ ہے کہ مسلمان اگر عمداً بھی

بھی ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لے تب بھی اس آیت کی نہی مین شامل نہین اسلیئے کہ اُس کے دل مین اللہ کا
نام ہے اور وہ اس آیت کا ترجمہ یون کرتے ہین کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہین لیا گیا اُسکو ایسی حالت مین
مت کھاؤ جب کہ اُسکا کھانا فسق ہو اور فسق وہ اس صورت کو بتاتے ہین جب کہ غیر اللہ کا نام لیا جاوے اور
اور اگر مسلمان نے عمداً اللہ کا نام چھوڑا اور غیر اللہ کا نام بھی نہ لیا اس صورت کو وہ فسق نہین کہتے امام احمد سے
ایک روایت یہ ہے کہ وہ شافعی کے ساتھ ہین اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ ظاہر آیت کی بموجب بھولنے
کی صورت مین بھی جانور کو حلال نہین سمجھتے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کے ساتھ ہین —
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر کا قول یہ ہے کہ بھول جانے کی صورت مین ذبیحہ کے حلال ہونے پر اجماع ہے اور
جس نے اس قول کی مخالفت کی اُس نے حدیث اور اجماع کی مخالفت کی واللہ اعلم بالصواب —

وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ

اور بیشک شیاطین وسوسہ ڈالتے ہین اپنے دوستون کی طرف تاکہ جھگڑا کرین تمسے ف
یعنی شیاطین کافرون کے دلون مین یہ وسوسے ڈالتے ہین کہ وہ تمسے ذبیحہ کے مسئلہ مین جھگڑا کرین اور
یون کہین کہ تم مُردار کو نہین کھاتے جسکو خدا نے مارا ہے اور ذبیحہ کو کھاتے ہو جسکو تم نے خود مارا ہے ۔

وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ۵ اور اگر اطاعت کروگے تم اُن کی
تو بیشک مشرک ہو جاؤگے تم ۔ ف اسلئے کہ جو کوئی اللہ کی اطاعت چھوڑ کر غیر کی اطاعت اختیار
کرے اور غیر کا حکم دین مین مانے وہ مشرک ہوتا ہے

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ط

کیا جو شخص کہ مردہ تھا پھر ہمنے اُسکو زندہ کر دیا اور اُس کے لئے روشنی
بنادی جس سے وہ چلتا ہے آدمیون مین مثل اُس شخص کی ہے کہ حال اُسکا تاریکیون مین ہے اُن سے نکلنے والا
نہین ۔ ف اس آیت مین اللہ نے مومن اور کافر کی مثال بیان کی مومن کی مثال یہ ہے کہ پہلے وہ کافر تھا

اس سے کہ اسکا دل مردہ تھا پھر اُسکے دل کو اللہ نے نور ایمان سے زندہ کیا اور وہ اس روشنی کے ذریعہ سے چلتا ہے یعنی حق اور ناحق مین تمیز کرتا ہے اور کافر کی مثال یہہ ہے کہ وہ تاریکیون مین پھنسا ہوا ہے اُن سے نکل نہین سکتا اب اللہ پوچھتا ہے کہ کیا اُن دونون کی حالت ایک ہی ہے مطلب یہ ہے کہ ہرگز ایکسی نہین ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بعض کا قول یہ ہے کہ اس آیت مین روشنی پانے والے سے حضرت عمرؓ مراد ہین اور ایک قول یہ ہے کہ عمار بن یاسرؓ مراد ہین اور تاریکی مین پھنسنے والے سے ابوجہل مراد ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ آیت کسی خاص مومن یا خاص کافر کے لیے نہین بلکہ ہر مومن اور کافر کی مثال ہے کَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اسی طرح سنوارے گئے ہین کافرون کے لیے وہ کام جو وہ کرتے ہین ف یعنی جسطرح مومنین پر سے ایمان کی خوبیان ظاہر کردین اسی طرح کافرون کی نگاہون مین کفر کو اچھا بنا دیا ہے یا کذلک کا اشارہ وحی شیاطین کی طرف ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے یعنی جسطرح شیاطین کافرون کے دل مین وسوسے ڈالتے ہین اُنہین وسوسون کی مطابق عمل کرنے کو اُن کی نگاہون مین اچھا ظاہر کر دیتے ہین وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا ط اور اسی طرح بنا دیے ہمنے ہر بستی مین بڑے اُس بستی کے مجرم تاکہ اُس مین فساد کرین ف یعنی جسطرح ہمنے مکہ کے سردارون کو اسلام کا مخالف اور رسول کا دشمن بنا دیا اسی طرح ہم ہر بستی کے سردارون کو اُس بستی کے مجرم بنا دیتے ہین تاکہ اسمین فساد کرین ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر یون نقل کی ہے کہ ہم شریر لوگون کو سردار بنا دیتے ہین وہ اُس بستی مین سرکشی کرتے ہین اور جب اُن کی سرکشی بڑھتی ہے تو ہم عذاب بھیج کر ہلاک کر دیتے ہین تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ زجاج نے یہ لکھا ہے کہ سردارون کو مجرم اسلیے بنایا جاتا ہے کہ وہ اپنی ریاست اور سرداری کی وجہ سے فساد کی قوت بہت رکھتے ہین اور لوگون کے بہکانے مین اُن کا اثر زیادہ پڑتا ہے اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا کی دولتمندی اور سرداری اکثر وبال آخرت کا باعث ہوتی ہے وَمَا يَمْكُرُونَ

إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ اور نہیں فساد کرتے ہیں وہ مگر اپنی جانوں کے ساتھ
اور نہیں سمجھتے ف یعنی اُنکے فساد کا وبال انہیں پر عائد ہوتا ہے مگر وہ اس نتیجہ کو نہیں سمجھتے
وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا
أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ط اور جب کہ آتی تھی اُن کے پاس کوئی نشانی تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان
نہ لاوینگے یہاں تک کہ دیے جاویں ہم اُسی طرح کہ دیے گئے اللہ کے رسول ف یعنی جب اُن کے
سامنے کوئی دلیل مثبت رسالت یا کوئی قرآن کی آیت پیش ہوتی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اُسوقت تک
ایمان نہ لاوینگے جب تک کہ ہمارے پاس بھی اُسی طرح وحی نہ آوے جیسے کہ اللہ کے رسولوں کے پاس آتی
ہے۔ مطلب اُن کا یہ تھا کہ جسطرح رسولوں کے پاس فرشتے اللہ کا پیغام لاتے ہیں ہمارے پاس بھی
لاویں گے اور جو مرتبہ رسالت کا رسولوں کو حاصل ہے وہ ہمکو بھی حاصل ہو جاوے اور جب تک یہ نہ ہوگا
ہم ایمان نہ لاویں گے اور کسی اور رسول کے تابع نہ بنینگے ف بعض بزرگوں کا قول ہے کہ رُسُلُ اللّٰہِ پر
وقف کرے اور یہاں اللہ کے دونوں ناموں کے بیچ میں دعا مانگے تو وہ مقبول ہوتی ہے اَللّٰهُ أَعْلَمُ
حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ط اللہ خوب جاننے والا ہے کہ کہاں مقرر کرے اپنی رسالت ف
یعنی رسول مقرر کرنا اللہ کا کام ہے اللہ خوب جانتا ہے کہ کسکو رسول مقرر کرے پس وہ جو رسول بننے کی
تمنا کرتے ہیں محض فضول ہے اس لیے کہ رسالت شرافت نسب یا مال سے نہیں ملتی بلکہ اللہ کے
فضل سے ملتی ہے سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِندَ اللَّهِ
وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ۝ جلد پہونچے گی اُن کو
جنہوں نے جرم کیا ذلت اللہ کے پاس اور عذاب سخت اس سبب سے کہ وہ فساد کرتے تھے۔
ف یعنی دنیا میں وہ سردار ہیں اور آخرت میں حقیر اور ذلیل ہوں گے فَمَن يُرِدِ اللَّهُ
أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَن يُرِدْ

أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ

توجسکو چاہتا ہے اللہ ہدایت کرنا کھولتا ہے سینہ اُسکا اسلام کے لئے اور جسکو چاہتا ہے گمراہ کرنا بنا دیتا ہے سینہ اُسکا تنگ بند گویا کہ چڑہتا ہے آسمان مین **ف** یعنی اللہ جسکو ہدایت کرنا چاہتا ہے اُسکا سینہ اسلام کے لئے کھولدیتا ہے یعنی اُس کے دل مین حق کے قبول کرنے کی صلاحیت دیتا ہے اور ایمان کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ ابن جریر اور حاکم اور بیہقی وغیرہ نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی گئی تھی کہ سینہ کُھلنے سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ مومن کے دل مین نور ڈالدیتا ہے جس سے اُسکا قلب کُھل جاتا ہے صحابہ نے پوچھا کہ اس کی کوئی نشانی بھی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکی علامت یہ ہے کہ وہ جنت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دنیا سے نفرت کرتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے اُسکا سامان کر لیتا ہے اور اسکے مقابلہ مین اللہ نے فرمایا کہ اللہ جسکو گمراہ کرنا چاہتا ہے اُسکے سینہ کو تنگ اور بند کر دیتا ہے یعنی اُسمین صلاحیت حق کے سمجھنے کی اُن مین نہین ہوتی اور ایمان کا قبول کرنا اُسکو ایسا دشوار معلوم ہوتا ہے جیسے آسمان پر چڑھنا دشوار ہوتا ہے ابن کثیر نے ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ کافر کے دل مین جو ایمان کے جانے کا راستہ نہین ہوتا اُسکی مثال اللہ نے یون بیان کی ہے کہ کافر کو ایمان کا قبول کرنا ایسا مشکل ہوتا ہے جیسا آسمان پر چڑھنا مشکل ہے یہی قول ابن عباسؓ وغیرہ سے بھی ابن کثیر نے نقل کیا ہے كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ اسی طرح ڈالتا ہے اللہ ناپاکی اُن پر جو ایمان نہین لاتے **ف** یعنی جسطرح اللہ کافرون کے دل کو حق کے قبول کرنے سے تنگ کر دیتا ہے اسی طرح بُرائی کو داخل کر دیتا ہے یعنی اُن کے دل کو اللہ ایسا بناتا ہے کہ اُسمین ایمان کی گنجایش نہین ہوتی کفر کی گنجایش ہوتی ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن ابی طلحہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رجس سے مراد شیطان ہے اور مجاہد کا قول ہے کہ رجس وہ ہے جسمین کوئی بھلائی نہو اور عبدالرحمن بن زید کا

قول ہے کہ جس سے عذاب مراد ہے وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ط اور یہی
راستہ تیرے رب کا سیدھا ف ہذا کا اشارہ قرآن یا دین اسلام کی طرف ہے رب کا راستہ
اسلئے کہا کہ رب کو یہ راستہ پسند ہے پس بسبب شرافت کے اس راستے کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا۔
قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ بیشک مفصل بیان کر دین ہمنے
نشانیان ایسے گروہ کے لیے جو نصیحت مانتے ہین۔ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ
وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اُن کے لئے سلامتی کا گھر ہے اُن کے
رب کے پاس اور وہ اُن کا دوست ہے بسبب اُن کے اعمال کے ف یعنی جو لوگ قرآن کی نصیحت
ماننے والے ہین اُن کے لیے اللہ نے جنت تیار کی ہے اور اُن کے اعمال کی وجہ سے اللہ اُن کا
دوست یا مددگار یا کارساز ہے ولی کے یہی تینوں معنی ہین اور سب بیان مناسب ہین وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ
جَمِيْعًا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ج
اور جس دن اُٹھاوے گا اللہ اُن سب کو (کہے گا) اے جنون کے گروہ تم نے بڑا لشکر بنا لیا انسانوں سے
ف جن سے مراد شیاطین ہین یعنی قیامت کے دن اللہ سب شیطانون اور سب آدمیون کو
اُٹھاوے گا اور شیطانون سے کہے گا کہ تم نے بہکا کر بہت سے آدمی اپنے تابعدار بنا لئے اور بڑا
لشکر آدمیون کا اپنے ساتھ کر لیا وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ
بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ط اور کہین گے
شیطانون کے دوست آدمیون مین سے اے ہمارے رب فائدہ لیا ہمارے بعضون نے بعضون کے ساتھ
اور پہونچ گئے ہم اُس میعاد کو جو مقرر کی تھی تو نے ہمارے لئے ف یعنی آدمیون مین جو شیطانون
کے دوست تھے وہ یون کہین گے کہ اے اللہ ہم نے آپس مین بعض نے بعض سے فائدہ لیا یعنی شیطانون
نے آدمیون سے فائدہ لیا اور آدمیون نے شیطانون سے فائدہ لیا اسی حالت مین ہمارا وعدہ پورا گیا اور

موت کا وقت جو تو نے ہمارے لیئے مقرر کیا تہا اُسوقت مین ہم پہونچ گئے یا قیامت کے دن جو ہمارے حساب کے لیئے تو نے مقرر کیا تہا اُسوقت مین پہونچ گئے شیطانون کا آدمیون سے فائدہ لینا یہ تہا کہ شیطانون کا مقتضاے طبیعت یہہ تہا کہ مخلوق کو اللہ کے راستے سے بہکادین اور گمراہ بناوین اسی بہکانے کی اُن کو خواہش تہی اس خواہش کو اُنہون نے آدمیون کو بہکا کر پورا کر لیا اور آدمیون کا شیطانون سے فائدہ لینا یہہ تہا کہ شیطانون نے انسانون کے دل مین ایسے وسوسے ڈالے جو انسانون کی نفسانی خواہشون کی مطابق تہے پس آدمیون نے اپنی لذتین حاصل کرنے مین شیطانون سے یہ فائدہ پایا کہ شیاطین نے اپنے وسوسون سے اُن لذتون کی طرف اُنہین مائل کیا اور اُن کے حاصل کرنے مین مدد دی اس جواب مین انسانون نے اپنی خطا کا اقرار کیا کہ بیشک ہمنے شیطانون کی اطاعت کی قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط کہیگا اللہ کہ دوزخ تمہارا ٹہکانا ہے تم ہمیشہ اسی مین رہو گے مگر جسکو چاہے اللہ ف یہ خطاب شیطان سے دوستون سے ہے اُنہین کافر ہی ہین اور وہ مسلمان بہی ہین جو شیطان کے بہکانے سے گناہون مین مبتلا ہوئے پس ہمیشہ عذاب مین رہنے والے کافر ہین اور مسلمان گنہگارون کو جب تک اللہ چاہے عذاب مین رکہے پہر وہان سے نکالے گا معنی اس آیت کے بہت صاف ہین لیکن اکثر مفسرین نے یہ خطاب کافرون سے مختص سمجہا ہے اُن کو اس آیت کی تفسیر مین یہ مشکل پیش آئی کہ کفار کا ہمیشہ دوزخ مین رہنا یقینی طور پر ثابت ہوچکا ہے پہر اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ کا استثنا کیسے صحیح ہوگا اسکا جواب یہہ ہے کہ آگ سے نکلنا اُن کا اللہ کی مرضی پر موقوف ہے مگر دوسری آیتون سے معلوم ہوچکا ہے کہ اللہ ایسا کبہی نہین چاہے گا اور بعض نے یہہ تاویل کی ہے کہ معنی آیت کے یہ ہین کہ (تمہارا ٹہکانا آگ مین ہے مگر جب چاہے اللہ) یعنی جب اللہ چاہے گا آگ سے نکالکر سردی کے عذاب مین مبتلا کریگا۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ بیشک تیرا رب حکمت والا ہے جاننے والا ہے ف کافرون کا ہمیشہ عذاب مین رکہنا بہی اُسکی

حکمت کا مقتضی ہے اور وہ جن وانس کے اعمال کو جاننے والا ہے وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي
بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝
اور اسی طرح مسلط کر دیتے ہین ہم بعضے ظالمون کو بعض پر **ف** یعنی جسطرح کافر آدمیون پر
ہمنے شیاطین جن کو مسلط کر دیا اسی طرح ہم ظالمون پر ظالمون کو مسلط کر دیتے ہین یہ شامت اُن کے
اعمال بد کی ہوتی ہے يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ
يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ط
اے گروہ جن کے اور آدمیون کے کیا نہین آئے تھے تمہارے پاس رسول جو تم مین سے تھے پڑہتے
تھے تم پر میری آیتین اور ڈراتے تھے تمکو تمہارے اس دن کے آنے سے **ف** اللہ کفار جن و
انس سے مخاطب ہو کر پوچھے گا کہ کیا تمہارے پاس ایسے رسول نہین آئے تھے جو تمہاری جنس کے تھے
اور تمکو ہماری آیتین سناتے تھے اور قیامت کے دن سے ڈراتے تھے **ف** چونکہ سب رسول
آدمی ہوئے کوئی جن رسول نہین ہوا اور اس آیت مین خطاب جن وانس دونون کے مجموعے سے ہے
پس مراد یہ ہے کہ آدمیون مین اللہ کے رسول تھے اور جنون مین وہ جن رسول تھے جنکو انبیا نے اُن کی
ہدایت کے لیے اپنی طرف سے مقرر کیا تہا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنفُسِنَا ۖ وَ
غَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ
كَانُوا كَافِرِينَ ۝ کہا اُنہون نے گواہی دیتے ہین ہم اپنی جانون پر اور دہوکے مین
ڈالا اُن کو زندگانی دنیا نے اور اقرار کیا اُنہون نے اپنی جانون پر کہ وہ کافر تہے **ف** یعنی
جن وانس جواب مین کہین گے کہ ہم خود اپنے اوپر گواہی دیتے ہین کہ رسول آئے مگر ہم نے رسولون کا
کہنا نمانا یہ اُنکی شہادت بطور حکایت کے اللہ نے نقل کی اُسکے بعد اللہ فرماتا ہے کہ ان کافرون کو دنیا
کی زندگی نے دہوکا دیا جسکا انجام یہ ہوا کہ اُن کو خود اپنے کافر ہونے اور مستوجب عذاب ہونے کا اقرار

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا
غٰفِلُوْنَ ۵ یہ اسلیئے ہے کہ نہو وے تیرا رب ہلاک کرنے والا بستیون کا ظلم سے بدلے
ایسی حالت مین کہ اُن بستیون کے لوگ غافل ہون **ف** یعنی رسولون کو بھیجکر حجت تمام کر دینا
اسلیئے ہے کہ اللہ بستیون کو ایسے ظلم کی سزا مین ہلاک نکرے جس ظلم کی اُن بستی والون کو خبر بھی نہو یعنی پیغمبرون
نے حق و باطل کا فرق اُن کے سامنے بیان نکیا ہو اور اللہ کے نزدیک جو کام بُرے ہین اُن کی خبر
اُن کو نہ سنادی ہو حاصل یہ ہوا کہ اللہ رسولون کو بھیجکر اول اپنی حجت تمام کر لیتا ہے اُسکے بعد اُن لوگون پر
جنہون نے رسولون کی ہدایت نمانی عذاب نازل کرتا ہے وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا
وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۵ اور ہر ایک کے لیئے درجے ہون گے
اُسی قسم سے جو عمل کیئے ہون گے اُنہون نے اور تیرا رب اُن کے اعمال سے غافل نہین **ف**
یعنی ثواب یا عذاب سب کے لیئے برابر نہوگا بلکہ ہر ہر شخص کو اُسکے اعمال کی مطابق بدلا ملے گا اللہ اُن کے
اعمال سے غافل نہین وہ خوب جانتا ہے کہ کسکا عمل کسقدر ثواب یا عذاب دینے کی لائق ہے - وَ
رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ط اور تیرا رب بے پروا ہے رحمت والا - **ف** غنی سے مراد
یہ ہے کہ اللہ کو مخلوق کی طرف سے کسی قسم کی احتیاج نہین بلکہ تمام مخلوق اپنی حاجتون مین اُسی کی محتاج
ہے پس مخلوق کے حسن اعمال کی اُسکو کوئی حاجت نہین بلکہ نیک اعمال کا نتیجہ بندون ہی کے واسطے ہے
اور باوجود غنی ہونے کے بھی اللہ رحمت والا ہے فوراً سزا نہین دیتا بلکہ سوچنے اور سمجھنے کے لیئے دنیا مین
ہر شخص کو کچھ مہلت بھی دیتا ہے اور عذاب آخرت پر موقوف رکھتا ہے سمجھانے کے لیئے انبیا کا بھیجنا بھی
اُس کی رحمت ہے اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ
كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۵ اگر چاہے دور کر دے تمہین اور
جانشین بنادے تمہارے بعد جسکو چاہے جیسے کہ پیدا کیا تمکو اولاد سے اُسے گروہ کی کہ دوسرے تھے -

**ف** یعنی اے کفار کہ جسطرح اللہ کی یہہ قدرت ہے کہ ایک مخلوق کی نسل مین ایسی قوم پیدا کر دے
کہ وہ اپنی سیرت مین اصل کی مخالف ہو جیسے تمکو سرکش اور مفسد پیدا کیا اور وہ لوگ جنکی نسل سے تمکو پیدا کیا ہے
یعنی جو نوحؑ کے ساتھ کشتی مین سلامت بچ رہے تھے سرکش اور مفسد نہ تھے بلکہ مومن اور مطیع تھے اسی طرح
اللہ کو پھر بھی قدرت ہے کہ ایک قوم کو بالکل ہلاک کر دے اور اسکی نسل بالکل باقی نہ رہنے دے اور ان کی جگہ
اس زمین پر دوسری مخلوق جس قسم کی چاہے قائم کر دے پس اگر اللہ چاہتا تو تمھارے کفر کی سزا مین
تمکو ہلاک کر دیتا اور تمھاری جگہہ اور جو مخلوق چاہتا اسکو قائم کر دیتا اسلئے کہ اللہ غنی ہے اسکو کچھہ تمھاری جنس کی احتیاج
نہ تھی مگر باوجود قادر ہونے اور غنی ہونے کے اللہ نے ایسا نہ کیا اسلئے کہ وہ رحمت والا ہے پس تمکو سمجھنے
اور توبہ کرنے کے واسطے مہلت دی اور اپنے پیغمبر کو تمھارے سمجھانے کے لئے بھیجا اس آیت مین اللہ نے
ظاہر کیا کہ ہم کو یہہ بھی قدرت ہے کہ ایک قوم کو غارت کر دین اور اسکے نسل منقطع کر کے دوسری قوم
اسکی جگہہ قائم کر دین جو اپنی ذات مین پہلی قوم کے غیر ہو جسطرح ہمکو یہہ قدرت ہے کہ ایک قوم کو فنا کیے
دوسری قوم ایسی قائم کر دین جو ذات مین پہلی قوم کی غیر نہو بلکہ اپنی سیرت اور حقیقت مین مغائر ہو مثلاً کافرون کو
مومن اور مومنون سے کافر پیدا ہون اور تبدیل سیرت کی مثال مین اللہ نے انہین کافرون کی حالت بیان
کر دی جن سے خطاب تھا یعنی جیسے تم کافرون کو مثلے مومنون کی نسل سے پیدا کیا۔ اس آیت مین اللہ کے
غنی اور رحیم ہونے کی صفت ایسے موقع پر بیان ہوئی ہے کہ اسکو ماقبل سے بھی تعلق ہے اور مابعد سے
بھی ربط ہے اور کمال بھی یہی ہے کہ باوجود بے پروا ہونے کے رحم کرے ورنہ جس سے کچھہ غرض
ہوتی ہے اسپر ہر کوئی رحم کرتا ہے **اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ** ۝ بیشک جو کچھہ تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ضرور آنے والا ہے اور نہین تم عاجز
کرنے والے **ف** یعنی قیامت کو کافرون پر عذاب ہونے کی جو خبر دی گئی ہے وہ وقت
ضرور آنے والا ہے اور تمھاری بھہ مجال نہو گی کہ تم اللہ کو عذاب کرنے سے عاجز کر دو **قُلْ**

يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ
مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

تو کہدے کہ اے قوم تم عمل کرتے رہو اپنی حالت پر مین بھی عمل کرنے والا ہون اب جلد جان لوگے کہ وہ
کون ہے جسکے لیے مفید ہوگا انجام اس دار کا بیشک مراد نہ پاوینگے ظالم ف یہ بظاہر حکم کی صورت ہے
اور مقصود خوف دلانا ہے دار سے دار دنیا مراد ہے اور عاقبت سے مراد حسن انجام ہے یعنی اے پیغمبر تو
کافرون سے کہدے کہ تم اپنی کفر کی حالت پر قائم رہو اور مین اپنی حالت پر قائم ہون اب چند روز مین تم کو
کہ ہم دونون مین وہ کون ہے جو کامیاب ہوا ظالم ہرگز کامیاب نہین ہوتے اسلیے تمھین نامراد ہوگے ف
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اللہ نے اس وعدہ کو اپنے رسول کے لیے پورا کیا اور تمام جزیرہ عرب اور یمن اور
بحرین اُن کے قبضہ مین آگیا اور اُنکے بعد خلفا کے زمانے مین جو فتوحات ہوئین وہ سب کو معلوم ہین -

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا
هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ

اور کیا اُنھون نے اللہ کے لیے
اُسمین سے جو پیدا کیا ہے اللہ نے کھیتی مین سے اور جانورون مین سے حصہ تو کہا اُنھون نے یہ
اللہ کے لیے ہے اپنے گمان مین اور یہ ہمارے شریکون کے لیے ہے ف
یعنی کھیتی اور زراعت اللہ نے پیدا کی ہے مگر مشرکین مکہ ایسے جاہل تھے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزون مین بھی اللہ
کے ساتھ بتون کو شریک کرتے تھے اور کھیتی اور جانورون مین سے کچھ حصہ اللہ کے لیے مقرر کرتے تھے
جنکو انھون نے اپنی طرف سے اللہ کا شریک فرض کیا تھا اللہ کے واسطے جو حصہ سمجھتے تھے وہ صرف
اُن کے گمان کی بات تھی اللہ اُسکو قبول نہین کرتا تھا اسلیے کہ اللہ کے مقابلے مین بتون کا بھی حصہ موجود
تھا

فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ
فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

پس جو اُن کے شریکون کے لئے ہے وہ نہین پہونچتا اللہ تک اور جو اللہ کے لئے ہے وہ پہونچتا ہے اون کے
شریکون تک بُرا ہے جو وہ حکم کرتے ہین **ف** یعنی اس شرک سے بڑھکر اُن مین دوسری خرابی یہ ہے
کہ وہ بتون کے حصہ کو اللہ کے حصہ پر ترجیح دیتے ہین یعنی جو حصہ بتون کے لئے ہوتا ہے اُسمین سے کچھ اللہ کی طرف
نہین پہونچتا مثلاً کچھ اناج بتون کے حصہ مین سے اللہ کے حصہ مین شامل ہو جاوے تو فوراً اُسکو نکالکر بتون کے
حصہ مین پھر شامل کر دیتے ہین یہ گوارا نہین کرتے کہ بتون کے حصہ سے کچھ کم ہوکر اللہ کے حصہ مین آجاوے
اور جو اللہ کا حصہ ہے اُسمین سے بتون کی طرف پہونچ جاتا تھے اُسکو گوارا کر لیتے ہین اور بتون کے حصہ مین
نکالکر اللہ کے حصہ مین نہین ملاتے تھے ابن کثیر نے ابن عباس اور مجاہد اور قتادہ اور سدی سے اس آیت کی
تفسیر مین یہی قول نقل کیا ہے اور تفسیر بیضاوی مین لکھا ہے کہ اللہ کی قربانی کے لئے جو جانور مقرر کرتے تھے
اُسمین سے اگر کوئی جانور عمدہ ہوتا تو اُسکو بتون کے واسطے کر دیتے مگر بتون کی قربانی کے جانورون مین جو عمدہ
ہوتا اُسکو اللہ کے لئے نہ کرتے وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ
أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ
دِينَهُمْ ط اور اسی طرح اچھا بنایا ہے بہتون کے لئے مشرکون مین سے اپنی اولاد کو قتل کرنا اُن کے شریکون
نے تاکہ اُنکو ہلاک کر دین اور تاکہ آمیزش کر دین اُن پر اُن کے دین مین **ف** شریکون سے مراد شیاطین
ہین اللہ کا شریک اُن کو اسلئے کہا کہ مشرکین اللہ کی اطاعت چھوڑکر اُن کی اطاعت کرتے تھے اور مشرکون کی
طرف شرکا کی اضافت اسلئے کی کہ اُن مشرکون نے اُن کو اللہ کا شریک بنایا تھا مطلب یہ ہے کہ جسطرح مشرکین
کھیتی مین اور قربانی کے جانورون مین اللہ کے ساتھ بتون کو شریک کرتے ہین اسی طرح شیاطین نے
مشرکین کے دلون مین وسوسے ڈالکر قتل اولاد کی خوبی ظاہر کر دی ہے چنانچہ مشرکین اپنی اولاد کو قتل کرنا
اچھا سمجھتے تھے بعضے مفلسی کے خوف سے اپنے بچون کو قتل کر دیتے تھے بعضے لڑکیون کو عار کی وجہ سے
زندہ درگور کرتے تھے بعضے بتون کے نام پر اپنے بچون کو قربانی کرتے تھے یہ وسوسے شیاطین اُن کے

دلون مین اسلیے ڈالتے تھے کہ اُن کو ہلاک کر دین یعنی مستحق عذاب جہنم بنا دین اور اُن پر اُن کے دین مین آمیزش کر دین یعنی مشرکین عرب جو اپنے آپ کو حضرت اسمعیل کے دین پر بتاتے تھے اُن کے دین مین مخالف باتین یعنی قتل اولاد جیسا کہ شیاطین نے جسطرح اُس دین مین شرک شامل کر دیا تھا اسی طرح قتل اولاد بھی شامل کر دیا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۵

اور اگر چاہتا اللہ تو وہ ایسا نکرتے پس چھوڑ دے تو اُن کو اور اُن کے افترا باندھنے کو ف

یعنی اگر اللہ چاہتا کہ وہ شرک مین اور قتل اولاد مین مبتلا نہون تو وہ اِن حرکتون مین مبتلا نہوتے اللہ نے اُن کو گمراہ بنایا اسی وجہ سے اُنہون نے شیاطین کی اطاعت اختیار کی جو کچھ وہ کرتے ہین مشیت الٰہی کی مطابق کرتے ہین پس تو اُنکو اور اُن کے افتراؤن کو چھوڑ دے یعنی رنج مت کر کہ تقدیر الٰہی اسی طرح ہے اور آخرت مین اُنکا ٹھکانا جہنم ہے اُن کے افترا یہ تھے کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ نے شرک کرنے کا اور قتل اولاد کا حکم کیا ہے وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ اور کہا اُنہون نے یہ جانور اور کھیتی اچھوتے ہین کوئی نہین کھا سکتا انھین مگر جسکو ہم چاہین اپنے گمان مین ف یعنے جانورون کو وہ بتون کے واسطے معین کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اچھوتے ہو گئے کسی کو انکا کھانا جائز نہین مگر جسکو ہم چاہین وہی انکو کھاوے اور اس سے مراد بتون کے مجاور اور خدام تھے انھین کے واسطے اُن جانورون کا کھانا جائز جانتے تھے اور اُن کے سوا سب پر حرام سمجھتے تھے یہ بات صرف اُن کے گمان کی تھی کوئی دلیل اُن کے پاس اسکی نہ تھی بجز رزق اللہ نے سب کے لئے پیدا کیا ہے وہ کسی کے لیے حلال ہو اور کسی کے لئے حرام ہو۔ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا اور جانور ہین کہ حرام کی گئین ہین پیٹھین اُن کی۔ ف یعنی بعضے جانورون کو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اُن پر سواری کرنے کو حرام سمجھتے تھے وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اور جانور ہین کہ نہین لیتے نام اللہ کا اُن پر۔

ف یعنی بعضے جانورون کو بتون کے واسطے ذبح کرتے ہین اور اُن کے ذبح کے وقت اللہ کا نام ہی نہین لیتے ہین۔ اِفْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ بہتان باندھکر اللہ پر جلد سزا دیگا اُنھین اُسکی جو وہ افترا باندھتے ہین ف یعنی بعضے جانورون کو کسی کے لیے حلال اور کسی کے لیے حرام سمجھ لینا اور بعضے جانورون پر سواری ناجائز سمجھنا اور بعضے جانورون کے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لینا اُنھون نے اپنی طرف سے مقرر کرلیا ہے اور اللہ پر بہتان باندھتے ہین اور کہتے ہین کہ اللہ نے یہی حکم کیا ہے بہت جلد اللہ اس افترا کی اُنکو سزا دیگا وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ ۱۰ اور کہا اُنھون نے جو ان جانورون کے پیٹ مین ہے خالص ہے ہمارے مردون کے لیے اور حرام ہے ہماری بیبیون پر اور اگر مرجاوے تو وہ اسمین شریک ہین ف یعنی جن جانورون کو سائبہ اور بحیرہ بناتے تھے اُن کے بچے اگر زندہ پیدا ہوتے تو اُنکا گوشت فقط مرد کہاتے تھے عورتین نہ کہاتی تہین اور اگر مردہ پیدا ہوتے تو اُنکا گوشت عورت مرد سب کہاتے تھے ف مجمع البحار مین لکہا ہے کہ جو اونٹنی برابر دس مادہ بچے جنتی اُسکو سائبہ کہتے تھے پھر اُسپر سواری نہ کرتے تھے نہ اُسکا اون کاٹتے تھے نہ مہمان کے سوا اور کوئی اُسکا دودہ پیتا تھا پھر اگر اُس اونٹنی کے اور بچہ مادہ پیدا ہوتا تو اُسکو بحیرہ کہتے تھے اُسکا بھی وہی حکم ہوتا تھا جو اُس کی ماں کا ہوتا تھا۔ بحیرہ اور سائبہ کی تفسیر مین بعض اقوال اور بھی ہین سورۂ مائدہ مین اسکی تفصیل گذر چکی ہے۔ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ ۱۱ قریب ہے کہ سزا دیگا اللہ اُنکو اُن کے حکم لگانے کی بیشک اللہ حکمت والا ہے جاننے والا ہے ف یعنی اُنھون نے جو جھوٹے حکم اپنی طرف سے لگا رکھے ہین اللہ اُن کو جلد اس کی سزا دے گا اور اُن کا سزا دینا اللہ کے حکمت اور علم کا مقتضا ہے قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ

سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ
قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۞ بیشک نقصان اُٹھایا اُنھون نے کہ
قتل کیا اپنی اولاد کو حماقت سے بغیر علم کے اور حرام کرلیا اُسکو جو رزق دیا تھا اُنکو اللہ نے بُہتان باندھکر
اللہ پر بیشک گمراہ ہوئے وہ اور نہ ہوئے ہدایت پانے والے **ف** یعنی اُنھون نے بڑا نقصان
پایا جنھون نے نادانی سے اپنی اولاد کو قتل کیا یہ حرکت اُنھون نے علم نہونے کی وجہ سے کی یعنی انبیا کی
ہدایت سے اُنھون نے فیض حاصل نہین کیا اپنی رائے سے کام لیا جو سفاہت تھی اور اللہ کے
رزق کو جو حلال تھا اپنے طرف سے حرام کرلیا اور اللہ پر افترا باندھا بیشک وہ گمراہ ہوئے اور ہدایت
اُنکو نصیب نہوئی دنیا مین اُنھون نے یہ نقصان پایا کہ اپنی عزیز اولاد کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور اللہ کے
رزق سے محروم ہوئے اور آخرت مین اِن دونون گناہون پر سخت عذاب ہوگا۔ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ
جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ
وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ
مُتَشَابِهٍ اور وہ اللہ ایسا ہے جس نے پیدا کئے باغ جو چڑھائے جاتے ہین اور جو نہین
چڑھائے جاتے اور خرما اور کھیتی کہ رنگ برنگ ہین پھل اُن کے اور زیتون اور انار ملتے ہوئے اور نہ ملتے
ہوئے **ف** اب اللہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جن چیزون کو تم حرام کرلیتے ہو وہ سب اللہ نے آدمیون
کے نفع کے لئے پیدا کی ہین تم اُن کے حرام کرنے والے کون ہو چنانچہ اللہ فرماتا ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے
بعضے باغ ایسے پیدا کئے جو چڑھائے جاتے ہین یعنی اُنکی بیلین ٹٹیون پر چڑھائی جاتی ہین جیسے انگور کے
باغ اور بعضے باغ ایسے پیدا کئے جو چڑھائے نہین جاتے یعنی اُنکی بیلین نہین چلتین بلکہ خود بخود اپنے تنہ پر
سیدھے کھڑے ہوتے ہین یا زمین پر پڑے ہوتے ہین اور اللہ نے خرما کے درخت پیدا کئے اور کھیتی
پیدا کی جن کے پھل مختلف ہوتے ہین یعنی بعضے اچھے بعضے بُرے بعضے چھوٹے بعضے بڑے ان پھلون سے

ظاہرا کھیتی کے پہل مراد ہین اور خرما کے پہل اُس پر قیاس ہو سکتے ہین یا ہر ایک کے پہل مُراد ہین -
اور اللہ نے زیتون اور انار پیدا کئیے جو بعض صفتون مین باہم مشابہ ہین اور بعض مین مشابہت نہین رکہتے
مثلاً پتے زیتون اور انار کے صورت مین متشابہ ہین اور مزے دونون کے جُدا جُدا ہین - كُلُوا
مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۵ کہاؤ اُسکے پہل سے جب پہلے اور اُسکا حق ادا
کرو جس دن وہ کٹے اور حد سے مت بڑہو - بیشک اللہ دوست نہین رکہتا اسراف کرنے والون کو -
**ف** یعنی جس دن سے پہل ظاہر ہون اُسی دن سے مالک کو کہانا جائز ہے یہ ضرور نہین کہ پہل
کے پکنے کا انتظار کرے اُس سے پہلے نہ کہاوے اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ صدقہ دینے سے پہلے
اپنی کہیتی کا پہل کہالے اور کہیتی کٹنے کے دن جو حق ادا کرنے کا حکم ہوا اسکی تفسیر مین بخاری نے یہ لکہا ہے
کہ کہیتی کٹنے کے دن کچھ صدقہ دینے کا معمول تہا وہی مُراد ہے زکوۃ مراد نہین اسلئے کہ زکوۃ مدینہ مین
فرض ہوئی ہے اور یہ سورت مکی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ زکوۃ مُراد ہے اور اس سورت مین یہ آیت
مدنی ہے ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ابن جریر نے ابن عباس اور ابن حنفیہ اور ابراہیم نخعی اور حسن بصری وغیرہ
سے نقل کیا ہے کہ یہ صدقہ پہلے واجب تہا پہر دسوان حصہ جو کہیتی کی زکوۃ مقرر ہوئی اُس سے منسوخ ہو گیا
اور اسی قول کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور ابن کثیر نے لکہا ہے کہ یہ حقیقت مین نسخ نہین بلکہ جو صدقہ پہلے سے واجب تہا اُسی کو اللہ نے عشر مقدار بتا دی
وجوب نسخ نہین ہوا اور یہ جو اللہ نے فرمایا کہ حد سے مت بڑہو اس سے مقصود یہ ہے کہ پہلون کو کہاؤ مگر حد سے زیادہ مت کہاؤ جو
مضر بدن ہے اور اسراف ہو اور بعض کا قول یہ ہے کہ صدقہ دینے مین اسراف مت کرو ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ابن جریر نے
ابن جریج سے روایت کی ہے کہ قیس بن شماس نے ایک خرما کے درخت کے پہل توڑے اور یہ کہدیا کہ آج جو کوئی میرے پاس
آوے گا اُسے کہلاؤنگا چنانچہ شام تک اُس کے پاس ایک پہل بہی باقی نہ رہا اُسکے حق مین اللہ نے
یہ نازل کیا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ - اور ابن جریج نے عطا سے یہ نقل کیا ہے کہ اسراف ہر چیز مین

غ ہے وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا اور [پیدا کئے] چوپایون مین سے
اُٹھانے والے اور بچھنے والے۔ ف اٹھانے والے جانور وہ ہین جو بوجھ اُٹھاتے ہین
اور بچھنے والے وہ جانور ہین جو ذبح کے لیئے زمین پر گرائے جاتے ہین یا بچھنے والون سے وہ جانور
مراد ہین جن کے بالون سے یا کھال سے فرش بنائے جاتے ہین كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ
وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝
کھاؤ اُسمین سے کہ رزق دیا ہے تمکو اللہ نے اور پیروی مت کرو شیطان کے قدمون کی بیشک
وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے ف رزق سے مراد یہ ہے کہ جو جانور تمھارے لیئے حلال کردیئے
ہین اُنکو کھاؤ اور شیطان کی پیروی کرنے سے مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے حلال حرام مت بناؤ۔
ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ
آٹھ قسمین بھیڑ سے دو قسمین اور بکری سے دو قسمین ف یعنی جو جانور بوجھ اُٹھانے والے
اور بچھنے والے ہین وہ آٹھ قسم ہین یا مراد یہ ہے کہ آٹھ قسمین جانورون کی تمھارے لیئے پیدا
کئین یا مراد یہ ہے کہ ان آٹھ قسمون کو کھاؤ۔ اگرچہ حلال چوپائے ان آٹھ قسمون کے سوا اور بھی ہین
مگر اللہ نے صرف اُن آٹھ قسم کے چوپایون کا ذکر کیا جو سب مین اشرف ہین اور زیادہ تر استعمال مین ہین
اور انہین آٹھ مین سے بعض کو کفار عرب حرام کر لیا کرتے تھے آٹھ قسمون مین سے دو قسمین بھیڑ کی ہین یعنی ایک قسم نر
دوسری مادہ اور دو قسمین بکری کی ہین ایک قسم نر دوسری قسم مادہ اسی طرح دو قسمین اونٹ کی اور
دو قسمین گائے کی قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ
الْاُنْثَيَيْنِ ۭ تو کہدے کیا دونون نرون کو اللہ نے حرام کیا ہے یا دونون مادہ کو یا ان بچون کو
جنھین دونون مادہ کے رحم نے لے لیا ہے ف یعنی اے محمد جو کافر ان قسمون سے بعض کو
اپنے اوپر حرام کر لیتے ہین اور یون کہتے ہین کہ یہ حرام کرنا اللہ کے حکم کے مطابق ہے تو اُن سے پوچھ

کہ اللہ نے بھیڑ اور بکری کے دونون نر حرام کئے ہین یا اُن دونون کی مادہ حرام کی ہین اور تم جو کہتے ہو کہ
جو اِن چارپایون کے پیٹ مین ہے وہ مردون کے لیئے حلال ہے عورتون کے لیئے حرام ہے تو بتاؤ
کہ کیا اللہ نے بھیڑ بکری کے بچون کو جو اپنی ماؤن کے پیٹ مین ہون حرام کیا ہے نَبِّـُٔونِی بِعِلْمٍ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ بیان کرو مجھسے خبر اگر ہو تم سچے ف یعنی تم جو کبھی نر بھیڑ کو
کبھی مادہ بھیڑ کو کبھی نر بکری کو کبھی مادہ بکری کو کبھی بھیڑ کے بچے کو جو اپنی ماں کے پیٹ مین ہو کبھی بکری کے بچے کو
جو اپنی ماں کے پیٹ مین ہو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہو اور اسکو اللہ کا حکم بتاتے ہو تم اگر سچے ہو تو اسکی خبر مجھسے
ظاہر کرو کہ اللہ نے بھیڑ نر کو حرام کیا ہے یا بھیڑ کی مادہ کو حرام کیا یا بکری کے نر کو حرام کیا ہے یا بکری کی مادہ کو
حرام کیا ہے یا اُن دونون قسمون کے بچون کو حرام کیا ہے جو اپنی ماؤن کے پیٹ مین ہون وَمِنَ الْاِبِلِ
اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ ۚ اور اونٹ سے دو قسمین اور گائے سے دو قسمین ف
یعنی آٹھ قسم کے چارپایون مین سے باقی دو قسم اونٹ ہین یعنی نر اور مادہ اور دو قسم گائے ہین یعنی نر
اور مادہ یہ سب آٹھ قسمین ہوئین قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا
اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ۭ تو کہہ کیا دونو قسم کے نرون کو اللہ نے
حرام کیا ہے یا دونون قسم کی مادیون کو یا اسکو جسے گھیر لیا ہے رحم نے دونون مادیون کے ف
یعنی جو کافر بعضے جانورون کو حرام کر لیتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ اللہ کا حکم ہے اُن سے پوچھ کہ اللہ نے
اونٹ اور گائے کے نرون کو حرام کیا ہے یا اُن دونون کی مادیون کو حرام کیا یا اُن دونون قسمون کے
اُن بچون کو حرام کیا ہے جو اپنے ماؤن کے پیٹ مین ہین اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ
وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ کیا تم حاضر تھے جب حکم کیا تھا اللہ نے اسکا ف
یعنی یہ تمکو کیونکر معلوم ہوا کہ اللہ نے اِن مین سے بعض جانورون کو حرام کیا ہے کیا تم حاضر تھے جب اللہ نے
اِن مین سے کسی کو حرام کیا تھا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا لِّیُضِلَّ

النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط یعنی کون ظالم بڑھکر ہوگا اُس سے جس نے افترا کیا اللہ پر جھوٹا اسلیے
کہ بہکاوے آدمیون کو بغیر دلیل کے ف یعنی بڑا ظالم وہ ہے جس نے بغیر دلیل کے بعضے جانورونکو
حرام کردیا اور اللہ پر جھوٹا افترا کیا اور یہ اسلیے کیا کہ لوگون کو بہکا دے مراد اس سے کفار قریش کے
وہ سردار ہین جنھون نے دین انبیا کو بدلکر یہ احکام اپنی طرف سے نکالے اور لوگون کے بہکانے کے لیے
اللہ کی طرف منسوب کیے إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۵
بیشک اللہ ہدایت نہین کرتا ظالم گروہ کو ف یعنی کافرون کو اللہ نے ظالم پیدا کیا ہے اُن کو
کبھی ہدایت نہین کرے گا اسلیے کہ اُن کے لیے علم الٰہی مین مقرر ہو چکا ہے کہ آخرت مین انکا ٹھکانا جہنم ہے
اور جب ظالم کو ہدایت نصیب نہوگی تو اظلم کو بدرجۂ اولٰی نصیب نہوگی - تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ محققین کا قول ہے
جب ایک مباح چیز کو اپنی طرف سے حرام کر لینے پر اور اس حکم کو اللہ کی طرف منسوب کرنے پر ایسا وعید شدید
ہے تو لوگ بغیر دلیل کے مسائل مثل مسائل توحید اور معرفت ذات و صفات باری اور مسائل نبوت اور [illegible]
اختیار کرتے ہین اُن کا حال اس سے بھی بدتر ہے قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ
مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا
مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ
بِهِ ج تو کہدے کہ مین نہین پاتا اُس مین جو میری طرف وحی آئی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر
جو اُسے کھاوے مگر یہ کہ مردار ہو یا خون جاری یا سوئر کا گوشت بیشک وہ ناپاک ہے یا ہووے ایسا جسے
پڑھنا کہ آواز دی جاوے غیر اللہ کے لیے اُسپر ف یعنی محمد جو وحی آئی ہے اُسمین بحیرہ اور
سائبہ وغیرہ جن جانورون کو تم حرام کر لیتے ہو اُن کی حرمت کا حکم مین کسی کے لیے نہین پاتا البتہ چار چیزون کی
حرمت کا ذکر پاتا ہون ایک مردار جانور جو ذبح نہین ہوا دوسرے جاری خون تیسرے سوئر کا گوشت
چوتھے جس جانور پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جاوے جو بہت بڑا گناہ ہے اسی وجہ سے اُسکو فسق کہا

حاصل یہ ہوا کہ اللہ کی طرف سے جو وحی آئی ہے اُسمین ان چار چیزون کی حرمت کا ذکر ہے بحیرہ اور سائبہ کی حرمت کا ذکر نہین پھر تم اُن کی حرمت کو اللہ کا حکم کیون بتاتے ہو اِنُ چارون کی حرمت کی تفصیل سورۂ بقر مین اور مائدہ مین گذر چکی ہے دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہین اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی چیز کی حلت اور حرمت بغیر وحی کے نہین ہو سکتی یہان صرف اُس حرمت کا ذکر ہے جو جانورون کے گوشت سے متعلق ہے اور اسکے سوا جو نجاستین مثل خون اور پیشاب اور شراب کے حرام ہین اُنکی حرمت اور دلیلون سے ثابت ہوئی ہے جانورونکے گوشت مین قرآن مین اِنُ چارون چیزون کے سوا اور کی حرمت کا ذکر نہین یہ سورۂ انعام کی سورت ہے اسمین بھی انھین چارون کا ذکر ہے اسکے بعد جو مدنی سورتین نازل ہوئین مثلاً سورۂ بقر اور سورۂ مائدہ انھین بھی انھین چارون کا ذکر ہے اُسکے بعد اِنُ چارون کے سوا اور بعضے جانورون کی حرمت کا حکم بطور ایسی وحی کے نازل ہوا جو قرآن مین مذکور نہین چنانچہ مشکوٰۃ مین ابو داؤد سے ایک روایت نقل کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جیسا کہ قرآن مجھکو ملا ہے ویسی ہی اُسکی مثل اور بھی وحی ملی ہے قریب ہے کہ ایک زمانہ ایسا آویگا کہ پیٹ بھرے لوگ اپنی مسندون پر بیٹھے ہوے یون کہینگے کہ جو حلال حرام قرآن مین ہے اُسی کو مانو حالانکہ رسول نے جو حرام کیا ہے اُسکا حکم بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ نے حرام کیا ہو تم آگاہ ہو جاؤ کہ تم پر پلاؤ گدہے حلال نہین اور بعضے درندے جانور ناخن والے ہوتے ہین وہ بھی حلال نہین اور مسلم مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ناخن والے شکاری چوپائے اور پرند سب حرام ہین ابوداؤد اور ترمذی مین جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے اور بعضے جانورون کی حرمت اسطرح ثابت ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے جیسے سانپ اور کوا اور چوہا اور کتا اور گرگٹ تفصیل اسکی کتب فقہ مین مذکور ہے ۔ صحابہ کا یہ دستور تھا کہ جب تک کسی جانور کی حرمت کا حکم قرآن سے ثابت نہوا ہو اُسوقت تک آیۃ قُلْ لَّا اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ الخ سے استدلال کر کے اُسکی حلت کا فتویٰ دیا کرتے تھے اور حرام اُسی کو سمجھتے تھے

جسکی حرمت اِس آیت سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہوتی تھی چنانچہ امام احمد اور ابو داؤد نے قبیلہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین ابن عمرؓ کے پاس تھا کسی نے اُنسے خارپشت یعنی سیہی کے گوشت کا حکم پوچھا تو اِس کے جواب مین ابن عمرؓ نے یہی آیت قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَخ پڑھی ایک بوڑھا شخص اُنکے پاس بیٹھا تھا اُسنے کہا کہ مین نے ابو ہریرہ سے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خارپشت کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ منجملہ خبائث کے ایک خبیث چیز ہے تو ابن عمرؓ نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو بیشک یہی حکم ہے فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ پس جو شخص مجبور ہوا نہ طالب ہوا اور نہ حد سے بڑھنے والا ہوا تو بیشک تیرا رب بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ف یعنی جو کوئی بھوک کی حالت مین مجبور ہو کر حرام چیز کھا لے یہ غرض کر کے کہ اب لذت ہے اور ان حرام چیزون کو لذت حاصل کرنے کے لیے کھاتا ہو اور پھر بھی غور کرے وہ حد سے بڑھے اور ضرورت سے زیادہ کھا وے تو ایسے مجبور پر کوئی گناہ نہین اِس لیے کہ اللہ غفور و رحیم ہے وَعَلَى الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا کُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ ۚ اور یہود پر حرام کر دیا ہمنے ہر جانور ناخن والا۔ ف ناخن والے جانورون سے وہ جانور مراد ہین جنکے پاؤن مین کوئی شگاف نہو جیسے اونٹ اور شترمرغ اور مرغابی اور بط وغیرہ اور ابن کثیر نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ مچھلیان بھی اسی مین شامل ہین وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَایَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ اور گائے سے اور بکری سے حرام کی تھین ہمنے اُنپر چربیان دونون کی مگر وہ جسے اُٹھا رہی ہو اُنکی پیٹھ یا انتڑیان یا جو چیز لپٹی ہو ہڈی سے ف یعنی ناخن والے جانورون کا تو گوشت اور چربی کُل اُنپر حرام تھا اور گائے اور بکری کا گوشت تو اُنپر حرام نہ تھا چربی حرام تھی مگر تھوڑی چربی جو پیٹھ پر ہو یا آنتون مین ہو یا ہڈی مین لگی ہو حرام نہ تھی مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ جو چربی حرام تھی

وہ او جھڑی اور گردون کی چربی تھی خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین لکہا ہے کہ یہہ تفسیر صاحبین کے قول کی
مطابق ہے مگر امام ابوحنیفہؒ کا یہہ قول ہے کہ گاے کی پشت پر چربی نہین ہوتی اسلیئے اُنکے نزدیک اس آیت کے
معنی یہہ ہین کہ گاے بکری کی چربی حرام تھی مگر پیٹھہ پر کا گوشت اور آنتین اور جو گوشت ہڈی مین ملا ہو حلال تہا
یعنی اُنکے نزدیک اِلَّا مَا حَمَلَتْ کا استثنا منقطع ہے اور اس صورت مین یہہ ثابت ہوگا کہ پیٹھہ اور آنتون اور ہڈی کہ
ملے ہوے گوشت کے سوا اور گوشت بھی اُنپر حرام تھا اور چربی ہر جگہہ کی حرام تہی درحقیقت یہہ اختلاف امام ابوحنیفہؒ
اور صاحبین کا اس امر پر مبنی ہے کہ پشت پر جو چکنائی ہوتی ہے وہ امام صاحب کے نزدیک چربی نہین
بلکہ ایک قسم کا گوشت ہے اور صاحبین کے نزدیک وہ چربی مین شامل ہے اگر کوئی شخص قسم کہاوے
کہ مین چربی نہ کہاؤنگا تو پشت کی چکنائی کہانے سے امام صاحب کے نزدیک اُسکی قسم نہ ٹوٹے گی صاحبین کے
نزدیک ٹوٹ جاے گی ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصٰدِقُوْنَ
یہہ سزا دی ہم نے اُنھین اُن کی سرکشی کی وجہہ سے اور بیشک ہم سچے ہین ف یعنی ہم نے جو اُن پر
اتنی سختی کردی تھی اور بعضی لذیذ چیزین جو تمہارے واسطے حلال ہین اُن کے لیئے حرام کردی تھین یہہ یہود
کے ظلم اور سرکشی کی سزا تھی اور ہم خبر دیتے ہین اور وعدہ اور وعید مین سچے ہین یہہ خبر جو ہمنے بیان کی یہہ بھی
سچی ہے اور جو آخرت کے وعدہ اور وعید ذکر کیئے ہین وہ بھی سچے ہین فَإِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ
رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ
الْمُجْرِمِيْنَ ۝ پہر اگر تیری تکذیب کرین تو تو کہدے کہ تمہارا رب بڑی رحمت والا ہے اور دفع
نہین ہوتا عذاب اُسکا مجرمون کی قوم سے ف یعنی اے پیغمبر جو لوگ اللہ کی خبرون مین یا وعدہ وعید مین یا تیری
نبوت اور تبلیغ احکام مین تیری تکذیب کرتے ہین اُنسے کہدے کہ تمہارے رب کی رحمت بڑی وسیع ہے اور غضب بھی سخت ہی
وسعت رحمت کا مقتضا یہہ ہے کہ تکذیب کرنیوالون پر فوراً عذاب نازل نہین ہوتا بلکہ وقت تک مہلت دیجاتی ہے اور غضب اُسکا ایسا سخت ہے
کہ جب اُسکا عذاب نازل ہوتا ہے تو پھر کسی مین یہہ مجال نہین کہ اُسکو رد کرے سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكْنَا وَلَا اٰبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ
جب کہیں گے مشرکین کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے
ف یعنی مشرکین یون کہینگے کہ اگر اللہ چاہتا کہ ہم اور ہمارے باپ دادا شرک نہ کرین اور بحیرہ
اور سائبہ وغیرہ کسی جانور کو اپنے اوپر حرام نہ کرین تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے
اور نہ ہم کسی جانور کو اپنے اوپر حرام کرتے پس ہمنے اور ہمارے باپ دادا نے جو شرک کیا اور بعضے جانورونکو
اپنے اوپر حرام کرلیا یہ اسوجہ سے ہوا کہ اللہ کا ارادہ یہی ہوا کہ ہم ایسا کرین اور جب یہہ کام اللہ کے ارادہ
کے مطابق ہین تو اس سے معلوم ہوا کہ یہی کام اسکو پسند ہین اور جب یہہ کام اللہ کو پسند ہین پس انبیا جو ان
کامون کو برا اور اللہ کی مرضی کے خلاف کہتے ہین جھوٹے ہین كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا اسیطرح تکذیب کی اُن کافرون نے جو اُن سے پہلے تھے یہان تک
کہ چکھا ہمارا عذاب ف یعنی جسطرح کفار قریش نے انبیا کی تکذیب کی اور یہہ کہا کہ اگر انبیا کا قول سچا
ہوتا تو اللہ ہمسے شرک واقع ہونے کا ارادہ کیون کرتا اور ہم بعضے جانورون کو حرام کیون کرتے اور چونکہ ہمارے
سب کام ارادہ الٰہی کے مطابق ہین تو انبیا جھوٹے ہین جو ان کامون کو برا بتاتے ہین یہی شبہہ اُن کافرون نے
بھی پیش کیا تھا جو ان سے پہلے تھے اور اسی طرح اُنہون نے بھی انبیا کی تکذیب کی تھی یہان تک کہ اسی کی سزا
مین ہمارا غضب اُنپر نازل ہوا اور وہ عذاب مین مبتلا ہوئے قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ
فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا تو کہدے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اُسکو نکالو ہمارے لئے۔
ف یعنی تم جو یہہ کہتے ہو کہ جس کام کا اللہ ارادہ کرے وہی کام اللہ کو پسند ہوتا ہے اسکی کیا دلیل ہے
اگر اس پر کوئی دلیل تمہارے پاس ہو تو بیان کرو اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ
اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ۝ تم نہین پیروی کرتے مگر وہم کی اور نہین تم مگر اٹکلین کرنے والے ف
یعنی یہہ بات کہ جس کام کا اللہ ارادہ کرے وہی اُسکو پسند ہے یہہ تمہارا وہم وخیال ہے کوئی دلیل اسپر نہین رکھتے

کہ اللہ کسی کو ایمان کی توفیق دیتا ہے اور کسی کو کفر اور شرک مین مبتلا کرتا ہے اگرچہ یہہ دونون کام اللہ کے
ارادہ کی مطابق ہوتے ہین مگر پسند اللہ کو فقط ایمان ہے کفر ہرگز پسند نہین اور انبیا کو بہی اُس نے اُسی
ایمان کی تعلیم کے لئے بہیجا ہے جو اللہ کو پسند ہے اور یہہ اُسکی حکمت کا مقتضا ہے کہ بعض آدمیون کو کفر و شرک وغیرہ
اُن امور مین مبتلا کیا جو اللہ کو ناپسند ہین اور اُنہین شخصون کے واسطے اللہ نے یہہ ارادہ کیا ہے کہ آخرت مین
اُنکو عذاب مین مبتلا کرے اور بعض شخصون کو ایمان توحید و رسالت اور اطاعت انبیا وغیرہ اُن امور کی
توفیق دی جو اللہ کو پسند ہین اور اُنہین کے واسطے اللہ نے یہہ ارادہ کیا ہے کہ آخرت مین اُنکو جنت کی نعمتین
عطا کرے پس ارادہ اور حکمت اُسکی دوسری چیز ہے اور رضامندی اُسکی دوسری چیز ہے قُلْ فَلِلّٰهِ
الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ج تو کہہ کہ پس اللہ کے لئے دلیل پکی ہے ف یعنی تم نے
جو اپنے شرک کو اور حلال جانورون کے حرام کر لینے کو ارادہ الٰہی کے مطابق سمجھکر اللہ کی مرضی کے مطابق
سمجھ لیا ہے یہہ دلیل تمہاری جھوٹی ہے اور اسی غلط دلیل کی وجہ سے تم عذاب سے بچ نہ سکو گے اسلئے کہ اللہ
نے جو انبیا کو بہیجکر اپنی مرضی کے کامون پر تمکو خبردار کیا یہہ دلیل اللہ کی غالب ہے اور اسی وجہ سے تم مستحق عذاب
ہو جاؤگے تمہارا شبہہ فقط تمہارا وہم و خیال ہے اور اللہ نے اپنے انبیا کو بہیجکر اور اُن کی تصدیق کی نشانیان
ظاہر کرکے اپنی حجت تم پر تمام کر دی پس اللہ کی حجت کامل اور مضبوط ہے اور تمہارے وہم و خیال کا شبہہ
باطل ہے فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۞ اگر چاہتا اللہ
تو ہدایت کر دیتا تم سب کو ف یعنی اللہ نے جو کسی کو ہدایت کی اور کسی کو کفر مین مبتلا کیا یہہ اُسکی
حکمت کا مقتضا ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کو بہی ہدایت کر دیتا مگر اُسنے تمہاری ہدایت کا ارادہ نہین کیا اسلئے تمکو
کفر و شرک اور نافرمانیون مین مبتلا کیا اور اسی سے تم ہرگز یہہ مت سمجھو کہ یہہ تمہاری نافرمانی اور سرکشی اللہ کو
پسند ہے قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ
حَرَّمَ هٰذَا ج تو کہہ کہ لاؤ تم اُن گواہون کو جو یہہ گواہی دیتے ہین کہ اللہ نے حرام کیا ہے اسکو

ف یعنی تم میں جو اہل علم ہیں اور جو یہہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کو اللہ نے
حرام کیا ہے اُن کو لاؤ وہ ثابت کریں کہ انہیں کیونکر معلوم ہوا کہ یہہ حکم اللہ کا ہے فَإِنْ شَهِدُوا
فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ج پس اگر وہ گواہی دیں تو تو اقرار مت کر اُن کے ساتھ ف
یعنی اے محمدؐ اگر کافروں کے پیشوا اللہ پر بہتان باندھیں اور یہہ کہدیں کہ اللہ کا حکم یہی ہے تو تو اُن کے
قول کو سچا مت سمجھ اور تصدیق مت کر وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ
يَعْدِلُونَ ۝ اور پیروی مت کر ایسوں کی خواہشوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ جو
ہیں کہ یقین نہیں لاتے آخرت پر اور وہ اپنے رب کے ساتھ برابر کا شریک کرتے ہیں ف
یعنی اگر وہ اللہ پر افترا کریں اور اپنی خواہش نفسانی سے بے دلیل یہہ کہدیں کہ اِن جانوروں کو جنہیں وہ حرام
کر لیتے ہیں اللہ نے حرام کیا ہے تو تو ایسے لوگوں کی خواہشوں کی بات مت مان جو اللہ کی آیتوں کی
تکذیب کرتے ہیں اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور شرک میں مبتلا ہیں قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ
مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ
إِحْسَانًا ج تو کہدے کہ آؤ پڑھوں میں تمہارے سامنے جو حرام کیا ہے تمہارے رب نے تم پر
اور وہ یہہ ہے کہ شریک مت کرو اُس کے ساتھ کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو ف
یعنی تو اُن سے کہدے کہ جن جانوروں کو تم حرام کہتے ہو اُن کو تو اللہ نے حرام نہیں کیا مگر جن چیزوں کو
اللہ نے حرام کیا ہے آؤ اُن احکام کو میں تمہیں بتا دوں اور وہ یہہ ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک
مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو یعنی ماں باپ کے ساتھ برائی کرنا حرام ہے لیکن اسطرح کہنے سے
صرف اسقدر ثابت ہوتا تھا کہ ماں باپ کے ساتھ برائی نہ کرنا چاہیے اور اتنی بات ماں باپ کے حق میں
کافی نہیں اسلیے کہ اُنکا حق یہہ ہے کہ اُن کے ساتھ برائی نہ کرنے کے علاوہ احسان بھی کرے اِس لیے

اللہ نے احسان کرنے کا حکم ظاہر فرما دیا اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ ان کے ساتھ برائی کرنا بدرجۂ اولیٰ حرام ہے
وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ
اور مت قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی سے ہم رزق دیتے ہیں تمکو اور انکو ف اول اللہ نے ما
ں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم کیا اسکے بعد اولاد کے ساتھ شفقت کا ذکر کیا بعض اہل عرب کی یہ عادت
تھی کہ مفلسی کی وجہ سے اپنے بچوں کو مار ڈالتے تھے اسلئے اللہ نے حکم کیا کہ تم اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ
قتل مت کرو رزق دینے والے تو ہم ہیں تمکو بھی ہمیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی ہمیں رزق دینگے ہر ایک کی
قسمت کا رزق جدا جدا ہوگا پس جبکہ تمہارے رزق میں وہ شریک نہوں گے تو تم ان کو مفلسی کی وجہ
کیوں قتل کرتے ہو ۔ اس آیت میں بیان اس صورت کا ہے کہ مفلسی بالفعل حاصل ہو اور سورۂ اسرائیل میں
یوں ہے کہ مفلسی کی خوف سے قتل مت کرو یعنی بالفعل مفلسی نہیں مگر خوف ہے کہ اولاد ہوجائے تو اسکے
مصارف باعث مفلسی کے ہو جاوینگے صحیحین میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا گناہ بڑا ہے آپ نے فرمایا یہ کہ تو اللہ کے ساتھ کسیکو شریک کرے
حالانکہ اللہ نے تجھکو پیدا کیا ہے میں نے کہا پھر کونسا آپ نے فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے
قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھاویگا حاصل یہ ہوا کہ جسطرح تم اپنی جانوں کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہیں
بلکہ جسقدر رزق تمہارے مقدر میں ہے کسی نہ کسی طرح تمکو پہونچتا ہے اسیطرح اولاد کو بھی مت قتل کرو اور
اپنے اور ان کے دونوں کے رزق کا کفیل اللہ کو سمجھو وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ اور پاس مت جاؤ فحش کاموں کے جو ظاہر اس میں سے اور
جو چھپا ہوا ف یعنی فحش کام نہ علانیہ کرو نہ مخفی کرو بیضاوی میں لکھا ہے کہ فواحش سے کبیرہ گناہ
مراد ہیں یا زنا مراد ہے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ صحیحین میں عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں اس لئے اس نے بے حیائی کے

کامون کو حرام کیا ہے خواہ وہ علانیہ ہون خواہ وہ مخفی ہون اور نیز صحیحین مین روایت ہے کہ سعد بن عبادہ نے یہ
کہا تھا کہ اگر مین اپنی عورت کے پاس کسی کو دیکھون تو فوراً تلوار سے قتل کر دون یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو واللہ مین سعد سے بھی زیادہ غیرت والا ہون
اور اللہ مجھسے بھی زیادہ غیرت والا ہے اور اسی لیئے اُسنے فواحش کو حرام کیا خواہ ظاہر ہون خواہ مخفی ہون
**ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ** ۵ یہی حکم کیا ہے تمکو اللہ نے
اُسکا تاکہ تم سمجھو **ف** یعنی یہ حکم جو مذکور ہے اِن کو اللہ نے تم پر لازم کیا ہے تاکہ تم سمجھو اور اُن کی
پابندی اختیار **وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى**
**يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ** ۵ اور مت پاس جاؤ مال یتیم کے مگر ایسی نیت کے ساتھ کہ وہ اچھی ہو یہانتک
کہ وہ اپنے بلوغ کو پہونچے **ف** یعنی یتیم کے مال کے پاس مت جاؤ مراد اس سے تاکید اور کہ ہے کہ
یتیم کے مال کو اپنے صرف مین مت لاؤ مگر اسطرح اُسکے مال مین تصرف کرو کہ وہ اُسکو یعنی یتیم کو
مفید ہو مثلاً اُسکے مال کی حفاظت کرنا اور اُسکو تلف نہونے دینا اور یہ حفاظت اُسوقت کرو جب تک کہ وہ
بالغ اور اپنے مال مین تصرف کی لیاقت پیدا کرے اُسوقت اُسکا اُسکے مال اُسکے حوالہ کر دو **وَاَوْفُوا**
**الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ** ۵ اور پورا کرو پیمانے کو اور ترازو کو انصاف کے
ساتھ **ف** یعنی ناپ تول مین بے ایمانی اور دغابازی مت کرو پورا ناپا اور پورا تولو **لَا نُكَلِّفُ**
**نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا** نہین تکلیف دیتے ہم کسی جان کو مگر اُسکی طاقت کی مطابق ۔
**ف** یعنی پورا ناپنے اور پورا تولنے کا حکم موافق وسعت اور طاقت کے ہے یعنی حکم یہ ہے
کہ جہانتک ہو سکے پورا ناپنے اور پورا تولنے کی کوشش کرے اور باوجود قصد انصاف اور ادا ے حقوق کے
اگر سہواً خطا ہو جاوے تو وہ معاف ہے اسلیئے کہ اللہ نے اُسیقدر تکلیف دی ہے جہانتک انسان کی
طاقت ہے طاقت سے بڑہ کر تکلیف نہین دی یا یہ مضمون تمام احکام سابقہ سے متعلق ہے یعنی کچھ

ربع

رزق حلال پر قانع رہا اور صبر کیا اور فقیری کی مشقت کا تحمل نہ کر کے مال حرام کی طرف قصد کیا اِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿﴾ بیشک تیرا رب جلد عذاب کرنیوالا اور بیشک وہ رحم کرنے والا ہے ف جلد عذاب کرنے والا اسلیے کہا کہ جو چیز یقیناً آنیوالی ہو وہ جلد آنے والی سمجھی جاتی ہے اول اللہ نے سمجھا دیا کہ ہر شخص کا اسی حالت میں امتحان ہے جو حالت اُسکو دی گئی ہے پھر اپنی قہاری اور رحیمی کی صفت بھی بیان کردی تاکہ بندوں کو عذاب سے بچنے اور رحمت کے طلب کرنے کی کوشش ہو اور ہر شخص اپنی امتحانی حالت میں وہی طریقہ اختیار کرے جس سے اللہ راضی ہو اسلیے کہ اللہ کا عذاب اُسکے لیے ہے جو اللہ کی نافرمانی اور اُسکے رسولوں کی مخالفت کرے اور رحمت اُسکے لیے ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اور اُسکے رسولوں کی پیروی کرے قرآن میں اکثر جگہ اللہ نے اپنے قہر اور رحمت کی صفت [illegible] اکٹھا ذکر بیان کی ہے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مسلم اور ترمذی اور احمد نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے پاس جو عذاب ہے اگر مومن اُسکو جانتا تو کوئی جنت کی طمع نہ کرتا [illegible] اللہ کے پاس جو ثواب ہے اگر کافر اُسکو جانتا تو کوئی جنت سے ناامید نہ ہوتا

## سورۂ اعراف

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس میں کل دو سو چھ یا دو سو پانچ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں مگر وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ سے وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ تک مدنی ہیں کوئی آیت اس میں منسوخ نہیں —

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے جو مہربان رحم کرنے والا ہے

المص ﴿۱﴾ اسکی مراد اللہ کو معلوم ہے كِتَابٌ أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنْذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۲﴾ یہ کتاب

ہو تجھپر اُتاری گئی ہے پس نہو تیرے سینہ مین اُس سے کچھ تنگی تاکہ ڈراوے تو اُسکے ساتھ اور نصیحت مومنون کے لئے
ف یعنی قرآن ایک کتاب ہے جو تجھپر اس لئے اُتاری گئی ہے کہ تو اُس سے لوگون کو ڈراوے
اور مومنون کے لئے نصیحت ہے پس چاہیے کہ تیرے دل مین اُس سے کچھ تنگی نہو ابن کثیر نے لکھا ہے
کہ مجاہد اور قتادہ اور سدی سے منقول ہے کہ حَرَج سے مراد شک ہے یعنی تیرے دل مین اُسکی طرف سے
کوئی شک نہونا چاہیے یہی مضمون دوسری جگہ اللہ نے یون فرمایا ہے کہ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ یعنی تو شک
کرنے والون مین سے ہرگز مت ہو یعنی اللہ کی طرف سے اُسکے نازل ہونے مین شک مت کر پس اگرچہ
خطاب رسول سے ہے مگر مراد اُمّت ہے یعنی کسی کو شک نکرنا چاہیے یا مطلب یہ ہو کہ تیرے دل مین اُسکی
طرف سے تنگی نہونا چاہیے یعنی اُسکے پہونچانے مین اور اور بندون کو سُنانے مین تجھے کچھ خوف نہونا چاہیے
کافر تجھے قتل نہین کر سکتے اللہ تیرا حافظ ناصر ہے اور بعض مفسرین نے اسکی تفسیر یون کی ہے کہ اس کتاب سے
ڈرانے مین تیرے دل مین کچھ خوف نہونا چاہیے اِتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ
وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ط پیروی کرو اُسکی جو اُتارا گیا ہے تم پر تمہارے
رب کی طرف سے اور مت پیروی کرو اپنے رب کے سوا اور دوستون کی ف یہ خطاب سب بندون
سے ہے کہ اللہ کی طرف سے جو تم پر نازل ہوا ہے اُسکی پیروی کرو اور اس مین قرآن اور حدیث دونون
شامل ہوتے ہین اسلیے کہ جو مطالب حدیث مین ہین وہ بھی پیغمبر علیہ السلام پر بذریعہ وحی کے نازل ہوئے ہین
پھر اللہ فرماتا ہے کہ اللہ کے سوا اور اورون کے احکام کی اطاعت مت کرو جن کو تم نے اپنی طرف سے
دوست بنا لیا ہے مراد اُس سے شیاطین ہین جو اللہ کے دین کی مخالفت سکھاتے ہین قَلِيلًا مَّا
تَذَكَّرُونَ ۝ تھوڑا ہے جو سمجھتے ہو تم ف یعنی تم اللہ کی نصیحت کو بہت کم مانتے ہو
اور شیاطین کے وسوسے تم پر بہت غالب آتے ہین ابن کثیر نے اسکی تفسیر یون کی ہے کہ تم مین سمجھنے والے
تھوڑے ہین گمراہ بہت ہین وَكَم مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا

بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝ اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ہلاک کر دیا ہمنے انہیں تو
آیا اُن پر ہمارا عذاب رات میں جبکہ وہ دوپہر کی نیند میں تھے ف اول اللہ نے یہ حکم کیا کہ جو دین اللہ کی
طرف سے نازل ہوا ہے اُسکی پیروی کرو اور اللہ کے سوا کسی اور کی اطاعت مت کرو اسکے ساتھ اللہ اُنکو
اپنے عذاب سے ڈراتا ہے کہ جنھوں نے اللہ کے دین کو نہیں مانا اور رسولوں کی مخالفت کی اُنپر ہمنے عذاب
نازل کیا ہے چنانچہ بہت سی بستیاں ہمنے ہلاک کر دیں جن پر ہمارا عذاب یکایک آگیا بعضے اُن میں ایسے تھے
کہ اُن پر رات میں عذاب آیا جیسے قوم لوطؑ اور بعضوں پر دن میں عذاب آیا جیسے حضرت شعیبؑ کی قوم مراد یہ ہے
کہ عذاب اُن پر ایسے وقت میں آیا کہ ایسے غافل تھے کہ پہلے سے اُنکو کچھ خوف کسی آفت کے نازل ہونے کا نہ تھا
اسلئے کہ اگر خوف ہوتا تو آرام اور غفلت میں نہ ہوتے فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ
بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ تو نہ تھا قول اُنکا جب آگیا اُن پر ہمارا
عذاب مگر یہی کہ اُنہوں نے کہا کہ بیشک ہم تھے ظالم ف یعنی پہلے سے وہ غفلت اور سرکشی میں تھے
جب ہمارے عذاب کو دیکھ لیا اُسوقت اپنی نافرمانی کے اقرار کے سوا اور کچھ اُنکا قول نہ تھا فَلَنَسْـَٔلَنَّ
الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ
عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝ تو پوچھیں گے ہم اُن سے جن کی طرف
رسول بھیجے گئے تھے اور البتہ پوچھیں گے ہم رسولوں سے پھر قصہ بیان کر دینگے ہم اُنکے سامنے اور نہ تھے
ہم غائب ف یعنی جن امتوں کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اُن سے ہم قیامت کے دن سوال کرینگے
کہ تم نے ہماری رسالت کو قبول کیا یا نہ کیا اور رسولوں سے پوچھیں گے کہ تمکو اپنی امتوں کی طرف سے
کیا جواب ملا اور ابن کثیر نے لکھا ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ رسولوں سے
یہ پوچھا جاویگا کہ اُنہوں نے اللہ کا پیغام کسطرح پہونچایا تھا یہ سوال فقط اسلئے ہونگے کہ کافروں پر حجت
تمام ہو جاوے اور اُنکو کسی عذر کا موقع باقی نہ رہے پھر اسکے بعد ہم خود اپنے علم سے اُن کے سامنے

بیان کردینگے کہ رسولون نے ہمارا پیغام نہایت تاکید سے پہونچایا اور امتون کی طرف سے کیا
جواب ہوا اور نہ تھے ہم غائب یعنی رسولون مین اور اُن کی امتون مین جو معاملہ گذرا اُس سے ہم ناواقف
نہ تھے بلکہ ہم سب کو خبر تھی کوئی بات ہم سے چھپ نہین سکتی **وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ**
**الْحَقُّ** اور وزن آج کے دن حق ہے **ف** یعنی وزن اعمال قیامت کے دن ضرور ہونیوالا ہے
حاصل اسکا یہ ہے کہ اعمال نیک و بد کا اندازہ کیا جائیگا کہ نیک عمل زیادہ ہین یا بد۔ اس مقام پر پہلی بحث یہ ہے
کہ اللہ عالم الغیب ہے پھر اُسکو اس اندازہ اور حساب کرنے کی ضرورت کیا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ بیشک
اللہ کو سب کچھ معلوم ہے بندون کے سب اعمال بھی اُسی کی تقدیر کی مطابق ہین اور وہ ہر ایک کی حالت کو
خوب جانتا ہے مگر اُسنے وزن اعمال کی خبر دی ہے اسلئے مسلمانون کو اُس پر ایمان لانا واجب ہے
گو ہماری عقل قاصر ہین اُسکی حکمت و مصلحت سے ناواقف ہے لیکن جو اس مین حکمت ہے وہ تو اللہ کو معلوم ہے
مگر یہانتک انسان کی عقل کام کرتی ہے وہ یہ سمجھ مین آتا ہے کہ اس سے مقصود وزن سے حجت تمام کرنا ہے
تاکہ اُن کو کوئی عذر باقی نہ رہے جن کے اعمال نیک غالب ہین اُن پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ اللہ نے اپنے
فضل سے تمہاری نیکیون کو گناہون کا کفارہ بنادیا جن کے اعمال بد غالب ہین اور پھر اللہ اپنے فضل سے
اُنہین بخشدیگا اُن پر اپنا کمال فضل و رحم ظاہر کرنا ہے مومنون پر اللہ کی رحمت زیادہ تر اُسی وقت
ظاہر ہوگی جب وہ اپنے گناہون کو معلوم کرینگے اور پھر اللہ کے فضل سے بخشے جاوینگے جو لوگ عذاب پائینگے
وہ بھی اپنے گناہون کا پلہ بھاری دیکھ کر سمجھ جائینگے کہ اُنکو عذاب دینا انصاف ہے ظلم نہین پس وزن
اعمال سے یہ مقصود نہین ہے کہ اللہ کو بندون کے اعمال کی کیفیت معلوم ہو بلکہ وہ اسلئے ہے کہ بندون پر اللہ کے
وعدہ اور وعید کا ایفا اور اُسکی رحمت اور عدل اور قہر کی شان ظاہر ہو جاوے دوسری بحث یہ ہے
کہ یہ وزن کس طرح ہوگا اس مین دو مسلک ہین ایک یہ کہ قرآن مین میزان اور وزن اور وزن کے ہلکے بھاری
ہونے کی خبر دی گئی ہے اور احادیث صحیحہ مین اسکی تفصیل اور زیادہ مذکور ہے پس آیات و احادیث سے

ف وزن اعمال کا بیان

ف وزن اعمال کی صورتین

جمع کرنے سے سوا اسکے اور کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ فی الواقع ایک ترازو میدان حشر مین قائم ہوگی جس سے
اعمال کا اندازہ ہوگا تمام صحابہ کا مذہب یہی تہا اور ان نصوص سے انہون نے یہی مطلب سمجھا تہا اب محدثین مین
اختلاف ہے کہ وزن کس چیز کا ہوگا ایک قول یہ ہے کہ خدا اعمال کو جو اعراض ہین بصورت اجسام کے
بنا دیگا اور اعمال کا بصورت اجسام کے بن جانا بہت سی روایتون سے ثابت ہوا ہے چنانچہ صحیح مسلم مین
ابی امامہ سے روایت ہے کہ سورۂ بقر اور سورۂ آل عمران قیامت کے دن دو بادل یا دو سائبان یا پرند
جانورون کی شکل پر بن جائینگی اور جو لوگ ان کو پڑہا کرتے تہے ان کے لیے حجت بنینگی ابن کثیر نے
لکہا ہے کہ صحیح حدیث مین وارد ہے کہ مومن کی قبر مین ایک خوبصورت جوان آویگا اور وہ کہیگا کہ مین تیرے
اعمال صالحہ ہون اور اس کا عکس کافر کی قبر مین ہوگا پس جیسا کہ ان روایتون سے اعمال کا اجسام بننا
ثابت ہے اسی طرح وزن کے لیے بہی اعمال اجسام بن جائینگے - ابن کثیر نے لکہا ہے کہ بغوی نے
ابن عباس سے اسی قول کی روایت کی ہے - دوسرا قول یہ ہے کہ نامۂ اعمال کا وزن ہوگا چنانچہ
ترمذی وغیرہ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ اللہ ایک شخص کو میری امت مین سے قیامت کے دن تمام خلائق کے سامنے نجات دیگا اس کے
گناہون کے ننانوے دفتر ہونگے جن مین سے ہر دفتر جہان تک پہیلا ہوا ہوگا وہان تک نگاہ پہونچے پہر اللہ
اس سے کہیگا کہ کیا تو ان گناہون کا انکار کرتا ہے کیا اعمال کے لکہنے والے فرشتون نے تجہپر
ظلم کیا ہے وہ کہیگا کہ نہین پہر اللہ کہیگا کہ کیا اب تیرے پاس کوئی عذر باقی ہے وہ کہیگا نہین پہر اللہ
کہیگا ہان تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے پہر اللہ ایک پرچہ نکالیگا جس مین اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکہا ہوگا تو اللہ کہیگا کہ اب اپنے وزن کو دیکہہ تو بندہ کہیگا
کہ اے اللہ گناہون کے ان دفترون کے مقابلہ مین اس پرچہ کی کیا حقیقت ہے اللہ کہیگا کہ
بیشک تجہپر ظلم نہوگا پہر وہ گناہون کے سب دفتر ترازو کے ایک پلہ مین رکہے جاوینگے اور وہ پرچہ

ایک پلہ میں رکھا جاوے گا اور جس پلہ میں وہ پرچہ ہوگا وہی پلہ ان دفتروں کے مقابلہ میں بھاری ہوگا اور اس قول کی موجب بھاری پلہ وہ ہوگا جس میں اعمال زیادہ لکھے ہوں گے۔ تیسرا قول یہی ہے کہ عمل کرنے والے تلیں گے۔ بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بعض موٹا آدمی قیامت کے دن اللہ کے سامنے آویگا جسکا وزن ایک مچھر کی پر کی برابر ہوگا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَلَا نُقِیمُ لَہُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا[1] اور عبد اللہ بن مسعود کے مناقب میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ابن مسعود کی پنڈلیوں کے پتلے ہونے پر تعجب کرتے ہو قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ دونوں پنڈلیاں میزان میں کوہ احد سے بھی بھاری ہوں گی ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ان تینوں قولوں میں تطبیق اسطرح ہو سکتی ہے کہ سب صحیح مانی جاویں کبھی کے اعمال کا وزن ہوگا کسی کے نامہ اعمال کا وزن ہوگا کسی صاحب عمل کا وزن ہوگا۔ ان اقوال میں میزان کو سچ مچ ترازو مانا ہے اور وزن سے واقعی تولنا مراد لیا ہے اور قرآن و حدیث کے الفاظ سے یہی ظاہر ہے اور سلف کا یہی مذہب تھا قسطلانی نے لکھا ہے کہ قول مخالف کے ظاہر ہونے سے پہلے سلف کا اسی پر اجماع تھا اسلئے کہ اللہ اس پر قادر ہے پس الفاظ کتاب و سنت کے چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں۔

دوسرا مسلک یہ ہے کہ وزن سے تولنا اور میزان سے ترازو مراد نہیں بلکہ عدل مراد ہے اور وزن اعمال سے مراد یہ ہے کہ انسان کے ساتھ حساب ہوگا۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور دلیل اسپر یہ دی ہے کہ میزان سے کسی شئے کی مقدار معلوم کرنا مقصود ہوتی ہے اور ترازو سے ثواب و عذاب کی مقدار نہیں معلوم ہو سکتی اسلئے کہ اعمال اعراض ہیں اور اعراض قابل وزن نہیں۔ دوسرے یہ کہ اعمال معدوم ہوچکے اور اعادہ معدوم کا محال ہے۔

امام فخر الدین رازی نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجاہد اور ضحاک اور اعمش کا بھی یہی قول ہے۔ مگر ابن کثیر وغیرہ

[1] ترجمہ: ہم قائم نہ کریں گے ان کے واسطے قیامت کے دن کوئی وزن ۱۲

محدثین کی تفسیرون مین اس قول کی نسبت ان مفسرین کی طرف اس راقم الحروف کی نظر سے نہین گذری معتزلہ بھی وزن اعمال کے منکر ہین اور اُن کی دلیلین بھی وہی ہین جو امام نے نقل کین ۔ قسطلانی نے شرح بخاری مین لکھا ہے کہ قرآن سے معتزلہ کا قول رد ہوتا ہے پس جب ثبوت میزان اور وزن کا دلیل یقینی سے ثابت ہوا تو اُس پر ایمان لانا واجب ہے اگرچہ ہماری عقل اُسکے سمجھنے سے عاجز ہو پھر اُسکا علم اللہ پر چھوڑنا چاہیے اور اُسکی کیفیت سے بحث نہ کرنا چاہیے ۔

مواقف اور اُسکی شرح مین لکھا ہے کہ شریعت مین جو خبر صراط اور میزان اور حساب اور نامہ اعمال کے پڑھے جانے اور حوض اور شہادت اعضا کی مذکور ہے یہ سب حق ہے اور ظاہر سے پھیرکر ان چیزون کی تاویل نہین ہوسکتی اسلئے کہ ان سب امور پر اللہ قادر ہے اور مخبر صادق نے اُسکی خبر دی ہے اور قول مخالف کے ظاہر ہونے سے پہلے سب مسلمانون کا اسی پر اجماع تھا اور قرآن اسی پر ناطق ہے اور حدیث کی کتابین ان مضامین سے بھری ہوئی ہین اور یہ مضامین بطریق تواتر کے ثابت ہوئے ہین یہانتک کہ اُس مین کوئی شبہ باقی نہین رہا ۔

فتح البیان مین لکھا ہے کہ زجاج کا قول ہے کہ اگرچہ لغت مین وزن اور میزان عدل کے معنی مین بھی آتا ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ وہی مانا جاوے جو روایات صحیح سے ذکر میزان مین ثابت ہوا ہے ۔ قشیری نے لکھا ہے کہ زجاج کا قول بہت درست ہے اسلئے کہ اگر اس طرح تاویل کا سلسلہ جاری کیا جاوے تو قیامت کے دن جو صراط کی خبر مذکور ہے اُس سے دین حق مراد لینگے اور جنت و نار سے وہ راحت و رنج مراد لینگے جو فقط روح پر ہو [illegible] اور شیاطین سے بری خصلتین مراد لینگے اور [illegible] اسی طرح میزان مین بھی تاویل صحیح نہین اور صدر اول مین اسی پر اجماع تھا کہ جو ظاہر قرآن سے ثابت ہوتا ہے وہی مانا جاوے اور تاویل نہ کیا جاوے اور جب منع تاویل پر اُنکا اجماع تھا تو ظاہر قرآن کا ماننا واجب ہوا ۔ فقط [illegible]

حاشیہ بیضاوی مین لکھا ہے کہ مشہور مذہب اہل سنت کا یہی ہے کہ حقیقت وزن یعنی مشہور مراد ہے
بیضاوی نے دونون قولون کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اعمال کے صحیفون کا
وزن ایسی ترازو مین ہوگا جسمین زبان بھی ہوگی اور دو پلے بھی ہون گے اور تمام مخلوق اُسکو دیکھتی ہوگی
علما کا قول ہے کہ جو فریق تاویل کرتا ہے اُس کے ساتھ بجز استبعاد شبہات عقلیہ کے کوئی دلیل قرآن و حدیث کی
نہین اور شبہات عقلیہ مخبر صادق کی خبر کے مقابلے مین قابل لحاظ نہین ہوتے **فَمَن ثَقُلَتْ
مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** ۝ پس جو کوئی کہ بھاری ہون اوزان
اُسکے وہی نجات پانے والے ہین **ف** اوزان کے بھاری ہونے سے اعمال حسنہ کے اوزان کا
بھاری ہونا مراد ہے **وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا
أَنفُسَهُم بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ** ۝ اور جو کوئی کہ ہلکے ہون گے اُس کے
اوزان تو یہی لوگ ہین کہ خسارہ مین ڈالا انہون نے اپنی جانون کو اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتون سے
ظلم کرتے **ف** یعنی آیتون کے تکذیب کرتے تھے یا اُن پر عمل نہین کرتے تھے ۔ موازین موزون
کی جمع ہے مراد اُس سے وہ نیکیان ہین جنکا وزن ہوگا اور چونکہ ہر نیک عمل ایک نیکی ہے اور بہت سے
نیک عمل بہت سی نیکیان اسی لیئے جمع کا لفظ ذکر کیا اور بعض کا قول ہے کہ موازین میزان کی جمع ہے
وہ کہتے ہین کہ متعدد میزانین ہونگی مثلاً دل کے اعمال تولنے کی جدا میزان ہوگی ہاتھ کے اعمال تولنے کی
جدا میزان ہوگی مگر یہ قول ضعیف ہے اور اکثر محدثین کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ میزان ایک ہوگی ۔
خفاجی نے لکھا ہے کہ اکثر کا قول یہ ہے کہ وزن اعمال فقط مسلمانون کے لیئے ہوگا کافرون کی نیکیان
معتبر نہون گی بلکہ حبط ہوجائین اسلیئے وہ میزان مین شامل نہون گی اور کفار بغیر وزن کے جہنم مین جائین گے
اور بعض کا قول یہ ہے کہ کافرون کی نیکیون کا بھی وزن ہوگا اور اُسکے عوض اُن کے عذاب مین تخفیف
ہوگی جیسا کہ ابی طالب کے حق مین ثابت ہوا ہے سخاوی کا قول یہ ہے کہ معتمد یہی ہے کہ تخفیف ابی طالب

مخصوص ہی مگر قرطبی کا یہ قول ہے کہ مخصوص نہین اس آیت مین اس صورت کا ذکر نہوا جسمین نیکیون اور گناہونکا پلہ برابر ہو کسی کو ترجیح نہو اُن کی حالت اللہ کی مرضی پر موقوف ہے مگر غالب امید یہی ہے کہ اللہ اپنے فضل سے اُنکو بخشدیگا یا وہ اہل اعراف سے ہونگے

ع **وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ**

اور بیشک جگہ دی ہمنے تمکو زمین مین اور بنائے ہمنے تمہارے لئے اسمین اسباب معیشت - بہت تھوڑا شکر کرتے ہو تم **ف** اللہ بندون پر اپنا فضل واحسان بیان کرتا ہے کہ ہم نے تمکو زمین مین جگہ دی یعنی رہنے کو ٹھکانا دیا اور اُس پر قابض ومتصرف بنایا اور اُسمین تمہاری زندگی بسر کرنیکے سامان پیدا کئے یعنی کھیتی اور باغ پیدا کئے جن سے تمکو غلہ اور میوہ جات حاصل ہوتے اور لباس اور ہر قسم کی راحت کا سامان بھی زمین مین پیدا کیا کھانے کے لئے جانور پیدا کئے پانی کی نہرین جاری کردین پہر اللہ فرماتا ہے کہ تم ان نعمتون کا شکر بہت تھوڑا ادا کرتے ہو

**وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ**

ق اور بیشک پیدا کیا ہمنے تمکو پہر صورتین بنائین ہمنے تمہاری پہر ہمنے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے وہ سجدہ کرنیوالون مین سے نہوا **ف** اول اللہ نے بندون پر اپنی یہ نعمت ظاہر کی کہ ہمنے تمکو زمین مین جگہ دی اور اسمین تمہارے رہنے کے لئے سامان معاش پیدا کیا اُسکے بعد اللہ اپنا یہ احسان بیان کرتا ہے کہ ہمنے تمکو مسجود ملائکہ بنایا اور جسنے تمکو سجدہ کرنے سے انکار کیا اُسکو مردود بنادیا اور اسمین یہ بھی اشارہ ہے کہ شیطان تمہارا ہمیشہ سے دشمن ہے تم ہمیشہ اُسکے دھوکون سے بچتے رہو اور اگر شیطان کا اتباع کروگے تو جہنم مین جاؤگے -

شیطان اور آدم کا قصہ اللہ نے قرآن مین سات جگہ بیان فرمایا ہے اول سورہ بقر مین دوسرے اس سورت مین - تیسرے سورہ حجر مین - چوتھے سورہ بنی اسرائیل مین - پانچوین سورہ کہف مین

چھٹے سورۂ طٰہٰ میں۔ ساتوین سورۂ صٓ میں۔ اس آیت میں جو اللہ نے فرمایا کہ ہم نے تمکو پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا اور اسکی صورت بنائی جیسے کہ اللہ نے ان اہل کتاب سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر کوہ طور کو اٹھایا اور مراد یہ ہے کہ تمہارے بزرگوں سے جو موسیٰ کے زمانہ میں تھے عہد لیا اور ان پر کوہ طور کو اٹھایا۔ چونکہ آدم علیہ السلام ابو البشر تھے اسلیئے انکا پیدا کرنا بمنزلہ کل کے پیدا کرنے کے تھا اسی مشابہت سے اللہ نے یہ خطاب کیا کہ ہم نے تمکو پیدا کیا دوسری جگہ اللہ نے فرمایا فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ اس سے معلوم ہوا کہ آدم کے پیدا کرنے سے پہلے فرشتوں کو حکم کیا تھا کہ جب میں آدم کو پیدا کر لوں اور اسکے بدن میں روح پھونک دوں اسوقت تم اسکو سجدہ کیجیو پس آدم کی صورت بنانے کے بعد جو سجدہ کرنے کو کہا اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے جو تمکو حکم سنایا گیا تھا اب اسکے ادا کرنے کا وقت ہے۔ ابن کثیر نے تفسیر سورۂ بقرہ میں لکھا ہے کہ قتادہ کا قول ہے کہ یہ سجدہ آدم کے لئے تھا اور اطاعت اللہ کے حکم کی تھی اللہ نے آدم کا یہ اکرام کیا کہ اپنے ملائکہ کو اسکے سجدہ کا حکم دیا پس مراد اس سے سجدۂ تحیت ہے جیسے کہ حضرت یوسف کے واسطے سجدہ مذکور ہے نہ سجدۂ عبادت۔ اسی قول کو امام رازی اور ابن کثیر نے ترجیح دی ہے یہ سجدۂ تحیت ہماری شریعت میں منسوخ ہو گیا اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ سجدہ درحقیقت اللہ کے لئے تھا اور آدم فقط قبلہ تھے اور بعض کا قول ہے کہ سجدہ سے فقط تعظیم مقصود تھی نہ حقیقتاً سجدہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آدم کے لئے سجدہ عبادت نہ تھا۔ ابن کثیر نے تفسیر سورۂ بقرہ میں لکھا ہے کہ ابلیس اگرچہ عنصر ملائکہ سے پیدا نہیں ہوا تھا مگر انہیں میں شامل تھا اسلیئے اس خطاب میں ملائکہ کے ساتھ شریک تھا اور سید المفسرین ابن جریر نے بطریق متعدد ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابلیس ملائکہ کے اس گروہ میں سے تھا جن کو جن کہتے تھے اور سید التفسیر سدی نے ابن عباس کے علاوہ ابن مسعود وغیرہ چند صحابہ سے بھی یہی قول نقل کیا ہے ان ملائکہ کو جن اسلیئے کہتے تھے کہ وہ خازن جنت تھے اسوقت ابلیس کا نام عزازیل تھا

اسمین کوئی شک نہین کہ ابلیس خواہ جنس ملائکہ سے ہو یا نہو مگر ان کی جماعت مین شامل تھا اور سجدہ کا حکم اُس تمام جماعت کو تھا اور چونکہ اکثر اُس جماعت مین ملائکہ تھے اسلئے اللہ نے صرف اُنہین کا ذکر کیا مگر مقصود خطاب سے کل سے تھے سورۂ کہف مین اللہ نے ابلیس کی نسبت فرمایا ہے کہ کان من الجن اسی کی تفسیر مین صحابہ سے منقول ہے کہ ملائکہ کی ایک قسم ایسی بھی تھی جسکو جن کہتے تھے علما نے یہہ بھی کہا ہے کہ یہ گروہ ملائکہ کا معصوم نہ تھا اور اُسمین توالد و تناسل بھی ہوتا تھا اسی وجہ سے ابلیس کی نسبت کہا گیا ہے کہ تمام جن اُسی کی اولاد مین ہین جیسے تمام آدمی آدم کی اولاد ہین - ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح آدم ابو البشر جب تک جنت مین رہے مجمع ملائکہ مین شامل تھے اسی طرح ابلیس ابو الجن قبل آدم پیدا ہوا تھا اور صفوف ملائکہ مین شامل تھا اور اگرچہ پیدایش اُسکی نار سے تھی اور ملائکہ نور سے پیدا ہوے تھے مگر ابلیس جمیع احکام اور افعال مین ملائکہ کے ساتھ شامل تھا واللہ اعلم بالصواب قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ط کہا اللہ نے کس چیز نے مجبور کیا تجھکو کہ سجدہ نہ کرے تو جبکہ حکم کیا مین نے تجھے ف یعنی جب ابلیس نے سجدہ کے حکم مین نافرمانی کی تو اللہ نے اُس سے پوچھا کہ جب مین نے تجھے سجدہ کا حکم کیا تو تجھکو کیا مجبوری پیش آئی کہ تو اس حکم کی تعمیل نہ کر سکا قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ کہا ابلیس نے کہ مین آدم سے بہتر ہون ف یعنی ابلیس نے اللہ کو یہہ جواب دیا کہ مین نے اسوجہ سے سجدہ نہین کیا کہ مین آدم سے افضل ہون اور جو افضل ہو وہ ادنی کو سجدہ نہین کرتا یہہ عذر ابلیس کا اُسکے گناہ سے بھی بدتر تھا اسلئے کہ اسمین اللہ پر اعتراض کیا کہ تو نے افضل کو کیون حکم کیا کہ اپنے سے ادنی کو سجدہ کرے سب سے پہلے تکبر کا خیال شیطان سے نکلا اور عقلی دلیل بھی اُسی نے اختراع کی خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ۝ بنایا تو نے مجھے آگ سے اور بنایا تو نے آدم کو مٹی سے ف شیطان نے اپنی فضیلت کی دلیل یہ بیان کی کہ اے اللہ مجھکو تو نے آگ سے بنایا اور آدم کو مٹی سے بنایا آگ

مٹی سے افضل ہے جو شخص آگ سے بنے وہ اُس سے افضل ہے جو مٹی سے بنے ابلیس نے اس دلیل مین ایک تو یہ غلطی کی کہ فضیلت ثابت کرنے مین صرف عنصر کا اعتبار کیا اور یہ نہ سمجھا کہ فضیلت اُسکو ہوتی ہے جسکو اللہ فضیلت دے عنصر کا اسمین کچھ اعتبار نہین ۔ دوسری غلطی ابلیس کی یہ تھی کہ اُس نے آگ کو مٹی سے افضل سمجھا حالانکہ مٹی متحمل ہے اور درختون کو جاتی ہے اور بڑہاتی ہے اور آگ مین سرعت اور خفت ہے اور جلاتی ہے اور غارت کرتی ہے پس افضل مٹی ہوئی نہ آگ اور بہت بڑی خطا ابلیس کی یہ تھی کہ اُس نے اللہ کے حکم کے مقابلہ مین اپنے قیاس سے کام لیا تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ واحدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابلیس کو اس قیاس سے اللہ کی اطاعت اولی تھی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور قیاس کیا اور سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا اور قیاس کی وجہ سے وہ کافر ہوا پس جو شخص دین مین اپنی راے سے قیاس کریگا اللہ اُسکو ابلیس کے ساتھ ملا دیگا ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے بسند صحیح اس آیت کی تفسیر مین حسن بصری سے روایت کی ہے

که ابلیس نے قیاس کیا اور سب سے پہلے قیاس کرنے والا وہی ہے اور ابن جریر نے بسند صحیح

ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ اُنھون نے کہا کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا اور چاند سورج کو بھی فقط اپنے قیاسون سے لوگون نے معبود بنایا یہ حالت اُس قیاس کی ہے جو اللہ کے حکم کے مقابلہ مین ہو اس سے ثابت ہوا کہ امور دین مین اتباع حکم چاہیے اپنی راے کو دخل دینا نہ چاہیے اس موقع پر یہ بھی خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اس زمانہ کے بعض جہال مجتہدین کے قیاس پر طعن کرتے ہین حالانکہ مجتہدین کا قیاس ایسا قیاس نہین جو مقابلہ حکم قرآن و حدیث کے ہو یا محض راے سے حکم کیا جا بلکہ وہ ایسا قیاس ہے کہ جس چیز کا حکم قرآن یا حدیث مین نہ ملے وہان اُس حکم کا اعتبار کرین جو اُس چیز کی کسی نظیر پر قرآن و حدیث سے ثابت ہوا ہو ایسے قیاس کی اجازت قرآن و حدیث سے ثابت ہوئی ہے

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا

فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۵ کہا اللہ نے نیچے اتر اس سے اسلئے کہ تجھے
یہ لائق نہین کہ تو اُس مین تکبر کرے تو نکل جا بیشک تو حقارت پانے والون مین سے ہے ف
ابلیس کے تکبر کی وجہ سے اللہ نے اُس پر عتاب کیا اور اُسکو حکم دیا کہ تو اس مقام ملکوت سے اُتر جا
یہ نہین ہو سکتا کہ تو اس مقام مین رہکر تکبر کرے تو یہان سے نکل جا اب تو حقارت پانے والون مین
شامل ہو گیا بعض کے نزدیک اُس مقام سے جنت یا آسمان مراد ہے ایک قول یہہ بھی ہے کہ ابلیس
پہلی ہیئت سے نکالا گیا یعنی اُسکی صورت بدل دی گئی ابلیس اُس مقام سے اسلئے نکالا گیا کہ وہ مقام
متکبرین کا نہین بلکہ عاجزی کرنے والون اور مطیعون کا ہے خفاجی نے لکھا کہ بیہقی نے عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اللہ کے لئے عاجزی کرتا ہے اللہ اسکا مرتبہ بلند کرتا ہے اور
جو تکبر کرتا ہے اللہ اُسکو گرا دیتا ہے - بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس آیت مین یہہ بھی اشارہ ہے
کہ اللہ نے ابلیس کو محض نافرمانی کی وجہ سے نہین نکالا بلکہ تکبر کی وجہ سے نکالا قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ
اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۵ کہا ابلیس نے کہ مجھے مہلت دے اُس دن تک کہ قبرون سے
اُٹھائے جاوین ف شیطان پر جب اللہ کا عتاب ہوا تو اُسنے قیامت تک مہلت مانگی
ایک قول یہہ ہے کہ اس مہلت مانگنے سے ابلیس کا مقصود یہ تھا کہ موت سے اُسکو نجات ملجاوے
اسلئے کہ جسوقت مُردے قبرون سے اُٹھینگے اُسکے بعد کسی کو موت نہوگی اور ابلیس موت سے
بچ جاتا تھا اسوقت تک کا اگر مہلت اُسکو ملتی قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۵
اللہ نے کہا بیشک تو مہلت پانے والون مین سے ہے ف ابلیس نے وقت بعث تک
مہلت مانگی تھی اللہ نے مہلت تو دی مگر اُسکی حد یوم بعث تک بیان نہ کی اسوجہ سے مفسرین کا
اختلاف ہے کہ اللہ نے ابلیس کی درخواست پوری پوری منظور کی یا نہ کی سورۂ حجر مین اللہ نے یون
فرمایا ہے کہ تجھکو وقت معلوم تک مہلت دی گئی وقت معلوم کی مراد یہی اللہ کو معلوم ہے بندون کو معلوم

نہوئی بعض مفسرین کا قول ہے کہ وقت معلوم سے صور کی پہلی آواز مراد ہے پس اللہ نے ابلیس کی درخواست پوری پوری منظور نہ کی اُسنے وقت بعث تک مہلت مانگی تھی اللہ نے نفخہ اولی تک مہلت دی پس ابلیس موت سے نہ بچا دوسرا قول یہ ہے کہ وقت معلوم سے وقت بعث مراد ہے اس صورت میں اسکی درخواست پوری پوری منظور ہوگئی اور اسی سے علما نے ثابت کیا ہے کہ اللہ کبھی کافر کی دعا بھی قبول کرتا ہے ابلیس کی کمال بدنصیبی یہ تھی کہ اس حالت میں بھی اُس نے نادم ہوکر اپنے گناہ کی معافی کی درخواست نہ کی بلکہ مہلت کی درخواست کی جو اُسکے لیے زیادتی عذاب کی باعث ہوئی

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ

ف ابلیس نے کہا اے اللہ اس سبب سے کہ تو نے مجھے گمراہ بنایا البتہ میں تاک میں بیٹھوں گا اُن کے لیے تیرے سیدھے رستے میں پھر آؤنگا اُن پر اُن کے سامنے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے داہنے سے اور اُن کے بائیں سے اور نہ پاویگا تو اُن میں اکثر کو شکر کرنے والا ف جب ابلیس کو مہلت کی خبر ملگئی تب اُسنے کہا کہ تو نے جو مجھے گمراہ بنایا اسکے مقابلہ میں میں بھی تیرے بندوں کو گمراہ کرونگا اور اپنی بندوں کے لیے جو تو نے دین حق کا سیدھا راستہ مقرر کیا ہے میں اسی راستہ میں ان کے بہکانے کے لیے کمات میں بیٹھوں گا اور چاروں طرف سے اُن کو گھیرونگا اور اکثر کو ناشکر بنا دونگا - چونکہ آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے اُسپر عتاب ہوا اسلیئے حضرت آدم اور اُن کی اولاد سے اسکو عداوت ہوگئی اور انہیں سے بدلا لینے کا اُسنے قصد کیا اور ابلیس نے بطور ظن غالب کے یہ گمان کیا تھا کہ میرا بہکانا اثر پذیر ہوگا اسی گمان پر اُسنے کہا کہ میں اکثر کو ناشکر بنا دونگا اور یہ گمان ابلیس کا مطابق واقع کے ہوا ابلیس نے جو اللہ سے کہا کہ تو نے مجھے گمراہ بنایا اس سے مراد یہ تھی کہ تو نے میرے دل میں گمراہی

پیدا کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابلیس یہ جانتا تھا کہ ہدایت اور ضلالت سب اللہ کی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے
اور اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں ہو سکتا تھا ... کفر ابلیس کا اصل [illegible] سے تھا ... [illegible]
معلوم تھا ... بعض مفسرین کا قول ہے کہ آگے سے سامنے سے ... مراد ہے
کہ قیامت ... اور پیچھے سے ... مراد ہے کہ دنیا کی طرف ... [illegible]
اور داہنی طرف سے مراد یہ ہے کہ نیکیوں سے روکوں گا اور بائیں طرف سے مراد ... گناہوں کی رغبت
دلاؤں گا ۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ شقیق ... رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے ... [illegible]
صبح ایسی نہیں ہوتی کہ شیطان میرے پاس چاروں طرف سے نہ آتا ہو سامنے سے آتا ہے اور کہتا
ہے کہ ڈر نہیں ... اللہ غفور رحیم ہے ... میں یہ آیت پڑھتا ہوں وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ
تَابَ ... [illegible] ... اور پیچھے سے آتا ہے ... [illegible]
... [illegible] ... پھر شیطان میرے داہنے سے آتا ہے اور یہ ورغلاتا ہے
... [illegible] ... میں یہ آیت پڑھتا ہوں وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا
اور نہیں ہے کوئی جانور زمین میں مگر اللہ کے ذمہ ہے رزق اس کا پھر ابلیس میرے داہنی طرف سے
آتا ہے اور میرے ... کی تعریف کرتا ہے تو میں پڑھتا ہوں وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ آخرت کی خوبی
پرہیزگاروں کے لئے ہے ۔ پھر ابلیس میرے بائیں طرف سے آتا ہے اور نفسانی خواہشوں کی رغبت
دلاتا ہے تو میں پڑھتا ہوں وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ اور حائل ہو جاتا ہے ان کے درمیان اور
ان کی خواہشوں کے قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ
لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ
کہا اللہ نے نکل جا یہاں سے بری حالت میں راندا ہوا بیشک جو کوئی تیرے ساتھ ہو گا ان میں سے
البتہ بھر دوں گا میں جہنم تم سب سے ف اللہ نے کہا ابلیس اس مقام ... [illegible]

اللہ نے دوبارہ اس کے نکل جانے کی اور ذلت وخواری کی اس قول سے تاکید کی پہلے حکم کے بعد اسکو مہلت مانگنے کا موقع مل گیا اور دوسرے حکم کے ساتھ فوراً نکال دیا گیا پھر جو اللہ نے فرمایا کہ جہنم تم سے بھر دونگا اس سے ابلیس اور اسکے اتباع مراد ہیں۔ شیطان کی بدنصیبی اس سے بڑھکر کیا ہوگی کہ اسکو اللہ سے اتنی باتیں کرنے کا موقع ملا مگر پھر بھی لعنت کا طوق اسکے گلے میں پڑا حضرت موسیٰ سے اللہ نے کلام کیا تو ان کو بڑی عزت حاصل ہوئی اور ان کا نام کلیم اللہ ہوا ابلیس سے بھی اللہ نے کلام کیا مگر اسکو لعنت حاصل ہوئی فرق اتنا ہے کہ انبیا سے اللہ نے بطور تعظیم واکرام کے کلام کیا اور ابلیس سے بطور توہین کے کلام کیا اور بعض علما کا قول یہ بھی ہے کہ ابلیس سے یہ باتیں اللہ نے کسی فرشتے کے ذریعہ سے کی تھیں بلا واسطہ نہیں کی تھیں اسلیے کہ انبیا کے سوا اوروں سے اللہ بلاواسطہ کلام نہیں کرتا۔ وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ اور اے آدم رہ تو اور تیری بی بی جنت میں پس کھاؤ جہاں سے چاہو تم دونوں اور پاس مت جائیو اس درخت کے کہ ہوجاؤگے تم ظالموں میں سے ف

اور آدم سے کہنے یہ کہا کہ تو اپنی بی بی کے ساتھ جنت میں رہ اور ان دونوں کو جنت کے سب پھلوں کی اجازت دی مگر ایک درخت سے منع کیا اس کا مفصل کلام اسکی تفسیر کا سورۂ بقر میں گذر چکا۔ ابن کثیر نے تفسیر سورۂ بقرہ میں لکھا ہے کہ ابن اسحاق کا قول ہے کہ اول اللہ نے ابلیس پر عتاب کیا اور اسکو نکالا پھر آدم کو تمام اسما سکھلائے اور ملائکہ کو انکے مقابلہ میں عاجز کیا پھر حوا کو آدم کی پسلی سے پیدا کیا پھر ان دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم کیا اور سدی نے ابن عباس اور ابن مسعود وغیرہ چند صحابہ سے روایت کی ہے کہ اللہ نے ابلیس کو جنت سے نکالا اور آدم کو اسمیں رہنے کا حکم کیا آدم کو تنہائی میں وحشت ہوتی تھی ان کی جنس کا کوئی نہ تھا جس سے راحت پاتے ایک مرتبہ وہ سوتے جب آنکھ کھلی تو ان کے

سوتے پاس ایک عورت بیٹھی تھی اللہ نے اسکو آدم کی پسلی سے پیدا کیا تھا آدم نے اس سے پوچھا تو کون ہے
اس نے کہا کہ میں ایک عورت ہوں آدم نے پوچھا تو کس لئے پیدا ہوئی ہے تو حوا نے جواب دیا کہ میں اسلئے
پیدا ہوئی ہوں کہ تو مجھ سے راحت پاوے تب اللہ نے حکم کیا کہ تم دونوں جنت میں رہو ۔ ابن کثیر کا قول ہے کہ
اکثر کا مذہب یہ ہے کہ وہ جنت آسمان میں تھی لیکن کسی یقینی دلیل سے نہیں معلوم ہوا کہ وہ کونسی جنت تھی اسمیں بھی
اختلاف ہے کہ وہ کونسا درخت تھا جس سے منع کیا گیا تھا یہود و نصاری بالاتفاق گیہوں کہتے ہیں اور مسلمانوں
صحابہ اور تابعین سے مختلف روایتیں منقول ہیں کہ وہ گیہوں یا انگور یا انجیر یا کوئی اور درخت تھا ۔ اللہ نے آدم
اور حوا کو مکلف بنایا تھا اور جس حکم میں انکا امتحان تھا وہ یہی حکم تھا کہ کسی درخت کو معین کر دیا تھا کہ اسکا پھل
نہ کھائیو اور اس کے علاوہ سب درختوں کے پھل کھانے کی اجازت دی گئی تھی اور جس درخت سے منع کیا تھا
اسکی نسبت صاف کہدیا تھا کہ اگر اس پھل کو کھاؤ گے تو ظالم بنجاؤ گے ۔ یعنی اپنے نفس پر ظلم کرو گے

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا
مِن سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ
الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ

تو وسوسہ ڈالا ان کے لئے شیطان نے اس واسطے کہ کھولدے انکے لئے جو ڈھانپا گیا تھا
ان سے ستر ان کا اور کہا نہیں منع کیا تمکو تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اسلئے
کہ تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ جیتے رہو ۔ ف یعنی شیطان کو آدم پر حسد ہوا
پھر قصد کیا کہ آدم و حوا کو نافرمانی میں مبتلا کروں اور ان پر بھی اللہ کا عتاب ہو اس لئے اس نے ان دونوں کو بہکایا اور اسی
پھل کی رغبت دلائی جس سے اللہ نے منع کیا تھا اور اس سے شیطان کا مقصود یہ تھا کہ لباس جنت آدم و
حوا سے چھین لئے جاویں اور وہ ننگے ہو کر وہاں سے نکلیں جس انسان کو عقل و حیا ہوتی ہے اسکو اپنا
ستر کھلنا اور ننگا ہونا سخت ناگوار ہوتا ہے پس آدم و حوا کے بہکانے سے شیطان کا مقصود یہ تھا کہ وہ جنت

[illegible] ہو جاتا ہو جاوین اور اُنکے اعضا سے ستر جو لباس مین چھپے ہوئے تھے اور اُنکی نگاہ نہ
[illegible] سامنے کہلجاوین اور اپنے آپ کو ننگا دیکہکر اُنکو صدمہ ہو شیطان جانتا تھا
[illegible] اللہ کا عتاب ہوگا جنت سے نکالے جاینگے لباس چھینے جاوین گے برہنہ ہو جاینگے
اور [illegible] کے سامنے بھی بلا ضرورت برہنہ ہونا اُنکے لئے سخت عذاب ہے
[illegible] کیونکہ جو بتایا ہمکو معلوم نہین ہوا اور جو کچھ قصہ اسکے مشہور ہین وہ تفسیر
سورہ [illegible] کسطرح شیطان نے اُن سے باتین کین اور یہ کہا کہ اللہ نے تمکو
اس درخت کا پہل [illegible] کہ اگر تم اس درخت کا پہل کہاؤ گے تو فرشتے بن جاؤ گے
اور [illegible] نہ نکالے جاؤ گے اس لئے کہ اس پہل کی تاثیر یہی ہے پس اگر تم فرشتہ بننا چاہو
یا ہمیشہ جنت مین رہنا چاہتے ہو تو اسکا پہل کھاؤ ۔ اگرچہ حضرت آدمؑ مرتبہ مین فرشتون سے افضل تھے
اگر فرشتون کو [illegible] قوت اللہ نے دی ہے کہ دم بھر مین جہان چاہین پہونچ جائین اور جس ہیئت مین چاہین
ظاہر ہو جائین [illegible] حضرت آدمؑ کو [illegible] پس شیطان نے حضرت آدمؑ کو یہ رغبت دلائی کہ اس پہل کی
تاثیر [illegible] ہمیشگی جنت کی حاصل ہو جاتی ہے ۔ وَقَاسَمَهُمَا
إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ۝ اور قسم کہائی اُنکے لئے کہ مین تم دونون کے لئے
[illegible] النصحا ابن کثیر نے لکھا ہے کہ قتادہ سے اس کی تفسیر یون منقول ہے
کہ ابلیس نے اللہ کی قسم کہائی [illegible] کہ مین تم سے پہلے پیدا ہوا ہون اور جنت کا حال مجھکو تم سے زیادہ
معلوم ہے [illegible] کی بات بتاتا ہون فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ
پس گرا دیا [illegible] ف یعنی ابلیس نے اُنکو دہوکا دیکر مرتبہ اطاعت
سے گرا دیا [illegible] جانتے تھے کہ اللہ کی قسم بھی کوئی جہوٹی کہاتا ہے اس لئے
شیطان کا فریب [illegible] فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا

وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ ط اور جب
چکھ لیا انہوں نے وہ درخت کھل گیا ان کے لیے ستر ان دونوں کا اور ڈھکنے لگے اپنے اوپر جنت کے
پتے ف یعنی جب انہوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو جنت کا لباس ان کے بدن
سے اتر گیا اور انکا ستر کھل گیا جو انکو نظر نہ آتا تھا اسلئے وہ جنت کے پتوں سے اپنا ستر ڈھکنے لگے۔
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ثوری نے بسند صحیح ابن عباس سے روایت کی ہے کہ درخت انجیر کے
پتوں سے آدم و حوا اپنا ستر ڈھکتے تھے وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا
عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا
عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ اور ندا کی ان دونوں کو ان کے رب نے کہ کیا میں نے منع نہیں کیا تھا تم کو
اس درخت سے اور کیا نہیں کہہ دیا تھا تم سے کہ بیشک شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے ف
بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ عتاب اس وجہ سے تھا کہ اللہ کے حکم کی مخالفت کیوں کی اور دشمن کی بات
دھوکا کیوں کھایا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ آدم نے کہا
کہ اے اللہ اگر میں توبہ اور استغفار کروں تو کیا میرا معاف ہوگا اللہ نے فرمایا اس صورت میں
ہم پھر تمکو جنت میں داخل کرینگے لیکن ابلیس نے اس سے معافی نہ مانگی بلکہ مہلت مانگی اللہ نے دونوں کا
سوال پورا کیا اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آدم نے اس درخت کا پھل
کھایا تو اللہ نے پوچھا کہ تو نے اس درخت کا پھل کیوں کھایا میں نے تجھکو منع کیا تھا آدم نے کہا
کہ مجھکو حوا نے حکم کیا اللہ نے کہا کہ میں نے اسکو یہ سزا دی کہ حمل میں بھی اسکو تکلیف ہوگی اور بچہ
جننے میں بھی تکلیف ہوگی یہ سنکر حوا نے فریاد شروع کی تو کہا گیا کہ تجھ سے تیری فریاد ہوگی اور تیری
اولاد کے لیے بھی فریاد ہوگی۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ
لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ ان دونوں نے کہا

کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمارے لیے بخشش نہ کریگا اور رحم نہ کریگا البتہ
ہو جاوینگے ہم خسارہ پانے والے ف یعنی یہی کلمات اللہ نے آدم کے دل میں ڈالے تھے
جنکی وجہ سے اُنکی توبہ قبول ہوئی قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
عَدُوٌّ ج کہا اللہ نے نیچے جاؤ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہوکر ف یہ خطاب آدم اور
حوا اور ابلیس سے ہے اس لئے کہ انہیں تینوں کا ذکر پہلے ہوچکا ہے مراد یہ ہے کہ آدم و حوا کو مقام جنت سے
نیچے اترنے کا حکم ہوا ابلیس اگرچہ اس سے پہلے اتر چکا تھا مگر آدم و حوا کے ساتھ تھا پھر اسکو اس حکم میں شامل
کیا اسمیں یہ اشارہ ہے کہ ابلیس جنس آدم سے جدا نہیں ہوتا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ حکم آدم و حوا کیلئے
جدا ہوا اور ابلیس کے لیے اس سے پہلے ہوچکا مگر اللہ نے اس حکم متفرق کی یہاں مجملاً خبر دی کہ اُن
تینوں کو اترنے کا حکم ہوگیا اور بعض کا قول یہ ہے کہ ابلیس آدم و حوا کو بہکانے کے لیے دوبارہ پہنچ گیا
تھا اور ان دونوں کے ساتھ میں دوبارہ اسکو اترنے کا حکم ہوا اور بعض کی دشمنی بعض کے ساتھ یہ ہے
کہ ہمیشہ ابلیس جنس آدم کا دشمن رہیگا ابلیس یا اُسکی عداوت ابلیس اور جنس آدم کی مراد ہے وَلَكُمْ
فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ اور تمہارے لئے زمین میں
ٹھکانا ہے اور فائدہ لینا ہے ایک وقت تک ف یعنی جیتے تک تمہاری زندگی ...
اُسوقت تک زمین میں رہو اور فائدہ حاصل کرو قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا
تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۵ اللہ نے کہا کہ اسی میں جیو گے تم اور اسی میں مروگے
اور اسی میں سے نکالے جاؤگے تم ف یعنی قیامت تک یہ زمین تمہارا گھر ہے تمہاری زندگی اور موت
اسی میں ہوگی اور مرنے کے بعد قبر بھی زمین میں ہوگی اور قیامت کے دن تم زمین میں سے نکالے جاؤگے
يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ
وَرِيشًا ط اے آدم کی اولاد ہمنے نازل کیا تمپر ایسا لباس جو ڈھکتا ہے تمہاری شرمگاہ کو

اور زینت کا لباس **ف** اول اللہ نے آدم کے قصہ میں ظاہر کر دیا ہے کہ جس طرح حضرت
شیطان نے آدم کو بہکایا تھا وہ یہ تھا کہ اُنکا ستر کھولا اور لباس جاتا رہا جو اللہ کی نعمت تھی اُن پر جیسا
اور اُسوقت وہ اپنی شرمگاہ پتوں سے ڈھکنے پر مجبور ہو گئے اسکے بعد اللہ تعالیٰ آدم پر اپنی یہ نعمت ظاہر
فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے بھی لباس نازل کیا ہے جو تمہارے ستر کو ڈھکنے والا ہے بلکہ اس ضرورت
سے زائد لباس بھی تمکو دیا ہے جس سے تمہاری زینت ہوتی ہے اس نعمت کو بیان کر کے آخر میں اللہ
نے یہ بھی سمجھا دیا ہے کہ جسطرح شیطان نے تمہارے ماں باپ یعنی آدم و حوا کو بہکا کر اُنکا لباس
چھنوایا جس سے اُنکا ستر کھلا اسی طرح شیطان کہیں تمکو نہ بہکا دے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا
کہ بلا ضرورت انسان کا ستر کھلنا انسان کے لئے مصیبت ہے اور جسطرح انسان کی طبیعت میں
اللہ نے ایسی حیا ڈالدی ہے کہ بلا ضرورت اُسکو ستر کھولنا ناگوار ہے اسی طرح اللہ کی مرضی بھی
یہی ہے کہ انسان بلا ضرورت اپنا ستر نہ کھولے اور اللہ نے اپنے بندوں کے لئے جو لباس کی نعمت
دی ہے اسکی قدر کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر میں ایسی حیا تھی کہ ترمذی میں حضرت عائشہؓ
سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ کبھی میری نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر پر نہیں پڑی۔
اس آیت کے شان نزول میں بخاری نے جو روایت لکھی ہے کہ اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ برہنہ ہو
خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جن کپڑوں میں ہم اللہ کا گناہ کرتے ہیں اُن کپڑوں میں
طواف کیسے کریں اسی معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے
کہ محدثین نے اسکی تخریج کی ہے اور صحیح مسلم میں بھی ابن عباس سے منقول ہے **وَلِبَاسُ
التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ** ط اور لباس تقویٰ کا وہ بہتر ہے **ف** لباس تقویٰ
سے ایمان اور زہد مراد ہے یعنی لباس تقویٰ تمہارے لئے اُس لباس سے بھی بہتر ہے جس سے
ستر عورت ڈھکتا ہے اور زینت ہوتی ہے۔ ابن کثیر نے زید بن اسلم سے نقل کیا ہے کہ لباس تقویٰ

سے یہی وہی لباس مراد ہے جسکا پہلے ذکر ہوا جو ستر ڈھکنے والا ہے اور اسکو لباس تقویٰ اسلئے کہا
کہ انسان اللہ کے خوف سے اُس لباس سے اپنا ستر ڈھکتا ہے پس وہ لباس تقویٰ ہوا۔ تفسیر کبیر
میں بھی لباس تقویٰ کی تفسیر میں سب سے پہلے یہی قول نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ لباس تقویٰ وہی
لباس ہے جسکا پہلے ذکر ہوا اللہ نے دوبارہ اُسکو اسلئے ذکر کیا کہ یہ ظاہر کردے کہ وہ خیر ہے ۔
ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ یہ اللہ کی
نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں **ف** بیضاوی نے لکھا ہے کہ لباس اللہ کی
رحمت اور احسان کی نشانی ہے اور یہ نعمت اللہ نے دی تاکہ بندے اسکا شکر ادا کریں اور تقوے
اختیار کریں ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے
عثمانؓ کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑھتے تھے اُسمیں اُنہوں نے کتوں کے
قتل کرنے کا حکم کیا اور کبوتروں کے کھیل سے منع فرمایا اسکے بعد فرمایا کہ ان خصلتوں کو اللہ کے
خوف سے چھوڑو اسلئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ قسم ہے
اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ جو شخص کسی خصلت کو اختیار کرتا ہے ظاہر میں بھی
اللہ اُسی کا لباس اُسکو پہنا دیتا ہے اگر نیک خصلت ہے تو نیکی کا لباس اور بری خصلت ہو تو برائی کا
لباس پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ پڑھی ۔ ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ امام احمد نے ابوالعلاء شامی سے روایت کی ہے کہ ابی امامہ نے ایک مرتبہ نئے کپڑے
پہنے جب وہ لباس اُن کے گلے میں پہنچا تو اُنہوں نے یہ کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا اُوَارِيْ
بِهٖ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ یعنی اُس اللہ کے لئے حمد ہے جس نے مجھکو ایسا لباس پہنایا
جس سے میں اپنا ستر ڈھکتا ہوں اور اپنی زندگی میں اُس سے زینت حاصل کرتا ہوں پھر ابوامامہ نے
یہ کہا کہ میں نے عمر بن خطاب سے سُنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا ہے کہ جو شخص نئے کپڑے پہنے اور جب وہ لباس اس کے گلے میں پہونچے اسوقت یہ پڑھے اسکے بعد
پرانے کپڑے تصدق کردے تو وہ اپنی حیات میں اور مرنے کے بعد اللہ کی پناہ اور حمایت میں ہوگا
اس حدیث کی ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے بھی روایت کی ہے اور نیز امام احمد نے ابی مطر سے روایت کی
ہے کہ حضرت علیؓ نے تین درہم کو ایک کرتا خریدا اور اسکو پہنتے وقت یہ کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ مِنَ الرِّیَاشِ
مَا اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی النَّاسِ وَاُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ یعنی حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے عطا کیا مجھکو زینت کا
ایسا لباس جس سے اپنی زیبائش حاصل کرتا ہوں میں آدمیوں میں اور اس سے چھپاتا ہوں میں اپنا ستر
جب حضرت علیؓ نے یہ الفاظ پڑھے تو کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ الفاظ اپنی طرف سے پڑھتے ہیں
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ چیز ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ وہ بھی یہی پڑھتے تھے يٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ
الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ
عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ط اے آدم کی اولاد فتنہ میں نہ ڈالے تمکو
شیطان جیسے نکالا تمہارے ماں باپ کو جنت سے ایسی حالت میں کہ نکال لیا تھا ان دونوں سے انکا
لباس تاکہ انکو دکھادے انکی شرمگاہ ف اللہ نے شیطان کی عداوت آدم اور حوا
کے ساتھ سمجھادی پھر اپنے بندوں کو سمجھاتا ہے کہ شیطان کہیں تمکو بھی جنت سے اسی طرح نہ نکالے
جیسے تمہارے ماں باپ کو ننگا کرکے جنت سے نکالا اور وہ اس مصیبت میں مبتلا ہوئے کہ ان کی شرمگاہ
ان کی نظر کے سامنے ہوئی مراد یہ ہے کہ تم شیطان کی پیروی مت کرو اور اس قدیمی دشمن کے دام میں
مت پھنسو ورنہ جنت سے محروم ہوجاؤ گے اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ
حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ط بیشک دیکھتا ہے تمکو شیطان اور اسکا گروہ اسطرح کہ تم انکو
نہیں دیکھتے ف یعنی شیطان اور اسکا گروہ تمکو دیکھتا ہے مگر تم اسکو نہیں دیکھتے پس ایسے

دشمن سے بہت ہوشیار رہنا چاہیے جو تمکو دیکھے اور تم اُسکو نہ دیکھ سکو اس آیت سے معلوم ہوا
کہ جنات اپنی اصلی صورت پر نظر نہین آتے البتہ احادیث صحیحہ سے اُنکا نظر آنا ثابت ہے مگر وہ اپنی
صورت مین نظر نہین آتے غیر صورت مین نظر آتے ہین إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ
أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ بیشک بنایا ہمنے شیاطین کو کارگذار
اُنکا جو ایمان نہین لاتے ف یعنی ہم نے شیطان کو کافرون کے ساتھ مناسبت کردی اور
اُنکے بہکانے پر مسلط کردیا ہے اور جو اللہ کے مقبول بندے ہین اُنپر شیطان کو تسلط نہین ہوتا
وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا
وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ط اور جب وہ کرتے ہین بیحیائی کا کام تو کہتے ہین کہ اسی پر پایا ہمنے
اپنے باپ دادا کو اور اللہ نے ہمین حکم کیا ہے اسکا ف ابن کثیر نے مجاہد سے نقل کیا ہے
کہ اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ برہنہ ہوکر کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جس حالت مین ہم
ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہین اُسی حالت مین طواف کرتے ہین عورتین بھی بالکل برہنہ ہوکر طواف کرتی
تھین اور اپنے سامنے ستر کے مقام پر کوئی چیز ڈالدیتی تھین اسی باب مین اللہ نے یہ آیت نازل کی
ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس فعل کو انھون نے اپنی طرف سے ایجاد کیا تھا اور اپنے بزرگون کی رسم
عمل کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان کے بزرگون نے یہ فعل اللہ کے حکم کی مطابق کیا
کیا تھا۔ قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ط أَتَقُولُونَ
عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ تو کہہ کہ اللہ حکم نہین کرتا بیحیائی کا کیا تم کہتے ہو اللہ پر
ایسی بات جو تم نہین جانتے ف یعنی اللہ اچھی باتون کا حکم کرتا ہے برائیون کا حکم نہین کرتا کیا تم
اللہ پر بغیر علم کے باتین بناتے ہو اسلئے کہ کسی دلیل سے تمکو یہ نہین معلوم ہوا کہ اللہ نے یہ حکم کیا ہے۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ تو کہدے کہ حکم کیا ہے مجھکو میرے رب نے عدل کا
ف عدل کے معنی ہیں کہ ہر چیز میں اعتدال کا لحاظ رکھے حد سے نہ بڑھے پس ننگے ہو کر طواف
کرنا حد سے بڑھنا ہے۔ یہاں عدل بمقابلہ بیحیائی کے مذکور ہے یعنی اللہ بیحیائی کا حکم نہیں کرتا بلکہ اعتدال کا حکم
کرتا ہے۔ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ
مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ط اور سیدھے کرو منھ اپنے ہر نماز میں اور پرستش کرو اس کی
خالص بنا کر اسکے لئے عبادت کو ف یعنی اللہ نے مجھے عدل کا حکم کیا ہے اور یہ حکم کیا ہے
کہ ہر نماز میں اپنے منھ سیدھے کرو یعنی قبلہ کی طرف متوجہ ہو۔ خفاجی نے لکھا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اللہ کی طرف
توجہ کرو غیر کی طرف توجہ مت کرو۔ جلالین میں لکھا ہے کہ اقامت وجہ سے اخلاص مراد ہے یعنی خلوص کے
ساتھ سجدہ ادا کرو۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ عبادت کو اپنے محل میں ٹھیک طور پر ادا کرو اور
اس سے مراد متابعت رسول ہے اور عبادت خالص کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی عبادت میں
غیر کو شریک مت کرو۔ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ط جیسے پیدا کیا تمکو اسی طرح پلٹ کر
جاؤ گے ف یعنی جسکو جیسا پیدا کیا ہے وہ ویسا ہی بنکر اللہ کے سامنے جاویگا اور جسکو کافر پیدا
کیا ہے وہ کافر بنکر جاویگا یہی تفسیر آیت آئندہ سے مناسب ہے یا مراد یہ ہے کہ جسطرح [illegible]
بے ختنہ ننگے بدن تم پیدا ہوئے تھے اسی طرح قبروں سے اٹھوگے یا منکرین قیامت کا رد ہے یعنی جس اللہ نے
اول بار تمکو پیدا کیا وہ دوبارہ بھی پیدا کریگا اس سے آگے فرماتا ہے۔ فَرِیْقًا هَدٰی وَفَرِیْقًا
حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ ط ایک فرقہ کو ہدایت کی اور ایک فرقہ پر ثابت ہو گئی
انپر گمراہی ف یعنی دوبارہ پلٹ کر اسطرح جاؤ گے کہ ایک فریق ہدایت پاکر جاویگا اور ایک فریق گمراہ
بنکر جاویگا ہر ایک کی وہی حالت ہوگی جس حالت پر اللہ نے اسکو پیدا کیا تھا یعنی تقدیر میں جو کچھ اسکے لئے
مقدر تھا اور جسطرح اسکی طینت اور سرشت تھی اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ

بیشک اُنھون نے بنایا شیاطین کو دوست سوا اللہ کو اور وہ جانتے ہین کہ وہ ہدایت پر ہین ف یعنی ضلالت اُن پر اسوجہ سے ثابت ہوئی کہ اُنہون نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو دوست بنایا اور کج فہمی سے اس گمراہی کو اُنھون نے ہدایت سمجھا

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۵

اے بنی آدم لازم کرو اپنے لباس کو ہر نماز مین اور کھاؤ اور پیو اور حد سے مت بڑھو بیشک اللہ پسند نہین کرتا حد سے بڑھنے والون کو ف

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مسلم اور نسائی اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اہل عرب برہنہ ہوکر طواف کیا کرتے تھے اُن کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی زینت سے مراد لباس ہے یعنی عبادت کے وقت لباس کو لازم کرو برہنہ ہوکر عبادت مت کرو اسی آیت سے نماز مین ستر عورت کا وجوب ثابت ہوا ہے اور لباس کو جو زینت کے لفظ سے بیان کیا اسمین یہ اشارہ ہے کہ نماز کے وقت ہر شخص اپنی حیثیت کی مطابق اچھا لباس پہنے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس آیت سے اور اس مضمون کی جو حدیثین ہین اُن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے وقت اپنی زینت کرنا مستحب ہے خصوصًا جمعہ اور عید کے دن اور خوشبو لگانا اور مسواک کرنا بھی زینت مین شامل ہے۔ لباس مین افضل سفید رنگ کا لباس ہے چنانچہ امام احمد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفید لباس پہنو وہ تمہارے لیئے بہتر لباس ہے اور اُسی مین اپنے مردون کو دفن کرو۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سدی نے نقل کیا ہے کہ جو لوگ برہنہ ہوکر طواف کرتے تھے وہ موسم حج مین چربی کھانا چھوڑ دیتے تھے اسپر اللہ نے فرمایا کھاؤ اور پیو حد سے مت بڑھو۔ حد سے بڑھنے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ حرام کھانا دوسرے یہ کہ خواہش سے زیادہ کھانا لیس حاصل آیت کا یہ ہوا کہ رزق حلال کو بقدر ضرورت کے کھاؤ

ستر عورت کا وجوب

سفید لباس افضل ہے

اور یہ بعض سلف کا قول ہے کہ اللہ نے تمام طب کو نصف آیت میں یعنی کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا میں جمع کر دیا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو اور صدقہ دو اس طرح کہ غرور اور اسراف نہ ہو اور بخاری نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو بشرطیکہ دو خصلتوں سے پرہیز کرو ایک اسراف سے دوسرے غرور سے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے مقدام بن معدیکرب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابن آدم کے لئے کسی ظرف کا بھرنا ایسا باعث شر نہیں جیسا پیٹ کا بھرنا باعث شر ہے ابن آدم کے لئے اتنے لقمے کھانا کافی ہے جس سے اس کی پیٹھ سیدھی ہو جاوے اور اگر زیادہ ضرورت ہو تو ایک ثلث شکم کھانے کے لئے ایک ثلث پینے کے لئے اور ایک ثلث سانس لینے کے لئے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ تو کہہ کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو اس نے پیدا کی ہے اپنے بندوں کے لئے [اور کس نے حرام کی ہیں] اچھی چیزیں رزق کی ف یعنی جو لوگ حج میں لباس اور رزق چھوڑ دیتے ہیں ان سے پوچھ کہ اللہ نے جو لباس اور جو لذیذ رزق اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اسکو کس نے حرام کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ نے حرام نہیں کیا اور اللہ کے سوا کسی کو حرام کرنے کا اختیار نہیں قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ تو کہہ کہ وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے حیات دنیا میں اور خالص ہونے والا ہے قیامت کے دن ف یعنی لباس اور اچھی چیزیں اصل میں مومنین کے لئے پیدا کی گئی ہیں گو مشرکین بھی دنیا میں ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور قیامت کے دن خالص مومنین کے لئے ہوں گی اس لئے کہ کفار جنت سے محروم ہوں گے۔ اور ایک تفسیر اس آیت کی یہ بھی ہے کہ جو لوگ حیات دنیا میں ایمان لائے قیامت کے دن زینت اور رزق انہیں کے لئے خالص ہوگا۔

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ اسی طرح مفصل بیان
کرتے ہین ہم نشانیان اُن لوگون کے لیئے جو جانتے ہین۔ ف یعنی جسطرح اس حکم کی تفصیل
ہمنے بیان کی اسی طرح ہم جانتے ہین اُن لوگون کے لیئے ہر حکم کی تفصیل بیان کرتے ہین جاننے والون سے
وہ لوگ مراد ہین جنکی سمجھ درست ہے اور وہ دلائل پر غور کرکے حق کو سمجھ لیتے ہین قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ
رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ
اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ تو کہدے کہ بیشک حرام کیا ہی
میرے رب نے بیحیائی کی باتون کو جو اُنمین سے ظاہر ہون اور جو چھپی ہون اور گناہ کو اور سرکشی کو جو ناحق ہو اور
پھر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس پر اللہ نے کوئی دلیل نہین اُتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ باتین کہو
جو تم نہین جانتے ف پہلی آیت مین یہ بیان ہوا تھا کہ کافرون نے وہ چیزین حرام کرلین ہین جو اللہ نے
حرام نہین کین اُسکے مقابلہ مین اللہ اس آیت مین اُن چیزون کی تفصیل بیان کرتا ہے جو اللہ نے حرام
کی ہین۔ فواحش سے مراد کبیرہ گناہ ہین۔ ظاہر وہ ہین جو علانیہ سب کے سامنے کیئے جائین باطن سے مراد
وہ ہین جو چھپا کر کیئے جائین بعض کا قول یہ ہے کہ فواحش سے وہ گناہ مراد ہین جو اعضائے مستورہ سے
متعلق ہون جیسے زنا اور ستر کھولنا۔ اثم سے ہر گناہ مراد ہے چونکہ فواحش کی نہی کا زیادہ اہتمام تھا اور پہلے
اس کلام مین برہنگی کی برائی کا ذکر تھا اسلیئے فواحش کی نہی اول تخصیص کے ساتھ بیان کردی اور ظاہر و باطن
کی تفصیل سے اُسکی اور زیادہ تاکید کردی پھر اُسکے بعد اثم کے لفظ سے ہر گناہ کی حرمت بیان کی اسمین بھی
فواحش کی حرمت کی تاکید ہوگئی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اثم اُس گناہ کو کہتے ہین جسکا اثر فقط اپنی ذات پر ہو
اور بغاوت اُس گناہ کو کہتے ہین جسکا اثر دوسرون پر پہونچے جیسے ظلم وغیرہ۔ حرام چیزون مین اللہ
نے شرک کو بھی ذکر کیا۔ شرک کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی نسبت یہ اعتقاد

رکھنا کہ وہ جس چیز کو چاہے حلال کر دے اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے چنانچہ کفار کہ حج مین لباس پہننے کو اور بکریان کی نسل کو بعض لوگون کے کہنے سے حرام سمجھ لیا تھا اور اس امر پر غور نہین کیا تھا کہ اللہ نے انکو جنکے قول پر انہون نے اعتماد کیا تھا حلال حرام کرنے کا کیا اختیار دیا ہے اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی حرام ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی ایسے شخص کو شریک کرو جسکے شریک کرنے پر اللہ نے کوئی دلیل نہین اتاری یعنی کسی چیز کے حلال کرنے یا حرام کرنے کا حکم ان لوگون کو سمجھ لو جن کو اللہ نے اس حکم کا اختیار نہین دیا اور چونکہ انکا یہ کہنا کہ اللہ نے ہمکو ایسا حکم کیا ہے محض بے دلیل تھا اس لیے قابل اعتبار نہ رہا اور مدار حلت و حرمت کا صرف باپ دادا کی تقلید پر ٹھہرا اور یہ شرک ہوا اسلیے کہ ان کے باپ دادا کو اللہ نے حلال اور حرام کرنے کا اختیار نہین دیا تھا اور پھر اسکو بھی اللہ نے حرام بتا دیا کہ اللہ کیطرف ایسی حکمون کی نسبت کرو جنکو تم کسی دلیل سے نہین جانتے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اسلیے کہ اللہ کا حکم رسول کے حکم سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ حکم کسی رسول کے بیان سے معلوم نہین ہوا تھا

**وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ٥**

اور ہر قوم کے لیے ایک وقت مقرر ہے پھر جب آتا ہے وقت انکا نہ تاخیر کرتے ہین ایک ساعت نہ تقدیم کرتے ہین **ف** یعنی ہر قوم کی شوکت اور قوت ایک وقت معین تک ہوتی ہے جو اللہ نے مقرر کی ہے جب وہ وقت آجاتا ہے فورًا اس قوم کی شوکت ٹوٹ جاتی ہے ایک ساعت کی تقدیم و تاخیر نہین ہوتی اسیطرح کفار کی پہلی قومین اپنے وقت مقرر پر پہونچ کر تمام ہو گئین اسی طرح کفار مکہ کا بھی زور ٹوٹنے والا ہے۔ خفاجی نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ لِكُلِّ أُمَّةٍ سے لِكُلِّ أَحَدٍ مِنَ الْأُمَّةِ مراد ہے یعنی امت مین سے ہر شخص کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور وہ وقت اسکی زندگی کا زمانہ ہے جب موت کا وقت آتا تو ایکدم کی تقدیم و تاخیر نہین ہوتی اس آیت مین کافرون کو اللہ نے سمجھا دیا کہ تم یہ مت سمجھو کہ ہمیشہ تمکو اللہ کے عذاب سے اسی طرح

مہلت نہ ملیگی بلکہ مہلت ایک وقت مقرر تک ہے جب وہ وقت آیا فوراً اللہ کے عذاب میں مبتلا ہو جاوینگے اور پھر جو شبہ ہوتا تھا کہ اگر یہ امور اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں تو فوراً عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا اسکا جواب بھی اسی آیت سے ظاہر ہو گیا يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اے آدم کی اولاد اگر آویں تم میں رسول جو تم میں سے ہوں بیان کریں تم پر آیتیں میری تو جو کوئی پرہیزگاری اور نیکی کرے تو اُن پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے **ف** یہ وہ مضمون ہے جو اللہ نے امم سابقہ کو سنا دیا تھا اُسی کو اللہ بطور حکایت نقل کرتا ہے یعنی ہم نے پہلی اُمتوں کو سُنا دیا تھا کہ اگر ہمارے رسول تمہارے پاس آویں جو تم میں سے ہوں اور ہماری آیتیں تمہارے سامنے بیان کریں تو جو کوئی تقویٰ اور صلاح اختیار کرے گا یعنی اُنکی اطاعت قبول کریگا اور اُن کے امر و نہی پر عمل کریگا اُن پر قیامت کے دن نہ کچھ خوف ہوگا نہ وہ رنج میں پڑیں گے حاصل آیت کا یہ ہوا کہ اگر تم میں ہمارے رسول آویں تو تم اُنکی اطاعت کیجیو اسی سے نجات ہے۔ شرط کے ساتھ اسلئے فرمایا کہ ظاہر ہو جاوے کہ رسولوں کا بھیجنا اللہ پر واجب نہیں اور اُسکو اختیار ہے کہ رسول بھیجے یا نہ بھیجے پس وہ بمقتضائے رحمت اگر بھیجے تو تم پر احسان اور فضل ہے وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اور جو لوگ جھٹلاوینگے ہماری آیتوں کو اور تکبر کرینگے اُن سے وہ دوزخ والے ہیں وہی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے **ف** اس آیت سے علما نے استدلال کیا ہے کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے کفار منکرین ہیں نہ فساق مومنین فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ کون بڑھکر ظالم ہے اُس سے جس نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا یا جھٹلایا اُس کی

آیتون کو **ف** بہتان باندہنے سے یہ مراد ہے کہ جو اللہ کا حکم نہو اُسکو اللہ کا حکم بتایا یا جو اللہ
نے حکم دیا ہے اُسکو جھٹلایا **أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ**
وہی لوگ ہین کہ پہونچتا ہے اُنکو نصیب اُنکا کتاب مین سے **ف** کتاب سے مراد لوح محفوظ
یعنی تقدیر ہے - یعنی جو لوگ اللہ پر بہتان باندہتے ہین اور اُسکی آیتون کو جھٹلاتے ہین جب تک اُن کی
مہلت کا زمانہ ہے اُسوقت تک جتنا رزق اور سامان عیش اُن کی قسمت مین ہوتا ہے اُنکو پہونچتا ہے
پہر جب موت آتی ہے تو عذاب مین مبتلا ہوجاتے ہین یا مراد یہ ہے کہ اللہ جو اپنی کتاب مین لکھ چکا
ہے کہ مین نیکی پر ثواب اور بدی پر عذاب دونگا اسی وعدہ کی بموجب اُنکو اپنا نصیب حاصل ہوتا ہے
یعنی افترا اور تکذیب کے عذاب مین مبتلا ہوتے ہین **حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا**
**يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ**
یہان تک کہ جب آوینگے اُن کے پاس ہمارے فرشتے جو جان قبض کرینگے کہینگے کہان ہین وہ کہ تم
اُنہین پکارتے تہے اللہ کے سوا **قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ**
**أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ** کہینگے وہ کہ غائب ہوگئے
ہمسے اور اقرار کرینگے اپنے نفسوں پر کہ وہ بیشک کافر تہے **ف** یعنی کفار فرشتون کے جواب مین
کہینگے کہ جنکو ہم پکارتے تہے وہ آج ہمسے جہوٹ گئے اور اُس روز عذاب الٰہی کو دیکھکر اُن پر حقیقت
کھلے گی اور اقرار کرینگے کہ وہ بیشک کافر تہے **قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ**
**مِن قَبْلِكُم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ** کہیگا (اللہ) داخل
ہوجاؤ قومون مین جوگذر رہی ہین تمسے پہلے جن اور انس سے دوزخ مین **ف** یہ بیان قیامت
کے دن کا ہے اُس دن اللہ اُن سے کہیگا کہ تمسے پہلے جو کفار جن و انس گذرے ہین اور دوزخ کے
عذاب مین مبتلا ہین اُنہین مین تم بہی شامل ہوجاؤ — **كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ**

اُخْتَهَا ۭ جو داخل ہوگی قوم لعنت کریگی ساتھ والی کو **ف** یعنی جب ایک زمانہ کے کفار داخل ہونگے وہ اپنی ساتھ والی قوم پر [یعنی اُن کفار پر جنکی پیروی کرکے وہ کفر مین مبتلا ہوئے] لعنت کرینگے **حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۝** یہانتک کہ جب جمع ہوجاوینگے دوزخ مین سب تو کہینگے اُن کے پچھلے اپنے پہلون کے لئے اے رب ہمارے انہون نے ہی ہمکو گمراہ کیا تو ان کو آگ کا دونا عذاب دے

**ف** یعنی اُنکو دو وجہ سے مستحق عذاب بنا کہ ایک اس وجہ سے کہ وہ خود گمراہ تھے دوسرے اسوجہ سے کہ اُنہون نے ہمکو گمراہ کیا **قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝** کہیگا اللہ ہر ایک کے لئے دونا ہے اور لیکن تم نہین جانتے

**ف** یعنی متاخرین تابعین جب متقدمین متبوعین کے لئے دونے عذاب کی درخواست کرینگے تو اللہ کہیگا کہ متقدمین اور متاخرین سب کے لئے دونا عذاب ہے مگر تمکو خبر نہین کہ کس کس پر کتنا عذاب ہے متقدمین اسوجہ سے دونے عذاب کے مستحق ہین کہ خود وہ بھی گمراہ ہوئے اور اپنے بعد آنے والون کو بھی گمراہ کیا اور متاخرین اسوجہ سے دونے عذاب کے مستحق ہین کہ گمراہ ہوئے اور بغیر سوچے سمجھے اور بے دلیل گمراہون کی تقلید کی **وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝** اور کہینگے پہلے اُنھین کے اپنے پچھلون سے اب نہین ہے تمکو ہمپر کوئی بزرگی تو چکھو عذاب عوض مین اُسکے جو تم کرتے تھے

**ف** یعنی جب اللہ یہ کہیگا کہ سب کے لئے دونا عذاب ہے اُسوقت کفار متقدمین اپنے متاخرین سے مخاطب ہوکر کہین کہ تمکو ہمپر کوئی فضیلت نہین کہ ہمارے مقابلہ مین تمپر عذاب کم ہو ہماری طرح تم بھی دونے عذاب کے مستحق ہو اور ہم تم دونو

استحقاق عذاب مین برابر ہین اب اپنے اعمال کا بدلا پاؤ إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ
الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي
الْمُجْرِمِينَ ۵ بیشک جنہون نے جھٹلایا ہماری آیتون کو اور تکذیب کی نہ کھلینگے اُن کے لیے
دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہون گے وہ جنت مین یہان تک کہ داخل ہوجاوے اونٹ سوئی کے
ناکے مین اور اسی طرح سزا دیتے ہین ہم مجرمون کو **ف** یعنی جو لوگ ایمان نہین لاتے اور اللہ
کی آیتون کو جھٹلاتے ہین اُن کے لیے آسمان کے دروازے نہین کھلینگے ۔ اسکی تفسیر مین بیضاوی
نے لکھا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اُن کی دعاؤن اور اُن کے اعمال اور اُن کی ارواح کے لیے آسمان کے
دروازے نہ کھلینگے جسطرح مومنین کی دعاؤن اور اعمال اور ارواح کے لیے آسمان کے دروازے
کھلتے ہین اور ملائکہ اُن کو لیتے ہین خفاجی نے لکھا ہے کہ آسمان کے لیے دروازے ہونا اور اُن کا
نیک دعاؤن اور نیک اعمال اور نیک روحون کے لیے کھلنا نصوص قرآن اور حدیث سے ثابت ہے
اسلیے اسمین تاویل کی کوئی ضرورت نہین ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر اور ابوداؤد اور نسائی اور
امام احمد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاجر کے روح قبض ہونے کا ذکر کیا
پھر فرمایا کہ اُسکو فرشتے آسمان کی طرف لیجاتے ہین جب کسی ملائکہ کے گروہ پر گذرتے ہین تو وہ پوچھتے
ہین کہ یہ کسکی روح خبیث ہے عذاب کے فرشتے اُسکا وہ نام لیتے ہین جو دنیا مین سب سے زیادہ
توہین کا نام تھا جب آسمان تک پہونچتے ہین تو اُسکے لیے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہین لیکن اُسکے لیے
دروازہ نہین کھولاجاتا ہے پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ الآیۃ
خفاجی نے ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ آسمان کے دروازے کھلنے سے برکت اور رحمت کا نازل ہونا مراد
ہے لیکن اُن کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھلنے سے مراد یہ ہے کہ اُن پر برکت اور رحمت نازل نہوگی

پھر اللہ نے فرمایا کہ وہ جنت میں داخل نہوں گے جب کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہو جاوے یعنی جسطرح
اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا محال ہے اسی طرح کافروں کا جنت میں داخل ہونا محال ہے مطلب یہ
ہے کہ ہرگز داخل نہوں گے پھر اللہ فرماتا ہے کہ ہم مجرمین کو اسی طرح سخت عذاب کرتے ہیں لَهُم مِّن
جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ط اُن کے لیے جہنم کے فرش ہیں اور
اور اُن کے اوپر بالاپوش ہیں ف یعنی اُن کے نیچے بھی آگ ہوگی اور اوپر بھی آگ ہوگی
وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم ظالموں کو ف
یعنی ایسے عذاب الیم میں اُنکو مبتلا کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم نہیں تکلیف دیتے ہم کسی نفس کو مگر بقدر اسکی وسعت
کے وہی اہل جنت ہیں وہ اسمیں ہمیشہ رہنے والے ہیں ف یعنی جن لوگوں نے نیک عمل کیے وہ ہمیشہ جنت میں رہینگے ایمان اور عمل صالح
ذکر کے ساتھ ہی اللہ نے فرمایا کہ اللہ کسی نفس کو اسکی طاقت سے بڑھکر تکلیف نہیں دیتا یہ جملہ معترضہ [illegible] اس پر تنبیہ کرنے کے لیے مذکور ہوا
ایمان لانا اور عمل صالح کرنا کوئی مشکل کام نہیں بلکہ یہ ایسے کام ہیں جو انسان سے آسانی کے ساتھ ہو سکتے
ہیں باینہمہ اگر انسان جنت کے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے تو اپنے اوپر ظلم کرتا ہے وَنَزَعْنَا
مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ
اور نکالدیں گے ہم جو اُن کے سینوں میں ہوگی ناخوشی جاری ہوں گی اُن کے نیچے نہریں —
ف یعنی اُن کے دلوں میں جو ایک دوسرے سے کینے ہونگے وہ دور ہو جاویں گے
اور سب آپس میں دوست ہوں گے ابن کثیر نے سدی سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے
کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو جنت کے دروازہ کے پاس ایک درخت ملے گا جسکی
جڑ میں دو چشمے جاری ہوں گے انمیں سے ایک کا پانی پئیں گے تو اسکے پیتے ہی اُن کے دلوں میں جو ایک

دوسرے سے کدورت ہوگی وہ سب رفع ہوجاے گی اسی وجہ سے اُسکو شراب طہور کہتے ہین پھر دوسرے چشمے مین غسل کرینگے تو اُنپر خوشی کی ہوا چلے گی اُسکے بعد اُنمین پھر کبھی باہم رنج و کدورت نہو گی اور ابو اسحق نے بطریقہ عاصم حضرت علی سے بھی یہی نقل کیا ہے اور ابن جریر نے بطریقہ قتادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ مجھکو امید ہے کہ مین اور عثمان اور طلحہ اور زبیر اُنھین مین سے ہون گے جن کے حق مین اللہ نے فرمایا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ خفاجی نے ابن حجر سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن سعد اور طبری نے بطریقہ قتادہ بسند منقطع اور ابن ابی شیبہ نے ربعی سے متصل نقل کیا ہے **وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ** اور کہینگے حمد اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمین راہ دکھائی اسکی اور نہ تھے ہم ایسے کہ راہ پاتے اگر نہ راہ بتاتا ہمکو اللہ **ف** یعنی اللہ نے ہمکو اُس جنت کی راہ بتائی جسکی جزا [illegible] [illegible] اللہ کی طرف سے ہدایت اور توفیق نہ ہوتی تو ہم ایسی ہدایت نہین پاسکتے تھے **لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ** بیشک آئے رسول ہمارے رب کے حق کے ساتھ **ف** یعنی اللہ کے رسول وعدہ حق لیکر آئے اسکی وجہ سے ہمکو ہدایت ہوئی جسکے سبب سے ہمکو یہ [illegible] ملی **وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ** اور اُنکو پکارا جاوے گا کہ یہ ہے جنت جسکو میراث پایا ہے تمنے بسبب اُن اعمال کے جو تم کرتے تھے **ف** نسائی اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر اہل جنت اپنا ٹھکانا دوزخ مین دیکھیگا اور کہیگا کہ اگر مجھکو اللہ ہدایت نہ کرتا تو میرا یہ ٹھکانا ہوتا پھر اللہ کا شکر کریگا اور ہر اہل نار اپنا ٹھکانا جب جنت مین دیکھیگا تو اُسکو اور حسرت زیادہ ہوگی اسی لیے جنت مین جو مکان اہل نار کے تھے اُسکے وارث مسلمان ہون گے تو گویا وہی تمہاری اعمال کے

سبب ہو جاویگا تمکو۔ یہان یہ شبہہ ہوتا ہے کہ صحیحین کی حدیث مین وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم مین سے کسی شخص کو اُسکے اعمال جنت مین داخل نکرینگے صحابہ نے پوچھا کہ یا حضرت آپکو بھی آپکے اعمال جنت مین داخل نہین کرینگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو بھی میرے اعمال جنت مین داخل نہین کرینگے مگر یہہ کہ ڈھانک لیگا مجھکو اللہ اپنی رحمت اور اپنے فضل مین۔

اسکا جواب یہ ہے کہ اعمال سبب دخول جنت کے نہونگے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہوا لیکن اعمال باعث رحمت الٰہی کے ہونگے اور اللہ کی رحمت زیادہ تر اُنہین پر ہوگی جنکے اعمال اچھے ہونگے پس اعمال صالحہ باعث رحمت الٰہی ہونگے اور رحمت الٰہی باعث دخول جنت ہوگی۔ فتح الباری مین ہے کہ حدیث مین جو وارد ہے کہ عمل کسی شخص کو جنت مین داخل نہین کریگا اس سے مراد یہہ ہے کہ جو عمل قبول نہو وہ جنت مین داخل نہین کریگا اور اس آیت مین جو ذکر ہے کہ جنت کے وارث تم اپنے اعمال کی وجہ سے ہوئے اس سے مراد یہہ ہے کہ جو اعمال تمہارے مقبول ہوئے اُنکی وجہ سے جنت ملی اور قبول کرنا اعمال کا اللہ کی رحمت اور فضل پر موقوف ہے پس حدیث کا یہہ مطلب ٹہرا کہ صرف اعمال سے نہین ملتی بلکہ اللہ کے فضل سے ملتی ہے اور یہہ مضمون بھی صحیح ہے کہ جنت اعمال مقبولہ سے ملتی ہے حاصل دونون کا ایک ہے۔ مسلم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ [illegible] فرمایا ہے کہ اہل جنت جب جنت مین داخل ہونگے تو منادی یہ ندا کریگا کہ تم ہمیشہ زندہ رہوگے کبھی نہ مروگے اور ایسا [illegible] تم ہمیشہ تندرست رہوگے کبھی بیمار نہ ہوگے اور ایسا کہ تم ہمیشہ جوان رہوگے کبھی بوڑھے نہوگے اور ایسا کہ تم ہمیشہ خوش رہوگے کبھی مغموم نہوگے اور یہی مراد ہے اس آیت کی وَنُودُوا اَن تِلکُم الخ یہ ندا کرنے والا اللہ ہوگا اور بعضوں کا قول ہے کہ پکارنے والے فرشتے ہونگے۔ واللہ اعلم۔

## خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ ذیقعدہ سنہ [illegible] ہجری مین یہہ جلد ہفتم تفسیر اکسیر اعظم مطبع اعظم [illegible] سے چھپکر شائع ہوئی۔ وہو المستعان

پھر اللہ فرماتا ہے کہ اس سورت میں تیرے پاس حق آیا یعنی ایسی روشن دلیلیں آئیں جو حق کو ثابت کرتی ہیں
حق سے مراد اللہ کی توحید اور محمد کی نبوت اور حشر اور حساب اور جنت و نار وغیرہ ضروریات دین ہیں جنکی
مشرکین تکذیب کرتے تھے اور اس سورت میں نصیحت کی باتیں مذکور ہوئیں اور ایسے قصے بیان ہوئے
جو موعظہ اور یاد رکھنے کے قابل ہیں اگرچہ تمام قرآن میں اسی قسم کی باتیں ہیں مگر اس سورت کی تخصیص
اس لئے کی کہ بہت سے قصے اس سورت میں ایک جگہ مذکور ہوئے ہیں کسی اور سورت میں جمع نہیں ہوئے۔

وَقُل لِّلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عَامِلُونَ وَانتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ ۝ اور کہدے اون سے جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنے طور پر عمل کرتے رہو ہم بھی
عمل کرتے ہیں اور تم بھی منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں **ف** اے محمد تو ان کافروں سے کہدے کہ اگر
تم میری ہدایت نہیں مانتے تو مت مانو اور اپنی سرکشی میں مبتلا رہو اور جیسا تمہاری سمجھ میں آتا ہے ویسے
عمل کرتے رہو ہم بھی اپنی سمجھ کے موافق عمل کرتے ہیں تم بھی اپنے اعمال کے نتیجے کے منتظر رہو ہم بھی منتظر
ہیں آخر معلوم ہو جائیگا کہ زمانہ کی گردش کس پر آتی ہے یا اللہ کا عذاب کس پر آتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے

وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ ع ۱۰

اور اللہ کے لئے ہے علم غیب آسمانوں کا اور زمین کا اور اوسی کی طرف پھر جاتے ہیں سب کام
پس اوسی کی عبادت کر اور اوسی پر توکل کر اور تیرا رب اون کے اعمال سے غافل نہیں ہے **ف**
یعنی آسمانوں میں اور زمینوں میں جو کچھ چھپا ہوا ہے اور جو کچھ ہوا ہے اون سب کا علم اللہ سے مختص ہے
کوئی چیز یا کوئی بھید کیسا ہی مخفی ہو اوسپر ظاہر ہو جاتا ہے پس اے محمد جو کفار تیرے ساتھ سرکشی کرتے
ہیں اون کا حال بھی اللہ کو خوب معلوم ہے اور اون کے ایک ایک عمل کی خبر ہے اور آخرت میں تمام
معاملات اللہ کے سامنے پیش ہونے والے ہیں تو نے جسطرح اون کو ہدایت کی اور اونہوں نے

جسطرح تیرے ساتھ سرکشی کی یہ معاملہ بھی اللہ کے سامنے پیش ہونے والا ہے وہ تجھکو اجر عظیم دیگا اور سرکشون کو سخت سزا دیگا پس تو کافرون کی سرکشی کی کچھ پروا مت کر اور اللہ کی عبادت کر اور اوسی پر توکل کر وہی تجھکو کافی ہے اور جب اللہ تیرا مددگار ہوگا تو تیرے مخالف اگرچہ بیانتہا ہون تجھکو کچھ مضرت نہین پہونچا سکتے عبادت کا ذکر توکل سے پہلے اس لئے ہوا کہ توکل اوسیکو فائدہ دیتا ہے جو اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ پھر اللہ اپنے پیغمبر کی تسکین کے لئے فرماتا ہے کہ اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہین ہے

سورۂ یوسف یہہ سورت مکی ہے اور اوسمین ایکسو گیارہ[111] آیتین اور بارہ[12] رکوع ہین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ ف اس کی مراد اللہ کو معلوم ہے اور جو بحث حروف مقطعات قرآنی کی ہے وہ اول مذکور ہو چکی۔ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۞ یہ آیتین ہین واضح کتاب کی۔ ف واضح کتاب سے قرآن مراد ہے یعنی یہ آیتین جو ہم نے تجھہ پر نازل کین ہین قرآن کی آیتین ہین۔ واضح کتاب قرآن کو اس لئے کہا کہ جو مطالب ضروری ہین وہ اوسمین بہت وضاحت کے ساتھہ مذکور ہین۔ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۞ ہمنے اوتارا اوس کتاب کو قرآن عربی بنا کرتا کہ تم سمجھو۔ ف یعنی اس کتاب کو ہمنے قرآن عربی بنا کر اس لئے نازل کیا کہ تمہاری زبان عربی ہے تم اسکو اچھی طرح سمجھو۔ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ۖ وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ ۞ ہم قصہ ذکر کرتے ہین تجھسے بہت اچھے بیان مین اسطرح کہ بھیجا ہم نے تیری طرف یہ قرآن اور اگرچہ تو

اس سے پہلے بیخبروں میں سے تھا **ف** یعنی ہم اس قرآن کی وحی بھیجکر جو بہتر قصہ تجھسے بیان کرتے ہیں ہمارا طرز بیان بہت اچھا ہے طرز بیان کے اچھے ہونے سے مراد یہ ہے کہ نہایت فصیح و بلیغ عبارت میں یہ قصہ ایسی حکمت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس سے سمجھنے والے کو نصیحت اور عبرت حاصل ہوتی ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ یہ قصہ جو ہم بذریعہ وحی تیرے سامنے بیان کرتے ہیں یہ قصہ سب قصوں میں احسن ہے۔

**اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ۝**

جبکہ یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کو خواب میں دیکھا میں نے انکو دیکھا کہ مجھکو سجدہ کرتے ہیں۔

**ف** یہ جو اللہ نے فرمایا تھا کہ اے محمد ہم تیرے سامنے سب سے اچھا قصہ بیان کرتے ہیں وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ہے جو اللہ نے بیان کرنا شروع کیا حضرت یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے اور وہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے تھے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ یہ بڑی فضیلت حضرت یوسف علیہ السلام کی تھی کہ وہ خود بھی نبی تھے اور ان کے باپ دادا پردادا بھی نبی تھے۔ بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کریم ابن کریم ابن کریم یوسف ابن یعقوب ابن اسحٰق ابن ابراہیم ہیں۔ حضرت یوسف نے خواب میں دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند آسمان سے اترے اور انہوں نے یوسف کو سجدہ کیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب یہ خواب دیکھا تھا اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر سات برس کی تھی بعض کا قول ہے کہ دس برس کی تھی بعض کا قول ہے کہ سترہ برس کی تھی۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ انبیا کی خواب وحی ہوتی ہے۔ اس خواب میں گیارہ ستارے حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں اور سورج اور چاند حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ اور ماں ہیں۔ اس خواب کی تعبیر چالیس برس کے بعد ظاہر ہوئی بعض کا قول ہے کہ چاند سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ مراد ہیں تھا اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ماں تو پہلے ہی مر چکی تھیں اور ظہور تعبیر کے وقت مصر میں نہیں گئیں تھیں۔ سچی خواب ایک مجمل الہام ہوتا ہے جو ملائکہ حالت نوم میں انسان کے

دل مین ڈالتے ہین اور اس خیال کی تفصیل سمجھ لیا اور اسکی آپ بہت ۔ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ اگر انسان
خواب مین ایسی حالت دیکھے جسکو پسند کرتا ہے تو دوستون کے سامنے بیان کرے اور اگر ایسی حالت دیکھے
جسکو ناپسند کرتا ہے تو اوسکے بعد جب آنکھ کھلے فوراً کروٹ بدل لے اور بائین طرف کو تین مرتبہ تھتکار دے
اور اللہ سے دعا مانگے کہ اوس کے شر سے بچا دے اور کسی سے اوس خواب کو بیان نہ کرے تو پھر وہ خواب کوئی
مضرت نہ پہونچا دے گی۔ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ
فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ
مُّبِيْنٌ ۝ (باپ نے کہا کہ اے میرے بیٹے اس خواب کو اپنے بھائیون سے مت بیان کیجیو
وہ تیرے لیے کوئی دغا سوچین گے۔ بیشک شیطان انسان کے لیے ظاہر دشمن ہے۔ ف
حضرت یعقوب اس خواب کی تعبیر سمجھ گئے کہ اللہ یوسف کو اور سب بھائیون پر عزت دے گا اس لیے
اون کو یہ خوف پیدا ہوا کہ یوسف کے بھائی یوسف پر حسد کر کے اون کو مضرت نہ پہونچاوین اور اون کے
قتل کی کوئی تدبیر نہ کرین اس واسطے کہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے اوسنے آدم اور حوا سے دشمنی کر کے
اون کو جنت سے نکلوایا۔ ایسی ہی یہان بھی ہے اور اونہون نے حضرت یوسف سے کہا کہ اس خواب کو اپنے
بھائیون کے سامنے مت بیان کیجیو کیا عجب ہے کہ وہ بھی اس کی تعبیر سمجھ جاوین اور شیطان اون کے
دل مین حسد ڈالے۔ یہ جو حضرت یعقوب کی نہایت صحیح تھی چنانچہ چند روز کے بعد اس کا ظہور ہو گیا اسی
قصے سے علما نے نتیجہ نکالا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ انسان اپنی نعمت حاصل ہو جانے سے پہلے [illegible]
وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ
وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ
مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اور اسی طرح ٦
بزرگ کریگا تجھکو تیرا رب اور سکھا دے گا تجھکو حقیقت حدیثون کی اور پوری کریگا اپنی نعمت تجھ پر اور اولاد یعقوب پر

جیسے کہ اللہ نے نعمت پوری کی اس سے پہلے تیرے دو بزرگون ابراہیم اور اسحق پر بیشک تیرا رب جاننے والا حکمت والا ہے۔ **ف** حضرت یعقوبؑ نے یوسفؑ سے کہا کہ جسطرح اللہ نے اس خواب سے تیری بزرگی ظاہر کی ہے اسی طرح اللہ تجھکو بزرگی دیگا یعنی تو اپنے سب بھائیون کا سردار ہوگا اور یہ سب تیرے سامنے ذلیل اور عاجز بنینگے اور اللہ تجھکو حدیثون کی تاویل سکھا دیگا۔ حدیثون سے اکثر کے نزدیک خواب کے واقعات مراد ہین اس لئے کہ حدیث کہتے بات کو ہین اور خواب کے واقعات بھی درحقیقت باتین ہوتی ہین سچی خوابین فرشتون کی باتین ہین اور جھوٹی خوابین شیطان کی باتین ہین۔ چنانچہ اللہ نے تعبیر خواب مین حضرت یوسف کو بہت بڑا کمال عطا فرمایا تھا۔ یا حدیثون سے مراد کتب الٰہی کی عبارتین اور انبیائے سابقین کی حدیثین ہین۔ یعنی تو اللہ کی کتابون اور انبیا کی حدیثون کا مطلب بہت اچھی طرح سمجھیگا اور اللہ تجھپر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت پوری کریگا یعنی تجھکو اور اولاد یعقوب کو نبوت دیگا یا دین و دنیا کی بزرگی دیگا جیسکہ اللہ نے اس سے پہلے تیرے پردادا ابراہیمؑ اور تیرے دادا اسحقؑ کو نبوت یا بزرگی دی تھی اللہ خوب جانتا ہے کہ نبوت اور بزرگی دینے کی لائق کون ہے اوس کے سب کام حکمت کے ساتھ ہوتے ہین یعنی وہ نبوت اور بزرگی اوسی کو دیتا ہے جس کے نفس کو سب برائیون سے پاک بناتا ہے یعنی تو اور تیرا خاندان ایسا ہی قابل ہے کہ اللہ اون کو یہ بزرگیان دے اس آیت مین جو یہ مذکور ہوا کہ اللہ اولاد یعقوبؑ پر اپنی نعمت کامل کریگا اس سے بعض علما نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے سب بھائی نبی تھے اس لئے کہ وہ بھی اولاد یعقوبؑ سے تھے اور کامل نعمت سے نبوت مراد ہے اور پھر اوس نعمت کو جو ابراہیمؑ اور اسحقؑ کی نعمت سے تشبیہ دی اس سے نبوت کے معنی اور ظاہر ہوگئے۔ قطع نظر اس کے حضرت یوسفؑ نے جو خواب دیکھا تھا اوسمین ستارون سے اون کے بھائی مراد تھے اور چونکہ ستارے نورانی ہوتے ہین اس سے بھی ظاہر ہوگیا کہ اون مین نبوت کا نور تھا اب اگر کسیکو شبہہ ہو کہ اونھون نے حضرت یوسفؑ پر ایسا ظلم کیا جو شان نبوت کے خلاف تھا تو اس کا جواب

تفسیر کبیر مین یہہ لکھا ہے کہ یہہ امر اون سے قبل نبوت واقع ہوا۔ اس موقع پر ایک شبہہ یہہ ہوتا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو معلوم تھا کہ حضرت یوسفؑ کو نبوت اور بہت سی بزرگیان ملین گی اور وہ سب بھائیون کے سردار ہون گے پھر اون کو حضرت یوسفؑ کی ہلاکت کا خوف اور بھیڑیئے کے کھا جانے کا شبہہ کیون ہوا۔ اس کا جواب یہہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے جو حضرت یوسفؑ کو بشارتین دین یہہ بطور علم یقین نہ تھین بلکہ ظن غالب یقین اور قرائن موجودہ کے لحاظ سے اونہون نے یہہ نتیجے ثابت کئے تھے لیکن بمقتضاے بشریت اور نہایت شفقت دوستی کے خیالات بھی پیدا ہوئے اور یہہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو یہہ معلوم ہو گیا تھا کہ آخر مین حضرت یوسف کو یہہ مراتب ملین گے مگر یہہ احتمال تو باقی تھا کہ شاید اوس سے پہلے اون پر بعض مصیبتین آوین لیکن ہلاکت کا خیال اون کو نہ تھا بلکہ حضرت یوسفؑ کی مصیبتون کا احتمال تھا اور اون کے فراق کا رنج تھا مگر آخر تک وہ اون کے ملنے کی امید بھی رکھتے تھے لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝ بیشک تھین یوسفؑ اور اوس کے بھائیون مین نشانیان پوچھنے والون کے لئے ف یعنی جو لوگ یوسف کا قصہ پوچھتے ہین اون کے لئے یوسف اور اون کے بھائیون کے معاملے مین بہت سی عبرت اور نصیحت کی باتین ہین بعض اون مین سے یہہ ہین کہ بزرگی کا مرتبہ انسان کو اپنی کوشش سے حاصل نہین ہوتا بلکہ محض اللہ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ جسکو نعمت دینا چاہے کسی کی یہہ مجال نہین کہ اوسکو روک دے اور اللہ جسکی حفاظت کرے اوسکو کوئی ہلاک نہین کر سکتا۔ شیطان بڑے بڑے بزرگون اور نبی زادون کو بہکا لیتا ہے۔ حسد کرنے والا ذلیل اور ناکام ہوتا ہے۔ صبر کے انجام مین بہتری ہوتی ہے۔ فتح البیان مین قرطبی کا قول یہہ نقل کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے بارہ بھائی تھے اول روبیل اور وہ سب مین بڑے تھے۔ دوسرے شمعون۔ تیسرے لاوی۔ چوتھے یہودا۔ پانچوین زبولون۔ چھٹے یشجر یہہ سب ایک ماں سے تھے اور ان کی ماں کا نام لیّا[۱] تھا جو حضرت یعقوبؑ کی ماموں

سلہ بعض کا قول ہے کہ خالہ کی بیٹی تھی ۱۲

کی بیٹی تہی ۔ ساتوین دان ۔ آٹھوین نفتونا ۔ نوین جاد ۔ دسوین اشیر ۔ چارون بہائی دو باندیون کے
بطن سے تہے ۔ لیّا کے مرنے کے بعد حضرت یعقوبؑ نے اوس کی بہن راحیل سے نکاح کیا اوس سے
یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے ۔ یہ کل بارہ۱۲ شخص حضرت یعقوبؑ کے بیٹے تہے اور انہین بارہ۱۲ کی اولاد مین
بارہ خاندان بنی اسرائیل کے ہوئے ۔ حضرت یوسفؑ کے حقیقی بہائی فقط بنیامین تہے باقی دس سوتیلے
بہائی تہے ۔ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ
عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۙ ۔ جبکہ اونہون نے کہا کہ البتہ
یوسف اور اوس کا بہائی ہمارے باپ کو ہمسے زیادہ پیارا ہے حال آنکہ ہم ایک زبردست جماعت
ہین ۔ بیشک ہمارا باپ ظاہر غلطی مین ہے ۔ ف یعنی یوسفؑ کے دس سوتیلے بہائیون نے یہ
یہ کہا کہ ہمارے باپ یعقوبؑ کو یوسف اور اوس کے حقیقی بہائی بنیامین سے جتنی محبت ہے اوسقدر ہم سے
نہین حال آنکہ وہ تو ابہی بچّے ہین کسی کام کی لائق نہین نہ وہ کہیتی کرسکتے ہین نہ جانورون کے چرانے اور پانی
پلانے کا کام کرسکتے ہین نہ دشمنون سے جنگ کی لائق ہین اور ہم دسون بہائی زبردست جماعت ہین سب کام
بہت اچھی طرح کرسکتے ہین ۔ پس زیادہ محبت کی لائق ہم سب تہے ہمارا باپ بڑی غلطی مین ہے جو محبت مین
ہم پر اون چہوٹے بچون کو ترجیح دیتا ہے ۔ شاید حضرت یعقوبؑ اون دونون سے زیادہ محبت اسلئے تہے
کہ اِن دونون کی ماں اون کو صغیر سن چہوڑکر مرگئی تہی قطع نظر اس کے حضرت یعقوب اون دونون بچون مین
دینداری اور عقلمندی کی علامتین پاتے تہے اس کے سوا یہ ایک معمولی بات ہے کہ چہوٹی اولاد سے
محبت زیادہ ہوتی ہے اور یہ امر مقتضائے طبیعت ہوتا ہے انسان کے اختیار کو اسمین دخل نہین ہوتا ۔
اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا
مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۞ مارڈالو یوسف کو یا ڈالدو اوسکو کسی زمین مین کہ خالص
ہوجاوے تمہارے لیئے توجہ تمہارے باپ کی اور بن جائیو تم اوس کے بعد نیک گروہ ف

یوسف کے بھائیون نے یہ مشورہ کیا کہ یوسف کو قتل کردو یا کہین دور کسی ملک مین پہونچا دو کہ پھر یہان نہ پہونچ سکے جب اسطرح سے یوسف جدا ہو جاے گا تو آئندہ تمھارے باپ کی توجہ تمھارے لئے خالص ہو جاے گی پھر تم اس گناہ سے توبہ کرکے نیک بن جائیو - قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ۞ اون مین سے ایک کہنے والے نے یہ کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو اور اوسے کوئین کی گہرائی مین ڈالدو تاکہ کوئی مسافر اوسکو اوٹھالے اگر تم کرنے والے ہو - ف یوسف کے دس سوتیلے بھائیون مین سے نو کا تو مشورہ یہ تھا کہ مار ڈالو یا کسی دور زمین مین پھینکدو مگر ایک کو کسیقدر رحم آیا اور اوسنے قتل کرنے یا کسی دور ملک مین پہونچا دینے سے منع کیا بلکہ یہ راے دی کہ اگر تم ہی کرنے والے ہو یعنی یوسف کو باپ سے جدا کرنے والے ہو - یا مراد یہ ہے کہ سب مشورہ پر عمل کرنے والے ہو تو یوسف کو کنوئین کی گہرائی مین ڈالدو کوئی مسافر جب کنوئین سے پانی بھرے گا اور اوسے معلوم ہوگا کہ کنوئین مین کوئی لڑکا گر پڑا ہے تو ضرور نکال لیگا اور اپنے ساتھ لیجاے گا اس صورت مین تمھارا مطلب بھی ہو جاے گا اس لئے کہ یوسف اپنے باپ سے جدا ہو جاے گا اور یوسف کی جان بھی بچ جاے گی اور جو شخص اوسکو لیجاے گا اوسکی پرورش بھی کرے گا - قرآن مین یہ مذکور نہین کہ یہ کہنے والا کون سا بھائی تھا - ابن کثیر رح نے لکھا ہے کہ قتادہ اور محمد بن اسحٰق کا قول ہے کہ وہ روبیل تھا - اور سدی کا قول ہے کہ یہودا تھا اور مجاہد کا قول ہے کہ شمعون تھا اسی مشورہ پر سب کا اتفاق ہو گیا اس لئے کہ یہ راے کسیقدر شفقت کی تھی - قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ۞ اونھون نے کہا کہ اے ہمارے باپ تجھ مین یہ کیا بات ہے کہ تو یوسف کے معاملے مین ہم پر اعتبار نہین کرتا حالانکہ ہم اوس کے خیر خواہ ہین - ف اب وہ اس فکر مین ہوئے کہ کسیطرح یوسف کو اپنے ساتھ جنگل کو لیجاوین اسی غرض سے اونھون نے باپ سے ایسی فریب کی گفتگو

شروع کی کہ گویا وہ یوسف پر بڑے مہربان ہین اور بمقتضاے محبت اون کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ یوسف کو
جنگل کی سیر کراوین تاکہ اوس کا دل بہلے ۔ اس قول سے یہی معلوم ہو گیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام پہلے سے
یوسف کے معاملے مین اون پر اعتبار نہین کرتے تھے بلکہ یہ خوف رکھتے تھے کہ کہین وہ یوسف کو
مضرت نہ پہونچاوین ۔ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ
بھیجدے اوسکو کل ہمارے ساتھ کھاوے اور کھیلے اور بیشک ہم اوس کی حفاظت کرینگے ۔ ف
یعنی ہم جو اونٹ چرانے کے لئے کل جنگل کو جاوین تو یوسف کو بھی ہمارے ساتھ بھیجدے وہان وہ جنگل کے
میوے کھاوے گا اور کھیلے گا اور تو کچھ خوف مت کر اس لئے کہ ہم اوس کی حفاظت کرنے کو موجود ہین ۔
قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ
وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ (یعقوب نے) کہا مجھکو گوارا نہین ہے یہ امر کہ تم اوس کو
لیجاؤ اور مجھکو خوف ہے کہ اوسکو بھیڑیا کھا جاوے اور تم اوس سے بے خبر ہو ۔ ف حضرت یعقوب کو
چونکہ یوسف کی جدائی شاق تھی اسلیئے اونھون نے کہا کہ مجھکو یہ گوارا نہین کہ تم یوسف کو لیجاؤ اور مجھکو یہ
خوف ہے کہ شاید اوسکو بھیڑیا لیجاوے اور تم اوسوقت دوسری طرف اپنے کامون مین مشغول ہو کر
بے خبر ہو ۔ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝
اونھون نے کہا کہ اگر اوسکو بھیڑیا کھاوے حالانکہ ہم ایک جماعت ہین تو بیشک ہم خسارہ پانے والے ہین
ف یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم دس آدمیون کی جماعت یوسف کی محافظ ہو اور پھر اوسکو بھیڑیا
کھا جاوے اگر ایسا ہو کہ ہم دس مضبوط آدمیون سے ایک بچے کی حفاظت نہو سکے تو ہم بڑے خسارہ
پانے والے ہین یعنی ہم بڑے عاجز ہین ہم سے کچھ بھی نہین ہو سکتا ۔ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ
وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ پھر جب لیگئے اوسکو اور
اونھون نے اتفاق کر لیا کہ یوسف کو کنوئین کی گہرائی مین ڈالدین (تو اونھون نے یہی کیا) ف یعنی آخر کو

اتنی بحث کے بعد حضرت یعقوبؑ نے یوسفؑ کو اون کے ساتھ کر دیا ۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جس وقت
حضرت یعقوبؑ نے یہ ارادہ کیا تو اول یوسفؑ کو چھاتی سے لگایا اور بوسہ دیا اور دعا کی جب وہ چلے تو
جب تک حضرت یعقوبؑ کی نگاہ کے سامنے رہے بڑے پیار اور محبت کے ساتھ لیگئے اور جب اونکی
نگاہ سے پوشیدہ ہوگئے تو اونھوں نے یوسفؑ کو ایذا دینا اور جھڑکنا اور مارنا شروع کیا جب اوس
کنوئیں پر لائے جسمیں ڈالنا تجویز کیا تھا اور رسی سے کمر میں باندھکر کنوئیں میں لٹکانا چاہا تو اوس وقت
یوسفؑ کی یہ حالت تھی کہ جب کسی بھائی کی پناہ لیتے تھے تو وہ جھڑکتا تھا اور طمانچے مارتا تھا اور اگر یوسفؑ
کنوئیں کا کنارہ پکڑ لیتے تھے تو اون کے ہاتھوں پر لکڑیاں مارتے تھے جب وہ کنوئیں کی آدھی گہرائی میں
پہونچے تو رسی کاٹ دی جب یوسفؑ کنوئیں کے اندر گرے تو کنوئیں کے وسط میں ایک پتھر تھا اوس پر
چڑھکر کھڑے ہوگئے ۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ
هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اور وحی بھیجی ہم نے یوسف کی طرف کہ البتہ تو اون کو آگاہ کر دیگا
اون کے اس کام پر اور وہ نہیں خبر رکھتے ہیں ۔ ف یعنی اوس مصیبت کے وقت میں اللہ نے یوسفؑ کے
پاس وحی بھیجی کہ تو نچنت رہ ہم تجھکو اس آفت سے نکالینگے اور تیری مدد کرینگے اور مرتبہ عالی عطا فرماوینگے
اور ایک وقت وہ آوے گا کہ تو اون کی اس حرکت پر اون کو آگاہ کریگا ۔ جب اللہ نے یوسفؑ کے پاس
وحی بھیجی تو یوسفؑ کے بھائیوں کو اس کی خبر بھی نہ تھی یا مراد یہ ہے کہ تو ایسی حالت میں اون کو متنبہ کریگا کہ وہ
تجھکو پہچانتے بھی نہوں گے کہ تو یوسف ہے ۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے ابن عباسؓ سے
روایت کی ہے کہ جب یوسفؑ کے بھائی مصر میں یوسفؑ کے پاس گئے تو یوسفؑ نے اون کو پہچان لیا
اور وہ یوسف کو نہیں پہچانتے تھے اوس وقت یوسفؑ نے پیالہ کا برتن منگا کر اپنے ہاتھ پر رکھا پھر اوسمیں چٹکی مارکر
بجایا اور اون سے یہ کہا کہ یہ برتن مجھسے یہ کہتا ہے کہ تمھارا کوئی علاتی بھائی تھا اوسکو تم نے جنگل میں
لیجاکر کنوئیں میں ڈالدیا ۔ پھر یوسفؑ نے دوبارہ اوس برتن کو چٹکی سے بجایا اور اون سے کہا کہ یہ برتن کہہ

کہتا ہے کہ تم نے اپنے باپ سے جا کر یہ کہدیا کہ اوسکو بہیڑیا کہا گیا اور اوسکے کرتہ مین جہوٹا خون لگا کر باپکو
دکہادیا یہ سنکر یوسفؑ کے بہائی نہایت حیران ہوئے اور آپسمین ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تعجب ہے
کہ اس برتن نے ہمارے تمام حالات کی خبر کردی۔ پہر ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ جو اللہ نے کہا ہے کہ تو
اون کے اس فعل پر اونکو آگاہ کریگا اور اون کو خبر نہوگی اسکا یہی مطلب ہے۔ جس وقت حضرت
یوسفؑ کو کنوئین مین ڈالا اوسوقت اون پر یہ مصیبت آئی کہ اون کو ایذا دینے کے لئے دس ظالم جوانون
نے اتفاق کیا جن کے دل مین ذرا درد اور رحم نہ تہا حالانکہ یوسفؑ کو اون سے مہربانی کی امید تہی اور
یوسفؑ ایسے نازپروردہ تہے کہ اوسوقت تک اونہون نے کسی کی جہڑکی سُنی بہی نہ تہی۔ اور جیسی
حالت مین وہ کنوئین کی گہرائی مین پہونچ گئے تو جو صدمہ اون پر طاری ہوگا وہ بیان نہین ہوسکتا اور تب
زندگی کی کوئی امید باقی نہ تہی۔ پس یہ اللہ کی کیسی بڑی رحمت تہی کہ اوس آفت مین اون کو سلامت رکہا
اور اوس مصیبت مین اون کی تسکین کے لئے وحی بہیجی اوس آفت کے ہجوم مین اس وحی سے اونکو
بہت بڑی تسلی ہوگئی ہوگی۔ بعض علما نے یہ بہی لکہا ہے کہ اس وحی بہیجنے سے یہ بہی ثابت ہوگیا کہ نبوت
بچپنے مین بہی مل سکتی ہے۔ وَجَآءُوٓ أَبَاهُمْ عِشَآءً يَبْكُونَ ۝ اور وہ آئے اپنے
باپ کے پاس رات کو روتے ہوئے۔ قَالُوا يَٰٓأَبَانَآ إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا
يُوسُفَ عِندَ مَتَٰعِنَا فَأَكَلَهُ ٱلذِّئْبُ ۖ وَمَآ أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا
وَلَوْ كُنَّا صَٰدِقِينَ ۝ اونہون نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہم گئے تہے دوڑتے ہوئے
اور چہوڑ گئے تہے یوسف کو اپنے سامان کے پاس تو اوسکو بہیڑیا کہا گیا اور تو ہم پر یقین کرنے والا
نہین اور اگرچہ ہم سچے ہون۔ ف یوسفؑ کو کنوئین مین ڈالنے کے بعد وہ سب شام کو
روتے ہوئے باپ کے پاس پہونچے اور کہا کہ اے باپ ہم نے یوسف کو اسباب کے پاس بٹہادیا تہا
اور ہم آپسمین دوڑتے تہے اور دیکہتے تہے کہ کسمین دوڑنے کی قوت زیادہ ہے اور کون آگے نکلتا ہے

جب ہم واپس آسے تو یہ معلوم ہوا کہ یوسف کو بھیڑیا کہا گیا مگر ہم جانتے ہین کہ اگر ہم سچے ہی ہون تو تجھکو لیا
وہم ہے کہ ہماری بات پر تو یقین نہ کریگا ۔ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ
اور لاسے اوس کے کرتہ پر خون جھوٹا ۔ ف یعنی اونہون نے یوسفؑ کے کرتہ پر جو کنوئین مین
ڈالتے وقت اون کے بدن سے اُتار لیا تہا کسی جانور کا خون ڈال لیا اور وہ باپ کو دکہا دیا کہ یہ یوسف کا
خون ہے ۔ مفسرین نے لکہا ہے کہ اسی سے اون کا جھوٹ کہل گیا کہ کرتا سلامت تہا کسی جگہ سے پہٹا تہا
اور اگر بھیڑیے نے یوسفؑ کو کہا یا ہوتا تو کرتا بہت کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہوتا ۔ پس اوس کرتے کو سلامت دیکہکر
حضرت یعقوبؑ نے سمجھ لیا کہ ان کا بیان صحیح نہین بلکہ کوئی فریب ہے ۔ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ
اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ
اوس نے کہا بلکہ بنادی ہے تمہارے لئے تمہارے نفسون نے کوئی بات ۔ پس صبر بہتر ہے اور اللہ
سے مدد مطلوب ہے اوس پر جو تم بیان کرتے ہو ف یعنی حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ جو کچھ تم کہتے ہو ویسا
نہین ہوا بلکہ جو کچھ تم کہتے ہو یہ جھوٹی بات ہے جو تمہارے دلون نے تمہارے لئے بنادی ہے تم نے
یوسف کے ساتھ کوئی دغا کی اور تم سب نے متفق ہو کر مجھسے بیان کرنے کے لئے یہ جھوٹی بات اپنے دل سے
جوڑکر بنالی ہے ۔ پس میرے لئے یہی بہتر ہے کہ مین صبر کرون اور تمہارے جھوٹے بیان پر مین اللہ سے
مدد مانگتا ہون وہ تمہارا جھوٹ ظاہر کردے گا اور مجھکو پھر یوسف سے ملادے گا ۔ وَجَآءَتْ
سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى
هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝
اور آیا ایک قافلہ تو بہیجا اونہون نے اپنے سقے کو پہر ڈالا اوس نے اپنا ڈول کہا خوشخبری ہے یہ لڑکا ہے
اور چھپایا اوسکو مال جانکر اور اللہ جاننے والا ہے اون کے کام کو ف اب اللہ یوسفؑ کی غلاصی کا
طریقہ بتاتا ہے کہ یوسفؑ اوس کنوئین سے کسطرح نکلے اوس کی صورت یہ ہوئی کہ سوداگرون کا ایک قافلہ

اوس کنوئیں کے قریب ٹھہرا ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ قافلہ ملک شام سے مصر کو جاتا تھا اور وہ لوگ
راستہ بھول کر اوس کنوئیں کے قریب پہونچ گئے تھے ورنہ وہ کنواں راستہ سے بہت دور تھا اور
مسافر کا گذر وہاں کم ہوتا تھا ۔ اہل قافلہ نے اوس شخص کو جو پانی لانے کے کام پر تھا پانی کے لئے بھیجا
جب اوس نے پانی بھرنے کے لئے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسفؑ رسّی پکڑ کے اوس میں لٹک گئے
جب اوس نے ڈول کھینچا اور یوسفؑ کو دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اور بے اختیار پکار اوٹھا کہ بڑی خوشی
کی بات ہے یہ ایک لڑکا نکل آیا ۔ زیادہ خوشی اسوجہ سے ہوئی کہ حضرت یوسفؑ بہت خوبصورت تھے
اور اونھوں نے یہ حال سب سے چھپایا یعنی جو دو تین شخص آپکے کنوئیں کے قریب تھے اور پانی لانے
کے لئے آئے تھے اونہیں کو خبر ہوئی دوسروں سے یہ مضمون چھپایا کہ یہ لڑکا کنوئیں میں سے نکلا ،
اور وجہ اس چھپانے کی یہ تھی کہ اونھوں نے یوسفؑ کو مال تجارت سمجھ لیا اور یہ قصد کر لیا کہ اوس کو غلام
بنا کر بیچینگے ۔ پس اون کو یہ خیال ہوا کہ اگر سب کو یہ خبر ہو جاوے گی کہ یہ لڑکا کنوئیں میں سے نکلا ہے
تو سب اس میں شریک ہو جائینگے ۔ اسلئے اونھوں نے دوسرے قافلہ والوں سے یہ حال چھپایا
مگر جو کچھ اونھوں نے کیا یعنی یوسف کو غلام بنایا اوسکو اللہ خوب جانتا تھا کہ یوسف ہرگز غلام نہ تھے
مگر اللہ نے یہ سامان یوسفؑ کی رہائی اور اون کے مصر میں پہونچ جانے کا مہیا کر دیا ۔ یا مراد یہ ہے
کہ اللہ جانتا تھا جو کچھ وہ کرینگے یعنی کسطرح یوسفؑ کو مصر میں لیجا کر بیچیں گے اور پھر اوس کا نتیجہ کیا ہوگا
بعض مفسرین کا قول ہے کہ پانی بھرنے والے نے جو یوسفؑ کو دیکھکر یٰبُشْرٰی کہا درحقیقت بشریٰ
ایک شخص کا نام تھا جسکو اوس نے پکارا کہ اے بشریٰ یہ لڑکا ہے مگر اس قول کو مفسرین نے بہت
ضعیف کہا ہے ۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَ
كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ ۝ اور بیچ ڈالا یوسف کو بدلے ناقص قیمت چند درم
کے اور تھے اوس میں بے رغبتی کرنے والے ۔ ف مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ

کے بہائی تیسرے دن خبر لینے آئے تو یوسفؑ کو کنوئین مین نہ پایا آخر اوس قافلہ مین یوسف کا پتا ملا
اوسوقت اون لوگون سے کہا کہ یہہ ہمارا غلام بھاگ آیا ہے تب اونہون نے مول لینا چاہا یوسفؑ کے
بہائیون نے کم قیمت پر یعنی چند درہمون پر یوسفؑ کو بیچڈالا اور اسمین بہی اون کو بے رغبتی تہی یعنی اس
قیمت کی بہی بہت پروا نہ تہی اگر وہ بغیر قیمت کے بہی لینا چاہتے تو دیدیتے - ابن کثیرؒ نے لکہا ہے
کہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بیس درہم کو بیچا تھا اور عکرمہ اور عوفی کا قول ہے کہ ہر بہائی کے حصہ مین
دو درہم آئے تہے - بعض کا قول یہہ بہی ہے کہ بائیس درہم کو بیچا تھا - مجاہدؒ کا قول ہے کہ پہر وہ دور تک
اوس قافلہ کے ساتھ گئے اور یہ تاکید کرتے تہے کہ اس غلام کو مضبوط باندہ لو ورنہ بہاگ جاویگا
اس مین بہاگنے کی عادت ہے - حضرت یوسفؑ نے شاید اس عرصہ مین اپنا قصہ اہل قافلہ سے بیان نہین کیا
ممکن ہے کہ اون کو یہہ خوف ہو کہ اگر بہائی سن لینگے تو مار ڈالینگے - بعض مفسرین نے یہہ بہی لکہا ہے کہ بہائیون
نے یوسف کو عبرانی زبان مین دہمکایا تہا کہ اگر تو کہیگا تو ہم تجہکو مار ڈالینگے اور وہ قافلہ والے عبرانی
زبان نہین سمجہتے تہے - قطع نظر اسکے اختلاف زبان کی وجہ سے یوسف اون سے کچہ نہین کہہ سکتے تہے
جب وہ اہل قافلہ یوسفؑ کو مصر مین لیکر پہونچے وہان یوسف کو بیچڈالا - وَقَالَ الَّذِي
اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن
يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ط اور کہا جس نے یوسف کو مول لیا تہا اہل مصر مین
سے اپنی بی بی سے عزت کے ساتھ رکہو اوس کا مرتبہ شاید وہ ہمکو نفع دے یا بنالین ہم اوسکو بیٹا
ف ابن کثیرؒ نے لکہا ہے کہ یوسفؑ کو اوس قافلہ والون سے جس نے مصر مین مول لیا
تہا وہ عزیز مصر تہا - یہہ لقب مصر کے وزیر کا ہوتا تہا - ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اوس کا نام قطفیر
تہا - اور ابن اسحٰق کا قول ہے کہ اوس کا نام اطفیر بن روحیب تہا - مصر کے خزانے اوسی کے قبضہ مین
تہے اور اوس زمانہ مین مصر کے بادشاہ کا نام ریان بن ولید تہا جو قوم عمالقہ سے تہا عزیز مصر کی

بی بی کا نام راعیل بنت رعابیل تھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ اوس کا نام زلیخا تھا۔ ابن اسحقؒ نے
دوسرا قول ابن عباسؓ کا یہ لکھا ہے کہ یوسفؑ کو جس نے مول لیا تھا اوس کا نام مالک بن ذعر بن
قریب بن عنقا بن مدیان ابن ابراہیمؑ تھا پھر اوس نے یوسفؑ کو عزیز مصر کے ہاتھ بیچا۔ اس مین
بہی مفسرین کا اختلاف ہے کہ کس قیمت کو بیچا۔ پھر ایک قول یہ ہے کہ بیس۲۰ دینار کو بیچا۔ دوسرا
قول یہ ہے کہ بہت سے لوگ خریدار تھے اس لیئے سب نے قیمت بڑھائی اور آخر مشک اور عنبر
اور حریر۔ اور چاندی۔ اور سونا۔ اور موتی اور جواہرات سے کئی بار اون کو وزن کیا گیا اور وہ اونکی
قیمت مین دیا گیا کُل وزن اون کا چار سو۴۰۰ رطل تھا۔ واللہ اعلم۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب عزیز نے
اون کو خریدا تھا تو اون کی عمر سترہ۱۷ برس کی تھی۔ تیرہ۱۳ برس عزیز کے گھر رہے۔ اور جب ریان
بادشاہ نے اون کو وزیر بنایا تو اوس وقت اون کی عمر تینتیس۳۳ برس کی تھی اور جب اون کا انتقال ہوا
تو اون کی عمر ایک سو بیس۱۲۰ برس کی تھی۔ اب اللہ فرماتا ہے کہ عزیز مصر نے اپنی بی بی سے کہا
کہ یوسف کو اچھی طرح خاطر و تواضع کے ساتھ رکھو یا تو ہم کو یہ فائدہ دے گا یعنی کار و بار کا انتظام
اوس کی سپرد کر دینگے تو حسن تدبیر سے انجام دیگا جس سے ہمارے مال و متاع کو ترقی ہوگی یا ہم
اوسکو بیٹا بنا لین گے اسلیئے کہ عزیز مصر کے کوئی اولاد نہ تھی۔ یہ خیال عزیز مصر کو اس وجہ سے پیدا ہوا
کہ اوس نے قیافہ سے معلوم کر لیا تھا کہ یوسفؑ بڑے عقلمند اور صاحب تدبیر آدمی ہون گے اسی وجہ
سے علما نے لکھا ہے کہ سب آدمیون مین زیادہ صاحب فراست تین آدمی ہین۔ ایک
عزیز مصر کہ اوس نے یوسفؑ کو دیکھکر معلوم کر لیا کہ یہ بڑے کام کے آدمی ہین۔ دوسرے
حضرت شعیبؑ کی بیٹی کہ اوس نے موسیٰؑ کو دیکھکر معلوم کر لیا کہ یہ بڑے دیانت اور کارگذار ہین
اور اپنے باپ سے کہا کہ ان کو اپنے کامون کے واسطے نوکر رکھ لو۔ تیسرے ابوبکر صدیقؓ
جنہون نے اپنے بعد خلافت کے لیئے عمرؓ کو منتخب کیا۔ وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا

لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَاللَّهُ
غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اور اسی طرح عزت دی ہمنے یوسف کو زمین مین اور اسلئے کہ سکھاوین ہم اوسکو تعبیر خوابون کی ۔ اور اللہ اپنے کام پر قادر ہے اور لیکن اکثر آدمی ناواقف ہین ۔ **ف** یعنی جسطرح یوسفؑ ہم نے کنوئین سے نجات دی اور عزیز مصر کے دل مین اون کی محبت ڈالدی اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین مصر مین مرتبہ عالی دیا اسکے آگے اتنا محذوف ہے کہ تاکہ مصر مین انصاف کے ساتھ حکومت کرے اور اسلئے کہ ہم اون کو علم تعبیر سکھاوین ۔ اب اللہ فرماتا ہے کہ اللہ اپنے کام پر قادر ہے جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے کوئی اوسکے کام کو روک نہین سکتا یوسف کے بھائیون نے یوسف کے قتل کی تدبیر کی مگر اللہ نے یوسف کو ایسے مرتبہ عالی پر پہونچادیا کہ انھین ظالم بھائیون کو یوسف کے سامنے سر جھکانا پڑا لیکن اکثر آدمی شرک مین مبتلا ہین اور اللہ کی قدرت سے غافل ہین یا مراد یہ ہے کہ اکثر آدمی اللہ کے کامون کی حکمت اور مصلحت کو سمجھتے نہین اسلئے کہ بعضے کام بظاہر ناگوار ہوتے ہین لیکن اون کے نتیجے مین بڑی خوبی ظاہر ہوتی ہے جیسے یوسف کا باپ سے جدا کرنا اگرچہ بظاہر مصیبت تھا لیکن اوس کے نتیجے مین بڑے فائدہ ہوے ۔ وَلَمَّا
بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝
اور جب وہ پہونچا اپنی جوانی کو تو ہم نے اوسکو حکومت اور علم دیا اور اسیطرح جزا دیتے ہین ہم نیکی کرنے والون کو **ف** یعنی جب یوسفؑ جوان ہوئے اور اون کی عقل کامل ہوئی تو ہم نے اونکو حکم اور علم دیا ۔ حکم سے یا تو حکمت یعنی عقلمندی مراد ہے یا نبوت مراد ہے اور علم سے علم تعبیر اور جمیع مسائل دین مراد ہین ۔ پہر اللہ فرماتا ہے کہ جو نیکی کرنے والے ہین اون کو ہم اسی طرح اون کی نیکی کا اجر دیتے ہین اور مرتبہ عالی عطا فرماتے ہین ۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ لفظ اَشُدّ سے کونسی عمر مراد ہے ۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ تینتیس ۳۳ برس ۔ ضحاکؒ کا قول بیس ۲۰ برس

امام مالکؒ وغیرہ کا قول ہے کہ اشُد سے وقت بلوغ مراد ہے۔ واللہ اعلم۔ وَرَاوَدَتْهُ
الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ
هَيْتَ لَكَ ۚ اور پھسلایا یوسف کو اوس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھے اونکی
ذات سے اور بند کر دیے دروازے اور کہا آؤ میں حاضر ہوں تمہارے لیے۔ ف یعنی عزیز مصر کی بی بی
زلیخا نے یوسفؑ کی خواہش کی اور دروازے بند کر کے یوسفؑ کو اپنی طرف بلایا یہ وہی عورت تھی جسکو
عزیز مصر نے تاکید کی تھی کہ یوسف کو تعظیم کے ساتھ رکھو چونکہ یوسفؑ حسن سے زیادہ حسین تھے اسلئے
وہ اون کے عشق میں مبتلا ہو گئی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ سات دروازے بند کر کے زلیخا نے
خلوت کی تھی۔ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ
لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ یوسف نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بیشک وہ میرا
سردار ہے اوس نے میرا مقام اچھا بنایا ہے اور بیشک نجات نہیں پاتے ظلم کرنے والے
ف یوسف نے زلیخا کی خواہش اور طلب کا یہ جواب دیا کہ میں اس کام سے اللہ کی پناہ
مانگتا ہوں اس لیے کہ عزیز جو میرا شوہر ہے وہ میرا سردار ہے اور محسن ہے اوس نے مجھکو اچھی طرح
رکھا ہے میں اوس کے ناموس میں خیانت نہ کروں گا اور زنا کرنا ظلم ہے اللہ ظالموں کو نجات
نہیں دیتا میں ہرگز اس ظلم میں مبتلا نہ ہونگا۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا
لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ
وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ۝ اور بیشک اوس عورت نے
قصد کیا یوسف کا اور یوسف نے قصد کیا اوس کا اور اگر نہ دیکھی ہوتی یوسف نے اپنے رب
کی دلیل (تو گناہ میں مبتلا ہو جاتا) اسی طرح (اوسے بچایا ہم نے) تاکہ روک دیں ہم اوس
برائی اور گناہ۔ بیشک وہ ہمارے اون بندوں میں سے ہے جو خالص کیے گئے ہیں۔

ف یعنی زلیخا نے یوسف کا قصد کیا اور اوسکو خلوہ میں زنا کی رغبت دلائی اور یوسف نے بھی
اوسکا قصد کیا یعنی بمقتضائے بشریت یوسف کے نفس میں بھی اوس کی خواہش پیدا ہوئی وہ ایسی خواہش
تھی کہ ہر مرد کے دل میں ایسے موقع پر بمقتضائے رجولیت پیدا ہوتی ہے اور چونکہ وہ اختیار سے باہر ہے
اسلئے گناہوں میں شمار نہیں ہوتی البتہ یہ بات گناہ ہے کہ انسان اوس خواہش نفس کی مطابق اپنے اختیار
کوئی فعل ظاہر کرے اور یہ امر حضرت یوسفؑ سے ہرگز واقع نہیں ہوا۔ اون کے قصد سے فقط خواہش
نفس مراد ہے جو انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ یہ حکم کرتا ہے کہ میرا بندہ جب
کسی نیکی کا ارادہ کرے تو اوسکی نیکی لکھ لو اور اگر اوس نیکی پر عمل بھی کرے تو دس نیکیاں لکھ لو اور گناہ کا
ارادہ کرے اور عمل نہ کرے تو ایک نیکی لکھ لو اس لئے کہ اوس نے اوس گناہ کو میرے خوف سے
چھوڑا اور اگر اوسپر عمل کرے تو فقط ایک گناہ لکھو۔ اب اللہ فرماتا ہے کہ یوسف جو اس گناہ سے
بچے اوسکی وجہ یہ تھی کہ اللہ کی دلیل اونہوں نے دیکھ لی یعنی یہ مضمون اون کو یاد آگیا کہ زنا اللہ کا
گناہ ہے اور موجب اوس کی ناراضی کا ہے اگر یہ دلیل اون کو یاد نہ آجاوے تو وہ گناہ میں مبتلا ہو جاتے
اب اللہ فرماتا ہے کہ اس لئے ہم نے گناہ سے یوسف کی محافظت کی تاکہ برائی اور فحش اوس سے
دور کردیں اور معصیت کا عیب اوس پر نہ لگے بیشک وہ اون بندوں میں سے تھا جن کو ہم نے
اپنے واسطے خالص کرلیا ہے۔ اس امر میں کہ اللہ کی دلیل دیکھنے سے کیا مراد ہے مفسرین کا
بڑا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یوسفؑ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت نظر آئی کہ وہ اپنی
انگلی دانتوں میں دبائے تھے۔ دوسرے یہ کہ اون کو یہ خیال بندھ گیا کہ عزیز مصر سامنے سے چلا آتا
ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یوسفؑ نے جو اوپر کو نظر اوٹھائی تو دیوار پر یہ لکھا نظر آیا کہ زنا سے بچو وہ گناہ کبیرہ
ابن جریرؒ کا قول ہے کہ صحیح معنی یہ ہیں کہ اوسوقت کوئی ایسی دلیل اللہ نے یوسف پر ظاہر کردی کہ وہ

گناہ سے بچ گئے اور تقوے پر ثابت قدم رہے خواہ وہ دلیل کوئی ان صورتوں میں سے ہو جو مفسرین
کے اقوال میں یا فقط اللہ کا خوف دل میں پیدا ہوا ہو واللہ اعلم ۔ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ
وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ ۚ اور
دوڑے وہ دونوں دروازے کی طرف اور پھاڑ لیا (زلیخا نے) یوسف کا کرتا پیچھے سے اور دونو
نے پایا زلیخا کے شوہر کو دروازے کے پاس ف یعنی یوسف اوس بلا سے نجات پانیکے لیئے
دروازے کی طرف بھاگے اور زلیخا اون کو پکڑنے کے لیئے پیچھے دوڑی اور یوسف کا پچھلا دامن پکڑ کر اونکو
کھینچتی تھی کہ وہ دامن پھٹ گیا اور یوسف پھر بھاگے اور زلیخا پیچھے تھی آخر جب وہ دونو دروازے
کے پاس پہنچے تو وہاں عزیز مصر موجود تھا ۔ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ
سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ زلیخا نے کہا کہ نہیں
سزا اوس کی جس نے تیری بی بی کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا مگر قید یا دُکھ دینے والا عذاب
ف جب زلیخا نے عزیز مصر کو دیکھ لیا تو اپنا عیب چھپانیکے لیئے یوسف پر تہمت لگانیکا ارادہ کیا اور
عزیز مصر سے مخاطب ہو کر یوں کہا کہ جو کوئی تیری بی بی کے ساتھ برائی کا قصد کرے اوسکی سزا قید کرنے
یا خوب مارنیکے سوا اور کوئی نہیں ہے ۔ مطلب یہ ہوا کہ یوسف نے میرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا اب اوسکی سزا
یہ ہے کہ وہ قید ہو یا اوسکو خوب مارا جاوے ۔ مارنے سے پہلے قید کا ذکر کیا اسلیئے کہ مقصود یہی تھا کہ یوسف مار سے
بچ جاوے اور قید سے بھی اوس کا مطلب یہ تھا کہ ایک دو دن کے لیئے میری حراست میں قید ہوں ۔
قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ
قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَإِنْ كَانَ
قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ یوسف نے
کہا اسی نے مجھکو پھسلایا تھا اپنی ذات کی محافظت سے اور زلیخا کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے

گواہی دی کہ اگر یوسف کا کرتا سامنے سے پھٹا ہو تو زلیخا سچی ہے اور یوسف جھوٹا بولنے والوں میں
ہو اور اگر اوسکا کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو زلیخا جھوٹی ہو اور یوسف سچوں میں سے ہے ف جب یوسف مجبور ہو گا اور
زلیخا نے اونپر تہمت لگائی تو چار ناچار اونکو بھی سچا حال ظاہر کرنا پڑا تاکہ اوس الزام سے بچیں اونہوں نے صاف کہا کہ
اسی نے اپنی طرف سے خواہش کی اور مجکو اپنی ذات کی محافظت یعنی قید نفس سے نکالنا چاہتی تھی اگرچہ یوسف
اس بیان کی تصدیق پر بہت سے قرائن موجود تھے۔ اول یہ کہ سب نے دیکھ لیا کہ یوسف آگے آگے بھاگے
تھے حالانکہ اگر وہ زلیخا کے طالب ہوتے تو آگے زلیخا ہوتی اور پیچھے یوسف ہوتے۔ دوسرے یہ
کہ زلیخا نے اوس روز عمدہ لباس پہنا تھا اور سنگھار کیا تھا۔ یہ بھی دلیل اسی بات کی ہے کہ یہ فتنہ
اوسی کی طرف سے تھا۔ تیسرے یہ کہ ایک مدت تک یوسف اوس گھر میں رہے تھے اور اون کی
پارسائی اور نیک چلنی سب کو بخوبی معلوم تھی اس لئے اون کی طرف ایسی بدی کا گمان نہیں ہو سکتا
چوتھے یہ کہ یوسف بظاہر زلیخا کے غلام تھے اور غلام کو یہ جرأت کہاں ہو سکتی ہے کہ اپنے مالک پر ایسے
حملہ کا قصد کرے اگرچہ یہ سب دلائل حضرت یوسف کی برأت کے موجود تھے مگر اس سے بڑھکر اللہ
نے حضرت یوسف کی مدد یہ کی کہ ایک گواہ بھی اون کے کلام کی تصدیق کے لئے موجود ہو گیا۔ قرآن
سے اتنا ثابت ہوا کہ وہ گواہ زلیخا کے گھر والوں میں سے تھا۔ مفسرین سلف کے دو قول ہیں
ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک جوان آدمی تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شیر خوار بچہ تھا جو اللہ کی
قدرت سے بطور خرق عادت گویا ہو گیا۔ بعض حدیثوں میں بھی یہ مضمون وارد ہے۔ گواہ نے یہ کہا
کہ اگر یوسف کا کرتا آگے سے پھٹا ہے تو زلیخا سچی ہے اسلئے کہ اگر مرد حملہ کرے گا تو اوس کا منھ
عورت کی طرف ہو گا اور عورت کے ہاتھ میں سامنے کا دامن آوے گا اور اگر یوسف کا کرتا پیچھے سے
پھٹا ہے تو یوسف سچے ہیں اسلئے کہ اس سے ظاہر ہے کہ یوسف راغب نہ تھے بلکہ اوس سے
بھاگتے تھے اور زلیخا نے دوڑ کر پیچھے سے اون کا دامن پکڑا جو پھٹ گیا۔ فَلَمَّا رَآ

قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّ ط اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ
پھر جب اوس نے دیکھا کہ یوسف کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے (تو کہا یہ فریب) اے عورتو (تم) تمہارا مکر ہے
بے شک تمہارا مکر بڑا ہے ف یعنی جب عزیز مصر نے دیکھا کہ یوسف کا دامن پیچھے سے
پھٹا ہے تو یوسف کی پاکدامنی کے ثبوت کے دلائل سے اور اس کے ساتھ یہ قرینہ ملکر اوسکو پورا یقین
ہو گیا کہ زلیخا یوسف پر جھوٹی تہمت لگاتی ہے تب اوس نے عورتوں کی تمام جنس کی طرف خطاب ہو کر کہا
کہ یہ فتنہ تمہارے مکر سے ہے بیشک تمہارا مکر بڑا ہوتا ہے یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا
اے یوسف درگذر کر اس معاملہ سے ف یعنی اس قصہ کو مخفی کر اور کسی سے ذکر مت کر ۔
ع وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِیْنَ ۝ اور (اے زلیخا) تو مغفرت
مانگ اپنے گناہ کے لئے بیشک تو گنہگاروں میں سے ہے ف عزیز مصر نے زلیخا سے یہ کہا کہ تو
گنہگار ہے تو توبہ کر اور اپنے گناہ کی مغفرت کی اللہ سے دعا مانگ ۔ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ
امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ج قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ط اِنَّا
لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ اور کہا شہر کی عورتوں نے عزیز کی بی بی پھسلاتی ہے اپنے نوجوان کو
اوسکی ذات کی حفاظت سے بیشک اوسکے دل میں بیٹھ گیا ہے عشق ہم دیکھتے ہیں اوسکو کہ وہ ظاہر گمراہی
میں ہے ۔ ف یعنی زلیخا کے اس قصہ کا تمام مصر میں چرچا ہو گیا اور چونکہ زلیخا عزیز مصر کی بی بی تھی
جو ایک نامور شخص اور بادشاہ کا وزیر تھا اسلئے اور بھی زیادہ لوگ اس قصہ کی طرف متوجہ ہوئے اور
شہر کی بعض عورتیں زلیخا پر طعن کرنے لگیں اور یہ کہنے لگیں کہ وہ اپنے غلام پر مبتلا ہو گئی ہے اور اوسکو اپنی طرف
متوجہ کرتی ہے اوس کے دل میں یوسف کا عشق بیٹھ گیا ہے یہ زلیخا کی بڑی بد چلنی ہے ۔ فَلَمَّا سَمِعَتْ
بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ
وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ ج تو جب (زلیخا نے)

اون کی غیبت کرنے کا حال سُنا تو اون کو دعوت کا پیغام بہیجا اور تیار کی اون کے لیئے تکیہ دار مسند اور دیا اونہین
سے ہر ایک کو چاکو اور کہا کہ اے یوسف اِن کے سامنے آجا۔ **ف** درحقیقت زیادہ تر اس کا چرچا
اُمرا اور شاہی خاندان کی عورتون مین ہوا تھا جب زلیخا نے یہ سُنا کہ وہ عورتین زلیخا کے پیچھے اوس پر عیب
لگاتی ہین اور طعن کرتی ہین تو اوس نے یہ قصد کیا کہ کسیطرح وہ بہی یوسف کی صورت دیکہہ لین جب وہ یوسف کا
حسن و جمال دیکہہ لین گی تب وہ مجہکو اس حرکت پر معذور سمجہین گے۔ ابن کثیرؒ نے لکہا ہے کہ ابن اسحق
کا یہ قول ہے کہ اون عورتون کو یوسف کے حسن کی خبر پہنچی تہی اور وہ اوسکے دیکہنے کی مشتاق تہین اسی
وجہ سے اونہون نے زلیخا کا تذکرہ شروع کیا تا کہ یہ خبر سنکر زلیخا اونہین بلا دے اور یوسف کی صورت
دیکہا دے چنانچہ زلیخا نے اون عورتون کی دعوت کی اور سامان دعوت مین بہت تکلف کیا ایسی مسندین
بچہائین جن پر بہت سے تکیے لگائے گئے تہے اور کہانے کے سامان مین ایسے پہل رکہے تہے جو چاکو سے
کاٹے جاوین جیسے لیمو وغیرہ اسی وجہ سے ہر ایک کو ایک چاکو دیا اوسکے بعد زلیخا نے کہا کہ اے یوسف ذرا
تو اِن کے سامنے تو آجا حضرت یوسف چونکہ اوس کے حکم سے مجبور تہے اور اوسکی مخالفت مین فتنہ کا خوف تہا
اسلیئے اون کو اوس کے حکم کے مطابق باہر آنا پڑا۔ **فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ**
**وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا إِنْ هٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ** پہر جب اون
عورتون نے یوسف کو دیکہا تو بڑی شان والا پایا اوسکو اور کاٹ لیئے اونہون نے اپنے ہاتہہ اور
اونہون نے کہا معاذ اللہ نہین ہے یہ بشر نہین ہے یہ مگر بزرگ فرشتہ۔ **ف** یعنی جب اون عورتون
نے یوسفؑ کو دیکہا تو اوسکو بڑی شان والا پایا یعنی حسن و جمال مین اون کی شان بہت بڑی معلوم ہوئی
اور بزرگی ہی اون کے چہرہ سے ظاہر ہوتی اور یوسفؑ کو دیکہہ کر وہ ایسی حیران اور بدحواس ہوگئین کہ چاکو سے
لیمو کے بدلے اپنے ہاتہہ زخمی کر لیئے اور اون کو خبر نہوئی اور کہنے لگین کہ حاشَ للہ۔ ابن کثیرؒ نے
لکہا ہے کہ مجاہدؒ کا قول ہے کہ حاشَ للہ کے معنی معاذ اللہ ہین۔ اور بعض کا قول ہے کہ اسکے معنے

اللہ کی پاکی بیان کرنے کے ہین جیسے سبحان اللہ۔ حاصل یہ ہے کہ یہ کلمہ اونہون نے نہایت تعجب اور حیرت کی حالت مین کہا کہ اللہ کی پناہ یہ کیسا نظر سوز حسن ہے یا سبحان اللہ کیا خوبصورتی ہے یہ آدمی نہین یعنی یہ شخص جسکے دیکھنے کی تاب ہمین نہین رہی ہے بشر نہین ہے بلکہ بزرگ فرشتہ یعنی ایسا جمال جو حد بشری سے خارج ہو اور ایسی پارسائی اور نیک طینتی انسان مین نہین ہوسکتی بلکہ یہ ایک بزرگ فرشتہ ہے جب اون ملامت کرنے والی عورتون کی خود یہ حالت ہوگئی تو اونہون نے زلیخا کو معذور سمجھا بعض مفسرین کا یہ قول ہے کہ جن عورتون نے اپنے ہاتھ زخمی کر لیئے تھے وہ انیس ۱۹ تہین۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ زلیخا نے کہا یہی ہے وہ جسپر تم مجھکو ملامت کرتی تہین ف یعنی وہ غلام کنعانی جسکے عشق کا تم مجھپر طعن کرتی تہین وہ یہی ہے جسکو دیکھ کر تم نے اپنے ہاتھ کاٹ لیئے تم نے بغیر اسکے دیکھے مجھپر طعن کیا تہا اور اگر پہلے سے تم نے اسکی صورت دیکھی ہوتی تو مجھے معذور سمجھتین اور طعن نکرتین یہ اسکی صورت ہی ایسی لاثانی ہے جسکو دیکھکر انسان بے اختیار ہوجاوے۔

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ اور بیشک پہسلایا مین نے اوسکو اوسکی ذات کی محافظت سے تو اوسنے پارسائی اختیار کی ف جب اون عورتون سے زلیخا کی معذوری کا اقرار کرلیا اور اوسکی ہمدرد اور خیرخواہ بنگئین تو زلیخا سے اپنا عشق ضبط نہوا اور جو خیالات اوسکے دل مین جوش کررہے تہے وہ اوسنے اون عورتون کے سامنے بیان کیئے اور اون کو اپنا ہمراز بنایا یہ ایک معمولی بات ہے کہ عاشقون سے اپنے درد دل کا ضبط نہین ہوتا پس اوسنے کہا کہ بیشک مین اس کے عشق مین مبتلا ہوکر اوسکی طالب ہوئی اور مین نے چاہا کہ اوسکو اپنی طرف متوجہ کردون مگر اوسنے تقوے اختیار کیا اور میری بات نمانی۔ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۞ اور بیشک اگر اوسنے نکیا وہ کام جسکا مین اوسکو حکم کرتی ہون تو البتہ قید کیا جاویگا اور ہوجاویگا منجملہ ذلیلون کے ف یعنی اگر اوسنے اب بہی میری

... اور جس کام کا مین حکم کرتی ہون اوسکو قبول نکیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس جلن مین ہو گا اون کی غیبت کرونگی اور اب جو عزت کے مرتبہ پر ہے اس مرتبہ سے گر جاے گا اور ذلیل ہو جاے گا ۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ ۝

(یوسف نے) کہا کہ اے رب قید مجھے زیادہ پسند ہے اوس گناہ سے جسکی طرف (یہ عورتین) مجھے ترغیب دیتی ہین اور اگر تو اون کے مکر کو مجھ سے دور نکرے گا تو مین مائل ہو جاؤن گا اون کی طرف اور ہو جاؤن گا مین جاہلون مین سے ۝ ف وہ سب عورتین جب زلیخا کی ہمدرد اور ہمراز بن گئین تو اون سب نے ملکر یوسف سے زلیخا کی سفارش کی اور یہ ترغیب دی کہ اگر تو زلیخا کی خواہش پوری کریگا تو تجھکو بڑا عیش و آرام ملیگا اور اگر تو اوسکی مخالفت کرے گا تو قید ہو جاوے گا اور مرتبہ ذلیل مین پہنچ جاوے گا مگر حضرت یوسف ایسے متقی تھے کہ اون کو اس گناہ سے سخت نفرت تھی اس لیے اون عورتون کی یہ باتین سنکر اونھون نے اللہ سے دعا مانگی کہ اے اللہ جس گناہ کی یہ عورتین مجھکو ترغیب دیتی ہین اوس سے مجھکو قید بہتر ہے اور اگر تو میری مدد نکرے گا اور اون کے مکر کو مجھ سے دور نکرے گا تو مین بمقتضاے بشریت اس بلا مین مبتلا ہو جاؤن گا اور جاہلون مین شامل ہو جاؤن گا پس تو میری مدد کر اور اون کے قابو سے مجھکو نکال دے ایسی حالت مین حضرت یوسف نے جو اللہ سے مدد مانگی کہ اس گناہ سے مجھکو بچا دے یہ حضرت یوسف کے کمال اتقا اور نہایت خوف الہی کا مرتبہ تھا کہ ایسے عیش و آرام کو چھوڑ کر جسکی طرف نفس خواہ مخواہ راغب ہوتا ہے قید کی مصیبت گوارا کرتے تھے اور اس گناہ سے اون کو ایسی نفرت تھی کہ اوسکے مقابل مین قید کو پسند کرتے تھے ۔

فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

تو قبول کی یوسف کی دعا اوسکے رب نے اور دور کر دیا اوس سے اون کا مکر بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے

ف یعنی اللہ نے یوسفؑ کی دعا قبول کر لی اور ایسا سامان کر دیا کہ یوسف اون سے جدا ہو گئے بیشک اللہ اپنے بندون کی دعا کا سننے والا ہے اور اون کی حالت جاننے والا ہے بعض مفسرین نے لکہا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے لئے اولیٰ یہ تہا کہ اوس بلا سے چہوٹنے کی دعا مانگتے قید کا ذکر نکرتے اور چونکہ اونہون نے قید کو بہی دعا مین شامل کیا اس لیے اللہ نے پوری دعا قبول کر لی اور وہ قید مین بہیجے گئے ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ

ع حَتَّىٰ حِينٍ ۝ پہر تجویز ہوئی اون کی بعد اس کے کہ دیکہین نشانیان کہ قید کردین یوسف کو ایک مدت تک

ف یعنی عزیز اور اوسکے گہر والون نے اگرچہ یوسفؑ کی برارت کی نشانیان دیکہین اور اون کی بیگناہی کے دلائل اون پر ظاہر ہو گئے مثلاً گواہ کی گواہی دینا اور یوسف کا کرتا پیچہے سے پہٹا ہونا وغیرہ مگر پہر بہی اون کی راے یہ قرار پائی کہ بہتر یہی ہے کہ یوسف کو چند روز کے لیے قید کر دیا جاوے اسکی وجہ یہ تہی کہ زلیخا جب بالکل ناکام ہوئی اور یوسفؑ نے کسیطرح اوسکا کہنا نا مانا تو اوس نے اس ضد مین آکر یوسف کے قید کرانے کی تدبیر کی اور عزیز مصر کو بہکایا کہ اگر یوسف کو اوسکے جرم کی سزا نہ دی جائے گی تو سب کو میری بدچلنی کا یقین ہو جاویگا اسمین تمہاری بہی بدنامی ہے اسلئے ضرور ہے کہ چند روز کے لیے یوسف کو قید مین بہیجدیا جاوے اس سے زلیخا کا مقصود یہ تہا کہ قید کی مصیبت مین پہنسکر شاید یوسف میری خواہش قبول کر لیگا اوسوقت مین پہر عزیز مصر سے سفارش کر کے اوسکو قید سے چہڑا لون گی عزیز مصر نے بہی زلیخا کی اس راے کو مصلحت سمجہا اسلیے کہ اس تدبیر سے زلیخا کی بدنامی کسیقدر کم ہوتی تہی علاوہ اس کے بڑی مصلحت اسمین یہ تہی کہ یوسفؑ زلیخا سے جدا ہو جائین گے اور عزیز مصر یہ جانتا تہا کہ اگر یہ دونو ایک گہر مین رہین گے تو پہر فتنہ اوٹہے گا اسلئے عزیز مصر نے یوسف کو قید مین بہیجدیا۔ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ

مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ؕ اور داخل ہوئے یوسف کے ساتھ قیدخانے مین دو جوان ایک نے کہا کہ مین
خواب مین اپنے آپ کو دیکھتا ہون کہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہون اور دوسرے نے کہا کہ مین خواب مین
اپنے آپکو دیکھتا ہون کہ میرے سر پر روٹیان ہین اور اون مین سے پرندے جانور کھارہے ہین ۔
(اے یوسف) تو ہمین اسکی تعبیر بتادے ہم تجھکو نیکی کرنے والا جانتے ہین ۔ **ف** حسب اتفاق
جب یوسف قیدخانے مین گئے تو دو جوان اور بھی قیدخانے مین داخل کیے گئے ۔ ابن کثیر رحمہ
نے لکھا ہے کہ قتادہ رحمہ کا یہ قول ہے کہ ایک اون مین بادشاہ کا ساقی تھا اور دوسرا روٹی پکانیوالا ابن اسحٰق کا
قول ہے کہ جو شخص ساقی تھا یعنی بادشاہ کو شراب پلانے کا کام اوسکے متعلق تھا اوسکا نام بنبار تھا اور
دوسرے شخص کا نام مجلث تھا ۔ سدی کا قول ہے کہ اون کے قید کرنے کی یہ وجہ ہوئی تھی کہ بادشاہ کو
یہ شبہہ ہوا تھا کہ وہ دونو بادشاہ کو روٹی اور شراب مین زہر دینے کا ارادہ رکھتے ہین حضرت یوسف علیہ السلام
جب قیدخانے مین پہنچے تو چند روز مین تمام قیدیون کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ بڑے سخی امانتدار اور سچے اور
اچھی خصلت والے اور عابد و زاہد ہین اور خواب کی تعبیر بہت اچھی بیان کرتے ہین اون کی عادت تھی
کہ سب قیدیون کے ساتھ احسان کرتے تھے مریضون کی خدمت کرتے تھے اور تمام حقوق صحبت ادا
کرتے تھے جب یہ دونون جوان قید ہوئے تو چند روز مین ان دونون کو بھی حضرت یوسف سے بڑی
محبت ہو گئی اون دونون نے ایک مرتبہ حضرت یوسف سے کہا کہ واللہ ہم دونون تم سے بڑی محبت رکھتے ہین
حضرت یوسف نے جواب دیا کہ اسوقت تک مجھسے جس نے محبت کی ہے اوس کے سبب سے مین نے
مصیبت ضرور پائی ہے ۔ میرے باپ نے مجھسے محبت کی تھی اوسکی وجہ سے مجھکو ایذا پہنچی زلیخا نے مجھسے
محبت کی تھی اوسکی وجہ سے بھی مجھے بڑا صدمہ اوٹھانا پڑا اون دونون نے کہا کہ ہم اپنے دل سے مجبور ہین اور تمہاری محبت کو اپنے دل سے
نکال نہین سکتے پھر اون دونو نے ایک ایک خواب دیکھا جو ساقی تھا اوس نے یہ خواب دیکھا کہ وہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہے اور دوسرے نے
جو روٹی پکانیوالا تھا یہ خواب دیکھا کہ میرے سر پر روٹیون کا خوان ہے اور جانور اون روٹیون کو توڑ توڑ کھاتے ہین ان دونون نے

حضرت یوسفؑ سے اپنی اپنی خواب کی تعبیر پوچھی ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کا قول یہی ہے کہ اون دونوں نے فی الواقع
خواب دیکھا تھا مگر ابن جریر نے عبداللہ بن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ اون دونوں نے درحقیقت کوئی خواب نہیں دیکھا تھا بلکہ جھوٹے
خواب بنا کر حضرت یوسفؑ کا امتحان لیا تھا کہ کیا تعبیر دیتے ہیں قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ
قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ
لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ یوسف نے کہا کہ نہ آویگا
تمہارے پاس کھانا جو تمکو دیا جاتا ہے مگر میں تمہیں بتا دونگا اسکی تعبیر اوس سے پہلے کہ اس
خواب کا اثر تم پر آوے یہ اون چیزوں سے ہے جو اللہ نے مجھے سکھائی ہیں میں نے اون لوگوں کا
دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے وہ منکر ہیں۔ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ
آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ اور پیروی کی میں نے اپنے
دادوں کے مذہب کی جو ابراہیم اور اسحق اور یعقوب تھے **ف** حضرت یوسف علیہ السلام
نے فوراً اون کی خواب کی تعبیر بیان کی بلکہ اون کو مطمئن کر دیا کہ قبل اس کے کہ تمہارا معمولی کھانا جو قیدخانہ میں
لاکر دیا جاتا ہے تمہارے پاس آوے میں اس خواب کی تعبیر تمسے بیان کر دونگا اور جو اثر ان خوابوں کا تم دونوں پر
پہنچنے والا ہے اوس سے پہلے ان خوابوں کی تعبیر تمکو معلوم ہو جاوے گی یہ کہکر حضرت یوسفؑ نے یہ تقریر
شروع کی کہ تعبیر کا علم مجھکو اللہ نے سکھایا ہے یعنی میں اپنے گمان اور قیاس سے خواب کی تعبیر نہیں بیان کرتا
بلکہ اللہ کی طرف سے مجھکو الہام ہوتا ہے اور یہ فضل اللہ کا مجھپر اسوجہ سے ہے کہ میں نے اون لوگوں کا دین
چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے منکر ہیں اور میں نے ابراہیم اور اسحاق
اور یعقوب اپنے بزرگوں کا دین اختیار کیا ہے جس میں اللہ کی توحید اور قیامت کی تصدیق کا حکم ہے۔
مطلب یہ تھا کہ جو اللہ کا سچا دین اختیار کرتا ہے اللہ اوس سے راضی ہوتا ہے اور اوسپر اللہ کا
کرم اور فضل نازل ہوتا ہے اور اس بیان میں حضرت یوسفؑ نے اپنی نبوت بھی اون پر ظاہر کر دی

یعنی یہ ظاہر کر دیا کہ اللہ نے بذریعہ وحی کے علم تعبیر سکھایا ہے اور یہ میرا معجزہ ہے۔ خواب کی تعبیر بیان
کرنے سے پہلے جو حضرت یوسف نے یہ تمہید شروع کی اس سے اونکا یہ مقصود تھا کہ دینی کام دنیاوی
کام پر مقدم ہونا چاہیے اسلئے تعبیر بیان کرنے سے پہلے اونہوں نے عقاید حقہ کی تعلیم مقدم سمجھی اور
یہی وقت ایسا تھا کہ وہ حضرت یوسف کے بیان کو متوجہ ہو کر سنتے اسلئے کہ اسکے بعد اون سے اپنی
خوابوں کی تعبیر سننے کے آرزومند تھے پس ایسے وقت میں خواہ مخواہ حضرت یوسف کی طرف متوجہ ہونگے
اور تعبیر سن لینے کے بعد پھر اونہیں کوئی غرض حضرت یوسف سے متعلق نہ تھی اسکے علاوہ بڑی ضرورت
تعلیم عقاید حقہ کو مقدم کرنے کی یہ تھی کہ اون میں تعبیر کا نتیجہ یہ ظاہر ہوتا کہ وہ قیدی جو روٹی پکانے والا تھا
مارا جاوے گا پس چونکہ موت اوسکی بہت قریب تھی اسلئے حضرت یوسف کو زیادہ کوشش اس امر کی تھی
کہ اول اوسکو ایمان سکھاویں تاکہ کہیں ایسا نہو کہ کفر پر مرجاوے انہیں وجوہ سے حضرت یوسف نے
بیان تعبیر کو تھوڑی دیر ملتوی کر کے اول ایک موثر تقریر میں اللہ کی توحید اور قیامت پر ایمان لانے کی
خوبیاں اون کے سامنے بیان کیں۔ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ
ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَشْكُرُونَ ۝ نہیں جایز ہے ہمارے لئے کہ ہم شریک کریں اللہ کے ساتھ کسی چیز کو
یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور سب آدمیوں پر اور لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے ف یعنی ہم جو
گروہ انبیا ہیں ہمارے لئے یہ جایز نہیں کہ اللہ کی صفات میں کسیکو اوسکے ساتھ شریک سمجھیں
یا عبادت میں کسی کو اوسکے ساتھ شریک کریں یہ جو فرمایا کہ کسی چیز کا شریک کرنا جایز نہیں اس میں
ہر چیز کے شریک کرنے کی نفی ہو گئی پس جسطرح پتھر اور پانی اور آگ کا پوجنا شرک ہے اسی طرح
ملائکہ اور انبیا اور ارواح صالحین کا پوجنا بھی شرک ہے اسلئے کہ ہر چیز میں سب شامل ہیں پھر
حضرت یوسف فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کا ہم گروہ انبیا پر فضل ہے جو اوسنے بطور وحی اور الہام کے

ہمکو تعلیم کیا ہے کہ ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں کرتے اور اسیطرح یہ انبیا پر اللہ کا فضل ہے اسی طرح سب آدمیوں پر
اللہ کا فضل ہے کہ انبیا کو بھیجا اللہ نے سب کو اس مسئلہ کی تعلیم کی لیکن اکثر آدمی اللہ کی اس نعمت کا
شکر ادا نہیں کرتے یعنی اس نعمت کی قدر نہیں کرتے اور اس کے قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں
يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ
قیدخانہ کے رفیقو کیا جدا جدا کئی معبود بہتر ہیں یا اللہ جو اکیلا اور غالب ہے **ف** حضرت یوسف فرماتے ہیں
اسکے دلائل توحید بیان کرتے ہیں کہ بہت سے معبود بنا لینا بہتر ہے یا یہ بہتر ہے کہ فقط ایک اللہ کی پرستش کریں
جو یکتا ہے اور سب پر غالب ہے کوئی اسکی برابر اور مقابل نہیں ہو سکتا مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی واقعی انصاف
کے ساتھ غور کرے تو عقل سلیم یہی گواہی دیتی ہے کہ بہت سی چیزوں کو معبود بنانا گمراہی ہے اور مستحق عبادت کی
خدا ہے واحد جو سب پر غالب ہے۔ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ
وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ نہیں پوجتے ہو تم
ناموں کو کہ فرض کر لیا ہے ان کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہیں اتاری اللہ نے ان پر ... دونوں میں
**ف** اہل مصر نے چند روحیں فرض کر لی تھیں انہیں کی پرستش کیا کرتے تھے جسطرح اہل ہند ... پانچ بادشاہ کو
... وغیرہ فرضی اور خیالی ناموں کو پوجتے ہیں چونکہ وہ دو قیدی بھی اہل مصر میں تھے اور وہی اعتقاد اپنی تعبیر میں
رکھتے تھے اسلئے حضرت یوسف فرماتے ہیں کہ تم نہیں پوجتے ہو مگر فرضی ناموں کو نام تم نے یا تمہارے
باپ دادوں نے مقرر کر لئے ہیں اللہ کی طرف سے کوئی دلیل اس بات کی نہیں آئی کہ جن فرضی ... وہ پوجا
ناموں کی تم پرستش کرتے ہو ان کی پرستش جائز ہے۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ تمہارے معبود
فرضی چیزیں ہیں ان کا کوئی وجود ہی نہیں اور انسان کو چاہیے کہ وہ دین اختیار کرے جو اللہ نے
سکھایا ہو اور جب اللہ نے ان کی پرستش کا حکم نہیں کیا پھر تم ان فرضی ناموں کی پرستش کیوں
کرتے ہو حضرت یوسف نے شرک کے رد میں ایسی دلیل بیان کی جو ان کی سمجھ میں آ جاوے اور ...

ہے کہ دین حق وہ ہوگا جو اللہ نے سکھایا ہوگا اور اللہ کے سوا جن چیزون کی پرستش
ہے اوس پرستش کے لئے اللہ کا کوئی حکم نہین آیا فقط اپنی طرف سے یہ رسم مقرر کرلی ہے
یعنی بلا حکم الہی کے پرستش کرنا کھلی ہوئی گمراہی ہے - اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ
اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ نہین ہے حکم مگر اللہ کے لئے اوسنے حکم کیا ہے کہ پرستش نہ کرو مگر
اوسکی یہی ہے دین سیدھا لیکن اکثر آدمی نہین جانتے - ف یعنی اللہ کے سوا کسی کا حکم
واجب نہین پس جب اللہ نے تمہارے معبودون کی پرستش کے لئے حکم نازل نہین کیا تو تم اونکی
پرستش کرتے ہو اور اللہ نے تو یہ حکم کیا ہے کہ اوسکے سوا دوسرے کی پرستش مت کرو پس تم جو اوسکے
سوا دوسرون کی پرستش کرتے ہو اوس کے حکم کی مخالفت کرتے ہو دین حق یہی ہے کہ فقط اللہ کی پرستش کرو
اور کسی دوسرے کو عبادت مین شریک مت کرو لیکن اکثر آدمی اسکو نہین جانتے اور وہ اپنی جہالت
سے اللہ کے سوا دوسری چیزون کی بھی پرستش کرتے ہین - يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا
فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ
رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝ اے دو قیدیو لیکن
ایک تم مین کا پس پلاوے گا اپنے سردار کو شراب اور لیکن دوسرا وہ سولی دیا جاوے گا پھر
کھاوینگے جانور اوس کے سر مین سے مقرر کیا گیا ہے وہ کام جسمین تم پوچھتے ہو - ف حضرت یوسف نے
جب حق کی تعلیم کر لی اوسکے بعد اون دونو کی خوابون کی تعبیر بیان کی اور کہا کہ ایک تم مین کا جو ساقی
ہے جسنے یہ خواب دیکھا تھا کہ وہ انگور کا رس نچوڑتا ہے اوس کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ وہ جرم سے بری ہوکر
قید سے چھوٹ جاویگا پھر اپنی خدمت پر مقرر ہوگا اور اپنے بادشاہ کو شراب پلاوے گا اور لیکن دوسرا
شخص جو باورچی تھا جسنے یہ خواب دیکھا تھا کہ اوس کے سر پر روٹیان ہین جن مین سے ٹکڑے

نوچ نوچ کر جانور کہاتے ہین اوسکے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مجرم قرار پاکر سولی دیا جائیگا اور قتل کے بعد جانور
اوسکے سر کا بہیجا نوچ نوچ کر کہاوینگے - یہ معاملہ جسکو تم سے پوچہا تقدیر الٰہی مین اسی طرح مقرر ہو چکا ہے جو مین نے
بیان کیا - ابن کثیرؒ نے لکہا ہے کہ ابن مسعودؓ اور مجاہدؒ اور دوسرے مفسرین سے منقول ہے کہ جب اون دونو
نے تعبیر سنی تو یہ کہا کہ درحقیقت ہمنے کوئی خواب نہین دیکہا تہا بلکہ اپنی طرف سے جہوٹی خواب بناکر تم سے تعبیر
پوچہی تہی تو حضرت یوسفؑ نے جواب دیا کہ جو کچہہ مین نے بیان کردیا یہ ضرور واقع ہوگا - ابن کثیرؒ نے لکہا ہے
کہ بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کوئی جہوٹی خواب بنا دے اور اوس کی تعبیر پاوے تو وہ تعبیر اوس پر
لازم ہوجاتی ہے امام احمدؒ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبتک خواب کی
تعبیر نہین دی گئی وہ مثل ایک پرندکے ہوتی ہے لیکن جب اوسکی تعبیر بیان کردی جاتی ہے تو وہ واقع ہوجاتی
ہے اور مسند ابی یعلیٰ مین انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خواب کی صحیح
تعبیر وہ ہے جو پہلا تعبیر دینے والا بیان کردے - وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا
اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ
فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ۝ اور کہا اوس سے جسکی نسبت یہ گمان کیا تہا کہ اون دونون مین
وہ نجات پانے والا ہے ذکر کیجیو میرا اپنے بادشاہ کے پاس تو بہلا دیا اوس کو شیطان نے کہ وہ اپنے بادشاہ کو
اوسکی یاد دلاتا تو رہا (یوسف) قید مین چند سال - ف یعنی حضرت یوسفؑ نے اپنی تعبیر مین
ساقی کو یہ سمجہا تہا کہ وہ قید سے چہوٹے گا اور پہر بادشاہ کی خدمت مین پہونچیگا اوس سے یوسفؑ نے
یہ کہا تہا کہ تو اپنے بادشاہ سے میرا ذکر کیجیو کہ ایک بیگناہ شخص قیدخانہ مین مقید ہے لیکن جب وہ چہوٹا
اور اپنی خدمت پر پہونچا تو شیطان نے اوس کے دل مین ایسے وسوسے ڈالے کہ وہ بادشاہ کے سامنے
یوسفؑ کا ذکر کرنا بہول گیا اور یوسفؑ کئی برس قید مین رہے - بضع کا لفظ عربی مین تین سے نو تک [illegible] پر بولا جاتا
ہے - ابن کثیرؒ نے لکہا ہے کہ وہب بن منبہ کا قول یہ ہے کہ حضرت ایوبؑ مصیبت مین سات برس رہے

ع

اور حضرت یوسفؑ بھی قید مین سات برس رہے اور بخت نصر بادشاہ نے بنی اسرائیل کو سات برس تک
سخت ایذا دی۔ حضرت یوسف نے جو دوسرے شخص سے کہا کہ اپنے بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کیجیو اس سے
ظاہر ہو گیا کہ انسان اگر اللہ پر توکل کر کے اپنے کامون مین ظاہری اسباب کی طرف توجہ کرے تو منع
نہین بلکہ سنت انبیا ہے۔ ابن جریر کی تفسیر مین ایک روایت یہ لکھی ہوئی ہے کہ حضرت یوسفؑ نے
غیر اللہ سے مدد مانگی اس کے عتاب مین وہ اتنی طویل مدت قید رہے۔ ابن کثیر رح نے لکھا ہے
کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے دو راوی اوس کے مجروح ہین اور اس قسم کی روایتین حضرت یوسف
کے معاملے مین جو نبی معصوم تھے مقبول نہین ہو سکتین۔ وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ
بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنْبُلَاتٍ
خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ
إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ ۝ اور بادشاہ نے کہا مین خواب مین
دیکھتا ہون سات بیل موٹے کھاتے جاتے ہین اون کو سات بیل دُبلے اور سات خوشے سبز اور
دوسرے خشک اے سردارو جواب دو میری خواب کا اگر تم ہو خواب کی تعبیر کرنے والے ف
حسب اتفاق ایک مرتبہ مصر کے بادشاہ ریان نے یہ خواب دیکھا کہ سات موٹے بیل ہین اور سات دُبلے ہین
لیکن دُبلے بیل موٹے بیلون کو کھاتے جاتے ہین اور اسیطرح اناج کے دانون کے سات سبز خوشے
اور سات خشک ہین۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ پوری خواب یون تھی کہ سات خشک خوشے سبز خوشون پر
اسطرح لپٹ گئے کہ سبز خوشے اون مین بالکل چھپ گئے اور خشک خوشے غالب آ گئے بادشاہ نے
اپنے سردارون کے سامنے یہ خواب بیان کیا اور اون سے کہا کہ اگر تم خواب کی تعبیر جانتے ہو تو
اس خواب کی تعبیر کہو۔ اللہ کو جب منظور ہوا کہ حضرت یوسف قید سے رہائی پاوین تو اوس وقت بمقتضا
مشیت الہی بادشاہ مصر کو یہ خواب نظر آیا اور یہی خواب حضرت یوسف کی رہائی کا باعث ہوا اس خواب

بادشاہ نے یہ دیکھا کہ ناقص اور ضعیف چیزین کامل اور قوی چیزون پر غالب ہوئی جاتی ہین تو اوسنے اتنا سمجھ لیا کہ بیشک کوئی شر آنیوالا ہے لیکن وہ اس امر کا مشتاق تھا کہ کوئی تعبیر دینے والا اس خواب کے حالات پر غور کرکے زیادہ تفصیل اوس شر کی معلوم کرے اور اس خیال سے اونکو جمع کر دیا تھا اور اوسکے قلب کو تسکین نہین ہوتی تھی۔ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ۝ اونہون نے کہا کہ یہ پریشان خیالات ہین اور ہم پریشان خوابون کی تعبیر نہین جانتے۔ **ف** امراے بادشاہی جو حاضر تھے وہ اس کی تعبیر سے عاجز ہوے تھے اور اونہون نے بادشاہ کو تسکین دینے کے لئے یہ کہدیا کہ یہ پریشان خیالات ہین یعنی ایسی خواب نہین جو لائق تعبیر ہو بلکہ کبھی پریشان خیالات خواب مین نظر آجایا کرتے ہین جنکی کچھ تعبیر نہین ہوتی یہ اوسی قسم کی خواب ہے چنانچہ اونہون نے کہا کہ ہم پریشان خوابون کی تعبیر نہین جانتے مگر اس دفع الوقتی سے بادشاہ کی تسکین نہوئی اور اوسکا اضطراب اور قلق دمبدم بڑھتا رہا۔ وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝ اور کہا اوس نے جس نے اون دونون سے رہائی پائی تھی اور یاد کیا اوس نے (یوسف کو) ایک مدت کے بعد مین بتا دونگا تمہین اسکی تعبیر مجھے بھیجدو۔ **ف** بادشاہ کا ساقی جس نے یوسف کی تعبیر کی مطابق قید سے رہائی پائی تھی اور اوسکا ساتھی قتل ہوا تھا اور یوسف نے اوس سے کہدیا تھا کہ بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کیجیو اور وہ اس بات کو بالکل بھول گیا تھا اب ایک مدت کے بعد بادشاہ کی خواب پر اوسکو یوسف یاد آئے اور بادشاہ کو بیقرار دیکھکر اوس نے تمام قصہ یوسف کا بیان کیا اور یہ کہا کہ اگر تم مجھکو یوسف کے پاس تک جانے کی اجازت دو تو مین اوس سے اس خواب کی تعبیر پوچھ آؤن اور تمہین بتا دون چنانچہ بادشاہ سے اجازت حاصل کرکے وہ قیدخانے مین یوسف کے پاس سات برس یا بارہ برس کے بعد پہونچا اور بادشاہ کی خواب کا قصہ اون سے بیان کیا۔ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ

سِمَانٍ يَّأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اے یوسف اے بڑے سچے جواب دے ہمکو اس (خواب) میں کہ سات موٹے بیل ہیں کہاتے جاتے ہیں اونکو سات دُبلے بیل اور سات سبز خوشے ہیں اور دوسرے خشک تاکہ میں واپس جاؤں ان آدمیون میں شاید اون کو معلوم ہو جاوے (تمہاری بزرگی) ف یعنی اوسنے یوسف کے سامنے بادشاہ کی پوری خواب بیان کرکے یہ کہا کہ تم اسکی تعبیر بتادو تاکہ میں اون لوگون میں یعنی بادشاہ اور اوسکے درباروالون میں واپس جاؤن اور کیا عجب ہے کہ اس تعبیر کو سنکر تمہاری بزرگی اون کو معلوم ہو جاوے اور تم قید سے رہائی پاؤ اور تمہاری قدر ہو۔ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ یوسف نے کہا کہ کہیتی کرو تم سات برس عادت کی مطابق پھر جیسے کاٹو چھوڑ دو ناج کو اوسکے خوشے میں مگر تھوڑا اوس میں سے جو کہاؤ تم ف یوسف نے کہا کہ سات برس تک فصل بہت اچھی ہوگی اور پیداوار زیادہ پیدا ہوگی اتنا کلام یہاں سے محذوف ہے اور قرینہ مقام سے سمجھا جاتا ہے یہ تعبیر موٹے بیلون کی تھی اسکے بعد یوسف نے اونکو نصیحت کی کہ ان سات برس میں اپنی معمول کی مطابق خوب محنت سے بونا چاہیے تاکہ غلہ بہت سا جمع ہو جاوے مگر غلہ کے خرچ کرنے میں ایسا اہتمام کرنا چاہیے کہ فقط اوسیقدر غلہ خوشون میں سے جدا کریں جتنا ہر سال خرچ ہو باقی اوسی طرح خوشون میں محفوظ رہنے دیں اور غلہ کا ذخیرہ رکہیں ذخیرہ کا غلہ خوشون میں محفوظ رکھنے اور جدا نکرنے میں ایک مصلحت یہ تھی کہ جبتک ناج خوشون میں رہتا ہے کیڑا اوس میں کم اثر کرتا ہے دوسری مصلحت یہ تھی کہ غلہ کے ساتھ وہ خوشے بھی محفوظ رہینگے جو مویشی کا چارہ ہو جاوینگے۔ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ پھر اوینگے اسکے بعد سات برس سخت کہالینگے جو پہلے سے ذخیرہ رکہا ہے تم نے

اون سالون کے لیئے مگر تہوڑا جو تم بچا لو۔ ف یعنی سات برس اچھی پیداوار کے جب گذر لینگے
اوسکے بعد سات برس ایسے سخت آوینگے کہ کچھہ پیداوار نہوگی اور اون سات برسون مین وہی ذخیرہ کام آویگا جو تمنے
پہلے سے رکھا ہے سب لوگ اس تمام غلہ کو صرف کر لینگے اور فقط اوسی قدر غلہ اس ذخیرہ مین سے بچیگا
جسکو تم احتیاط کرکے بچا لو یعنی اگر معمولی طور پر خرچ کروگے تو کچھہ نہ بچیگا اور اگر کفایت اور احتیاط سے
خرچ کروگے اور تلف نہونے دوگے تو تہوڑا بچ رہیگا یہ تعبیر خواب کے آخری حصہ کی تہی۔ ثُمَّ
يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ؏
پہر آویگا اسکے بعد ایسا سال جسمین فریاد سنی جاویگی آدمیون کی اور اوسی سال مین نچوڑوگے تم
ف یعنی جب یہ سات برس قحط کے گذر چکینگے تو پہر ایسا سال آویگا کہ اوسمین اللہ مخلوق
کی فریاد سن لیگا اور دریاے نیل مین پانی بہت آویگا کہیتی کثرت سے پیدا ہوگی سات برس کے بعد کا
سال ایسا ہوگا جسمین انگور پیدا ہونگے اور تم اون کا شیرہ نچوڑوگے اس آٹھوین سال کا حال حضرت
یوسف ؑ نے یا تو وحی سے معلوم کیا تہا یا اسطرح قیاس کیا کہ قحط کے سات برس خواب کی تعبیر سے معلوم
ہوئے تہے اس سے یہ سمجہا جاتا ہے کہ آٹھوان برس قحط کا نہوگا۔ مفسرین نے لکہا ہے کہ نچوڑنے کے
معنی مین ہر قسم کا تیل نکالنا اور گنّے کا رس نکالکر شکر بنانا اور دودہ دوہنا بہی شامل ہے بادشاہ کے
ساقی نے یوسف کی زبان سے یہ تعبیر سنکر بادشاہ کے پاس آکر بیان کی۔ وَقَالَ الْمَلِكُ
ائْتُونِي بِهِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ
فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي
بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ؏ اور بادشاہ نے کہا کہ اوسکو میرے پاس لاؤ تو جب آیا یوسف کے
پاس قاصد (یوسف نے) کہا واپس جا اپنے بادشاہ کے پاس اور اوس سے سوال کر کہ کیا ماجرا ہے
اون عورتون کا جنہون نے اپنے ہاتہہ کاٹے تہے بیشک میرا رب اون کے مکر کو جاننے والا ہے۔

**ف** بادشاہ مصر نے یوسفؑ کی تعبیر پسند کی اور یہ بات اوس کے ذہن نشین ہوگئی کہ اس خواب کی صحیح تعبیر یہی ہے اور اسی سے حضرت یوسف کی بزرگی بھی سمجھ گیا اور اوس نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس لاؤ جب بادشاہ کا قاصد حضرت یوسف کی رہائی کا مژدہ لایا اور بادشاہ کی طلب کا پیغام سنانے کے لیے قیدخانہ میں پہونچا تو حضرت یوسفؑ نے اوس قاصد سے کہا کہ میں ابھی تیرے ساتھ نہیں جاتا تو بادشاہ کے پاس واپس جا اور یہ پوچھ کہ جن عورتوں نے ہاتھ کاٹے تھے اون کا قصہ کیا تھا حضرت یوسف نے یون کہا کہ بادشاہ سے یہ کہو کہ یہ تحقیق کرے کہ ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کا قصہ کیا تھا ایسا کہنے مین بادشاہ پر یہ الزام لگانا تھا کہ اوس کے ملک مین اتنا بڑا قصہ ہوا اور بادشاہ کو خبر بھی نہین قطع نظر اس کے علاوہ بادشاہ سے تحقیقات کی درخواست کرنا گویا زلیخا اور اون عورتوں پر دعوے دایر کرنا تھا اور حضرت یوسفؑ کو اس معاملہ مین مدعی بننا بہت سی مصلحتوں کے خلاف تھا اسلئے حضرت یوسف نے بادشاہ کے قاصد سے فقط اتنا کہدیا کہ بادشاہ سے پوچھ کہ اون عورتوں کا قصہ کیا تھا اس سوال سے مقصود یہ تھا کہ اتنا سنکر بادشاہ خودبخود اس قصہ کی تحقیقات کی طرف متوجہ ہوجائیگا۔ حضرت یوسفؑ کو تحقیقات کی درخواست کرنے کی ضرورت نہ پڑےگی چنانچہ یہی ہوا پھر حضرت یوسفؑ نے یہ بھی کہدیا کہ میرا رب اون کے فریب دینے کے تدبیروں کو جو اونہوں نے کین نہین خوب جانتا ہے۔ یہ فقرہ بادشاہ کو اس معاملہ کی تحقیقات کی طرف اور زیادہ متوجہ کرنے والا تھا اور تحقیقات سے پہلے عورتوں کی مکاری ظاہر کردینا مصلحت تھی اور چونکہ خواب کی تعبیر سنکر بادشاہ حضرت یوسفؑ کی فضیلت کا معتقد ہوچکا تھا اسلئے یہ امید غالب تھی کہ وہ حضرت یوسف کے بیان کو جھوٹ نہ سمجھیگا اور اون کے کہنے سے اون کی بیگناہی اور عورتوں کی فریب دہی کا یقین کرلیگا اون عورتوں کے مکر سے یہ مراد ہے کہ اونہوں نے یوسفؑ کو یہ ترغیب دی تھی کہ زلیخا کا کہنا مان لیں اور زلیخا کی اس بات کی بھی اونہوں نے تائید کی تھی اگر یوسف اس خواہش پر راضی نہو تو اوس کو قیدخانہ مین بھجوا دو۔ حضرت یوسفؑ نے اوسوقت ہاتھ کاٹنے والی

اور اون سے کچھ کیا کا ذکر کیا زلیخا کا کچھ ذکر نہ کیا اسکی وجہ فقط یہ تھی کہ وہ عزیز مصر کی بی بی تھی اور اوسکا پاس و
لحاظ حضرت یوسف کو اسوقت تک باقی تھا۔ حضرت یوسف نے یہ قصہ اسوجہ سے چھیڑا کہ اون کی رہائی سے پہلے
یہ سب کو معلوم ہو جاوے کہ وہ بیگناہ ہیں اور ناحق قید کئے گئے تھے ورنہ اگر اون پر گناہ کا شبہ باقی رہتا تو
آنحضرت کی نگاہ میں بھی اون کی وقعت کم ہوتی اور یہ امر شان نبوت کے بھی خلاف تھا اسلئے کہ جس شخص کی نسبت
کچھ برائی کا بھی خیال لگا ہوتا ہے اوسکی ہدایت کم اثر کرتی ہے قطع نظر اسکے ممکن ہے کہ بادشاہ کو اس قصہ کی خبر
کوئی [illegible] بدگمانی کا باعث ہو بالفرض جب حضرت یوسف بادشاہ کے مقرب بنتے تو دوسرے امرا کو حسد ہوتا
اور وہ ضرور اوس قصہ کو پہنچتی اور بے طوری کے ساتھ ظاہر کرتے یہ بھی منظور تھا کہ عزیز مصر کے دل میں بھی
یوسف کی طرف سے کوئی شبہ نہ رہے اس لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ حضرت یوسف اول اپنی بیگناہی ثابت
کرنے میں کوشش کریں۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ اوس حالت میں اگر یوسف کی جگہ میں ہوتا تو جب بادشاہ کا آدمی قید خانے میں بادشاہ کا ایلچی پیغام
لیکر آیا تھا فوراً اوسکے ساتھ ہو لیتا اور کوئی عذر نہ کرتا اور عبد الرزاق نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ مجھکو یوسف کے صبر اور بزرگی پر تعجب ہے اللہ اون کی لئے مغفرت کرے جب بادشاہ کی خواب
کی تعبیر اون سے پوچھی گئی تو انہوں نے بڑا صبر کیا اور بغیر کسی شرط کے تعبیر بتادی اگر اون کی جگہ میں ہوتا تو
اول قید سے اپنی رہائی کی شرط کر لیتا پھر تعبیر بتاتا اور مجھکو یوسف کے اوس صبر اور بزرگی پر تعجب ہے جس وقت
بادشاہ کا قاصد اون کے بلانے کو آیا اگر یوسف کی جگہ میں ہوتا تو فوراً قید سے باہر نکلنے کے لئے دروازہ کی طرف
بڑھتا لیکن یوسف نے عذر کیا۔ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُفَ عَنْ نَّفْسِهِ
قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ
حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝
کہا (بادشاہ نے) اے عورتو کیا قصہ تمہارا تھا جبکہ تم نے بہکایا تھا یوسف کو اپنے نفس کی مراد سے انہوں نے کہا

اللہ کی قسم ہمکو اوسمین کوئی برائی معلوم نہین ہوئی عزیز مصر کی بی بی نے کہا اب کہل گئی سچی بات مین نے پھسلایا تہا
اوسکو اوس کی نفس کی حفاظت سے اور بیشک وہ سچ بولنے والون مین سے ہے - ف بادشاہ نے
زلیخا کو اور اون سب عورتون کو بلایا جنہون نے ہاتھ کاٹے تھے اور اون سے تمام قصہ پوچھا اون سب عورتون نے
قسم کھاکر کہا کہ یوسف بیگناہ ہے ہمین اوس کا کوئی گناہ معلوم نہین ہوا تب زلیخا نے بہی کہا کہ اب سچی بات کھل گئی
اسلیئے مین بھی حق کو نہین چھپا سکتی بیشک مین نے ہی یوسف کو اپنی طرف رغبت دلائی تہی اور یوسف نے
کسیطرح میری خواہش قبول نہین کی وہ بیگناہ ہے اور سچا ہے - ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ
أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ٥ یہ اسلیئے
ہے کہ (عزیز مصر) جان لے کہ مین نے اوسکے پیچہے اوسکی خیانت نہین کی اور بیشک اللہ نہین سرسبز کرتا خیانت
کرنے والون کے فریب کو ف زلیخا نے کہا کہ مین نے یہ اقرار اسلیئے کیا کہ عزیز مصر کو معلوم ہوجاوے
کہ مین نے اوسکے پیچہے اوسکی ناموس مین خیانت نہین کی یعنی فقط اسی قدر معاملہ واقع ہوا کہ یوسف کو مین نے اپنی طرف
ترغیب دی اور وہ اپنی پارسائی کی وجہ سے میری خواہش پر راضی نہوا اسوجہ سے میری پارسائی بہی سلامت
رہی اور عزیز مصر کی خیانت تک نوبت نہین پہونچی یا مراد یہ ہے کہ یوسف معلوم کرلے کہ مین نے اوسکے پیچہے اوسکی
خیانت نہین کی یعنی جہوٹی تہمت نہین لگائی بلکہ حق کا اقرار کرلیا اور اوس کے ساتھ اوس نے خیانت کی برائی بہی
بیان کردی کہ اللہ خیانت کرنے والون کو اون کے فریب مین کامیابی نہین دیتا یعنی خیانت کا انجام پشیمانی اور
ذلت ہوتی ہے - ابن کثیر رح نے لکہا ہے کہ اس آیت کے یہی معنی مناسب ہین اسلیئے کہ پہلے سے
زلیخا کی تقریر بیان ہورہی ہے پس یہ جملہ بہی اوسی کی تقریر مین شامل ہے ماوردی نے بہی اپنی تفسیر مین یہی
لکہا ہے اور امام ابو العباس ابن تیمیہ نے خاص اسی معنی کو ترجیح دینے کے لیئے ایک رسالہ لکہا ہے
مگر ابن جریر اور ابن ابی حاتم کا قول یہ ہے کہ یہ قول زلیخا کا نہین بلکہ یوسف کا ہے یعنی جب اس قصہ کی
تحقیق اور یوسف کی بیگناہی ثابت ہونے کے بعد دوبارہ بادشاہ نے یوسف کو طلب کیا تو اوسوقت

یوسفؑ نے کہا کہ مین نے اول اپنی بیگناہی اسواسطے ثابت کرائی کہ عزیز مصر کو معلوم ہوجاوے کہ مین نے
اوسکے پیچھے اوس کی خیانت نہین کی ـ

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اور نہین بری کرتی ہون مین اپنے نفس کو بیشک نفس حکم کرنے والا ہے برائی کا مگر جب رحم کرے میرا رب بیشک میرا رب بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ـ

ف جسطرح پہلی آیت کے معنی مین یہ اختلاف ہے کہ یہ قول زلیخا کا ہے یا یوسفؑ کا اسی طرح اس آیت مین بھی اختلاف ہے ـ ابن کثیرؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ یہ قول زلیخا کا ہے یعنی زلیخا نے آخر کو یہی کہا کہ اگرچہ میری پارسائی قایم رہی مگر یہ حفاظت عصمت یوسفؑ کی پارسائی کی وجہ سے ہوئی مین اپنے نفس کو برائی سے پاک نہین بتاتی بیشک مین نے گناہ کا قصد کیا اور یوسفؑ کو گناہ کی رغبت دلائی اور بیشک نفس انسان کو گناہ کا حکم کرتا ہے اسلیے کہ نفس کو لذات کی طرف رغبت بہت ہوتی ہے اور انسان کو اوسی طرف مائل کرتا ہے مگر جب اللہ رحم کرتا ہے تو انسان نفس کے فریب سے بچتا ہے بیشک اللہ بخشنے والا ہے رحم کرنے والا ہے یعنی اگر انسان نفس کا کہنا نامانے تو جو وسوسے نفس نے ڈالے تھے اون کو اللہ اپنے رحم سے بخشدیتا ہے ـ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قول حضرت یوسفؑ کا ہے یعنی حضرت یوسفؑ نے یہ کہا کہ مین جو گناہ سے بچا اسکی وجہ یہ تھی کہ اللہ نے مجھپر رحم کیا اور مین نے نفس کا کہنا نمانا ورنہ مین اپنے نفس کو بری نہین کرتا بمقتضاے بشریت میرا نفس بھی میرے دل مین گناہ کے وسوسے ڈالتا تھا ـ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ۝ اور بادشاہ نے کہا یوسفؑ کو میرے پاس لاؤ مین اوس کو اپنی ذات کے واسطے خالص کرون کا جب بادشاہ نے یوسفؑ سے باتین کین تو کہا کہ بیشک تو اب ہمارے پاس عزت والا امین ہے ـ ف بادشاہ کے

نزدیک جب یوسف کی بیگناہی بخوبی ثابت ہوگئی تو اوس نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس بلا لاؤ میں اوسکو اپنے خاص مصاحبوں میں شامل کرونگا اور جب یوسفؑ بادشاہ کے پاس گئے اور بادشاہ نے حضرت یوسفؑ سے باتیں کیں تو انکی فضیلت اور زیادہ ظاہر ہوئی اور بادشاہ نے کہا کہ تو آج ہمارے نزدیک عزت والا امانتدار ہے یعنی ہم تجھکو ذی عزت اور امین جانتے ہیں یعنی تو اس قابل ہے کہ کوئی بڑا کام سلطنت کا تیرے سپرد کیا جاوے۔ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝ (یوسفؑ) نے کہا مجھے مقرر کر دے زمین کے خزانوں پر میں حفاظت کرنے والا جاننے والا ہوں

ف جب بادشاہ مصر نے یہ ظاہر کر دیا کہ ہم تجھکو صاحب عزت اور امین جانتے ہیں اس سے حضرت یوسفؑ کو یہ معلوم ہوگیا کہ بادشاہ کوئی کام اون کو سپرد کرنے والا ہے تو اوسوقت حضرت یوسفؑ نے یہ درخواست کی کہ مجھکو مصر کے خزانوں کا مہتمم بنا دے۔ خزانے سے مراد وہ مکان ہے جسمیں غلہ اور ہر قسم کی جنس محفوظ رکھی جاتی تھی یہ درخواست حضرت یوسف نے اس لئے کی کہ یہ معلوم ہوچکا تھا کہ سات برس عمدہ پیداوار کے اور سات برس قحط کے آنے والے ہیں اور عمدہ سالوں کی پیداوار کو قحط کے سالوں میں صرف کرنے کے لئے محفوظ رکھنے کی سخت ضرورت ہے اور اس کام کا جسقدر روشن حضرت یوسف کو تھا کسی اور کو نہیں ہوسکتا تھا اسلئے کہ یہ مضمون خواب کی تعبیر سے فقط حضرت یوسف نے معلوم کیا تھا اور پورا یقین اس آگے آنے والے حال کا فقط حضرت یوسفؑ کو اور اون کے بعد بادشاہ مصر کو ہوگا اسلئے کہ اوس نے خواب دیکھی تھی پس اگر غلہ کا ذخیرہ بڑے اہتمام سے جمع نہ کیا جاوے تو قحط کے زمانہ میں مخلوق کو بڑی تکلیف ہو حضرت یوسف اپنی ذات میں اس کام کی لیاقت بھی اعلے درجہ کی رکھتے تھے بادشاہ بھی اون کو امین جان چکا تھا پس حضرت یوسف نے اوسی کام کے حاصل کرنے کی کوشش کی جس پر تمام رعایائے مصر کی آسائش اور رفع تکلیف موقوف تھی اور ایسی ضرورت کے وقت میں اپنی طرف سے اس کام کی درخواست معیوب نہ تھی بلکہ ضروری تھی بادشاہ کو حضرت یوسفؑ کا امین ہونا معلوم